

	हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय इलाहाबाद
N	वर्ग संख्या.....
..	पुस्तक संख्या.....
८	क्रम संख्या..... ३८६

هندوستانی از کلمه می - هو به تکرار

از به تکرار

از دود لا به تکرار

---

6 - 9 - 34

# جواہرِ سخن

یعنی اُردو شعرا کے کلام کا انتخاب

جسے  
مولوی محمد بین کفّی، چریا کوٹی، نے مرتب کیا

پہلی جلد: پہلا دور

پہلا اور دوسرا حصہ

۱۹۳۳

ہندوستانی اکیڈمی، صوبہ متحدہ، آلہ آباد

*Published by*  
The Hindustani Academy, ( U. P. )  
ALLAHABAD

---

First Edition

Price ... ( Rs. 4/8/- Paper )  
( „ 5/- Cloth )

---

*Printed by*  
S. S. Srivastava at the K. P. Press  
ALLAHABAD



## فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	تعارف	۱
۲	تہنید	۱

## خصوصیات دور اول

### حصہ اول

#### شعراے دکن

۳	ہندی زبان کا اثر	۶
۴	فارسی زبان کا اثر	۱۱
۵	حصہ دوم شعراے دہلی	۱۳
۶	موسوی خان - فطرت	۱۱
۷	عبدالقادر - بیدل	۱۵
۸	قبول	۱۱
۹	سراج الدین علی خان آرزو	۱۱
۱۰	مراد علی قلی - ندیم	۱۶
۱۱	شمس الدین - فقیہ	۱۱

# انتخاب

حصہ اول

دور اول

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲	وجہی ...	۲۱
۱۳	قطب مشرقی ...	۲۲
۱۴	مجلس عیش و طرب ...	۲۳
۱۵	غزلیں ...	۲۴
۱۶	محمد قلبی قطب شاہ ...	۲۵
۱۷	باغ محمد شاہی ...	۲۶
۱۸	نہی سانولی ...	۲۷
۱۹	تین غزلیں...	۲۸
۲۰	اپنی سالک کے موقع پر لکھا ہے	۲۹
۲۱	متبرقات ...	۳۰
۲۲	قصیدہ ...	۳۱
۲۳	دیباچہ ...	۳۲
۲۴	نوحہ ...	۳۳
۲۵	سُطّان محمد قطب شاہ ...	۳۴
۲۶	ساجن کی یاد ...	۳۵
۲۷	تہلڈالا ...	۳۶
۲۸	عزل ...	۳۷
۲۹	خدا داد متعل ...	۳۸
۳۰	عبدانہ قطب شاہ ...	۳۹

نمبر شمار	مضمون	صفحة
۳۱	نمونہ کلام ...	...
۳۲	ملا غواصی ...	...
۳۳	مثنوی بدیع الجمال ( کشت و خون ) ...	...
۳۴	ایک بدصورت شہزادی ...	...
۳۵	مناجات ...	...
۳۶	ملا قطبی ...	...
۳۷	جنیدی ...	...
۳۸	طبعی ...	...

### سوال و جواب بہرام و گل اندام

۳۹	بہرام کا سوال ...	...
۴۰	گل اندام کا جواب ...	...
۴۱	حب وطن ...	...
۴۲	غور و مشورہ ...	...
۴۳	ابن نشاطی ...	...

### نمونہ پھول بن

۴۴	حمد ..	...
۴۵	نعت ...	...
۴۶	مفتیہ حضرت علی ...	...
۴۷	مدح عبداللہ قطب شاہ ...	...
۴۸	آغاز کلام ...	...
۴۹	ابتداءے افسانہ ...	...
۵۰	نوری ...	...

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۵۱	فائز	...
۵۲	شاہی	...
۵۳	مرزا	...
۵۴	مرثیہ	...

### شعراے بیجاپور

۵۵	نصرتی	...
----	-------	-----

### نمونہ علی نامہ

۵۶	حمد	...
۵۷	ملقبیت شہر خدا	...
۵۸	مدح بادشاہ	...
۵۹	مدحمت طمع	...
۶۰	مدح خواجہ گیسودراز	...

### گلشن عشق

۶۱	مدح	...
۶۲	نعت	...
۶۳	مدح بادشاہ	...
۶۴	تعریف عقل و عشق	...
۶۵	آغاز داستان	...
۶۶	خانہ	...
۶۷	عاشقی	...
۶۸	حمد	...

نمبر شمار	مضمون	صفحه
۶۹	مذاجات ...	...
۷۰	غزل ریختی ...	...
۷۱	عاجز ...	...
۷۲	ریخته ...	...
۷۳	مثنوی کا نمونہ ...	...
۷۴	پنچہبی ...	...
۷۵	بکری ...	...
۷۶	حمد ...	...
۷۷	نعت ...	...
۷۸	مدح پیر ...	...
۷۹	مدح عالمگیر ...	...
۸۰	امین ...	...
۸۱	مومن ...	...

#### احاطہ مدارس و بیجاپور

۸۲	ذوقی ...	...
۸۳	نمونہ غزل ...	...
۸۴	مجموعی ...	...
۸۵	حمد ...	...
۸۶	آغاز مثنوی ...	...
۸۷	تاریخ تصنیف ...	...
۸۸	نام ...	...
۸۹	نتہر اولیا ...	...

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۸۲ ...	ولی دکھنی ...	۹۰
۸۳ ...	مذاجات ..	۹۱
۸۴ ...	محمود ...	۹۲
۸۵ ...	صبائی ...	۹۳
۸۶ ...	احمد ...	۹۴
۸۷ ...	آگلہ ...	۹۵
۸۹ ...	آغاز ...	۹۶
۸۷ ...	آغاز سیرت ...	۹۷
۸۸ ...	وجدی ...	۹۸
۸۹ ...	نمونہ پانچ جاں فزا	۹۹
۹۲ ...	آغاز ...	۱۰۰
۹۳ ...	خاکی ...	۱۰۱
۹۸ ..	آزاد ...	۱۰۲
۹۹ ..	نمونہ کلام ..	۱۰۳

#### شعراے اورنگ آباد

۹۹ ..	ولی ..	۱۰۴
۱۰۵ ..	نعتیہ ..	۱۰۵
۱۳۶ ..	مختس ..	۱۰۶
۱۴۰ ..	ترجیع بلد ..	۱۰۷
۱۴۱ ..	قصائد ..	۱۰۸
۱۴۱ ..	مدح شاہ وحید الدین ..	۱۰۹
۱۴۱ ..	نعت ..	۱۱۰

نمبر شمار	مضمون	صفحة
۱۱۱	تعریف شهر سورت ..	۱۳۱
۱۱۲	فراق گجرات ..	۱۳۳
۱۱۳	قطعات ..	..
۱۱۴	رباعیات ..	۱۳۵
۱۱۵	منقبت حضرت علي ..	..
۱۱۶	مدح بیت الحرام ..	..
۱۱۷	مدح حضرت میراں مکی الدین ..	۱۳۹
۱۱۸	مدح شاه وجیه الدین ..	..
۱۱۹	مثنویاں ..	۱۳۹
۱۲۰	فردیات ..	۱۳۸
۱۲۱	ضمیمہ ..	۱۵۰
۱۲۲	چار در چار ..	۱۵۳
۱۲۳	مستزاد ..	..
۱۲۴	قطعه ..	۱۵۴
۱۲۵	فردیات ..	۱۵۴
۱۲۶	ترجیع بند ..	۱۵۶
۱۲۷	نعت ..	۱۵۷
۱۲۸	حمد - نعت - منقبت ..	۱۵۹
۱۲۹	مدح شاه وجیه الدین ..	۱۶۱
۱۳۰	مختصات ..	۱۶۲
۱۳۱	داؤد ..	۱۶۳
۱۳۲	عزلیت ..	۱۶۶
۱۳۳	سراج ..	۱۶۷

نمبر شمار	مضمون	صفحة
١٣٣	رباعی	١٧٣
١٣٥	صارم	..
١٣٦	شیدا	١٧٣
١٣٧	واقف	١٧٥
١٣٨	عریز	١٧٦
١٣٩	عاشق	..
١٤٠	مهدی	١٧٧
١٤١	مرزا	١٧٨
١٤٢	مهر	..
١٤٣	ضیا	١٧٩
١٤٤	فضلی	١٨١
١٤٥	مقبر الدوله	١٨٢
١٤٦	شفیق	..



## حصہ دوم

### شعراے دہلی

۱۸۵	..	..	..	آرزو	۱۴۷
۱۸۸	..	..	..	بہار	۱۴۸
۱۸۹	..	..	..	آصف	۱۴۹
۱۹۴	..	..	..	آبرو	۱۵۰
۲۰۲	..	..	..	مضمون	۱۵۱
۲۰۸	..	..	..	ناجی	۱۵۲
۲۱۳	..	..	..	مخمس	۱۵۳
،،	..	..	..	یکرنگ	۱۵۴
۲۲۰	..	..	..	مرثیہ	۱۵۵
،،	..	..	..	کلیم	۱۵۶
۲۲۵	..	..	..	رباعی	۱۵۷
۲۲۶	..	..	..	واقف	۱۵۸
۲۳۳	..	..	..	حاتم	۱۵۹
۲۴۹	..	..	..	قطعہ	۱۶۰
۲۵۰	..	...	..	قطعہ	۱۶۱
۲۵۱	..	..	..	امانی	۱۶۲
۲۶۳	—	..	..	فغان	۱۶۳
۲۷۲	..	..	..	مظہر	۱۶۴

نمبر شمار	مضمون	صفحت
۱۶۵	حسرت ..	۲۷۷
۱۶۶	یقین ..	۲۸۴
۱۶۷	بیان ..	۲۹۳
۱۶۸	تایان ..	۳۰۰
۱۶۹	شاعر ..	۳۰۲
۱۷۰	ضیا ..	۳۰۴
۱۷۱	رباعی ..	۳۰۹
۱۷۲	احسن ..	،،
۱۷۳	عشق ..	۳۱۱
۱۷۴	قدرت ..	۳۱۳
۱۷۵	مائل ..	۳۲۴
۱۷۶	حزین ..	۳۲۷
۱۷۷	لطف ..	۳۳۳
۱۷۸	رباعیات ..	۳۳۹
۱۷۹	رنکین ..	۳۴۰
۱۸۰	رباعی ..	۳۴۵
۱۸۱	حمد باری ..	۳۴۵
۱۷۶	حکایت طوطا	۳۴۷
۱۸۳	نثار ..	۳۴۸
۱۸۴	حسرت ..	۳۹۱
۱۸۵	ساقی نامه ..	۳۷۳
۱۸۶	قسست ..	۳۷۴
۸۷	مضمون ..	۳۷۸

نمبر شمار	مقصود	صفحه
۱۸۸	وفا	۳۸۲ ..
۱۸۹	داقم	۳۸۷ ..
۱۹۰	فیض	۳۹۰ ..
۱۹۱	خاموش	۳۹۲ ..
۱۹۲	امین	۳۹۳ ..
۱۹۳	مثنوی	۴۰۰ ..
۱۹۴	حسن	۴۰۱ ..
۱۹۵	گرفتار	۴۰۵ ..
۱۹۶	عظیم	۴۰۷ ..
۱۹۷	رباعی	،، ..
۱۹۸	مخمس هجو انشا	۴۱۱ ..
۱۹۹	بقا	۴۱۲ ..

## اسماء شعرا

نمبر شمار	نام شعرا
۱	وجہی .. ..
۲	محمد قلی قطب ش .. ..
۳	سلطان محمد قطب ش .. ..
۴	عبداللہ قطب شاہ .. ..
۵	ملا غواصی .. ..
۶	ملا قطبی .. ..
۷	جنیدی .. ..
۸	طبعی .. ..
۹	ابن نشاطی .. ..
۱۰	نوری .. ..
۱۱	فائز .. ..
۱۲	شاہی .. ..
۱۳	مرزا .. ..
۱۴	نصرتی .. ..
۱۵	ہاشمی .. ..
۱۶	عاجز .. ..
۱۷	پنچھی .. ..
۱۸	بحری .. ..
۱۹	امید .. ..

نام شعرا	نمبر شمار
مومن .. ..	۴۰
ذوقی .. ..	۴۱
مبجومی .. ..	۴۲
نتهر اولیا .. ..	۴۴
دلی دکهنی .. ..	۴۴
متعمود .. ..	۴۵
صبائی .. ..	۴۶
احمد .. ..	۴۷
آگاه .. ..	۴۸
وجندی .. ..	۴۹
خاکی .. ..	۳۰
آزاد .. ..	۳۱
ولی .. ..	۳۲
داؤد .. ..	۳۳
عزلیت .. ..	۳۴
سراج .. ..	۳۵
صارم ... ..	۳۶
شیدا .. ..	۳۷
واقف .. ..	۳۸
عزیز .. ..	۳۹
عاشق .. ..	۴۰
مهدی .. ..	۴۱
مرزا .. ..	۴۲

نام شعرا			نمبر شمار
مهدي	..	..	۴۳
ضيا	..	..	۴۴
فضايي	...	..	۴۵
منوراالدوله	..	..	۴۶
شفیق	..	..	۴۷
آرزو	..	..	۴۸
بهار	..	..	۴۹
آصف	..	..	۵۰
آبرو	..	..	۵۱
مصموم	..	..	۵۲
ناجی	..	..	۵۳
يک رنگ	..	..	۵۴
کليم	..	..	۵۵
واقف	..	..	۵۶
حاتم	..	..	۵۷
امانی	..	..	۵۸
فغان	...	..	۵۹
مظهر	..	..	۶۰
حسرت	..	..	۶۱
يقتين	..	..	۶۲
بيان	..	..	۶۳
تابان	..	..	۶۴

نظم شعرا	نمبر شمار
فيا ...	۶۶
احسن ...	۶۷
عشق ...	۶۸
قدرت ...	۶۹
مائل ...	۷۰
حزین ...	۷۱
لطف ...	۷۲
رنگین ...	۷۳
نثار ...	۷۴
حسرت ...	۷۵
قسمت ...	۷۶
ممنون ...	۷۷
وفا ...	۷۸
دائم ...	۷۹
فیض ...	۸۰
خاموش ...	۸۱
امین ...	۸۲
حسن ...	۸۳
گرفتار ...	۸۴
عظیم ...	۸۵
بقا ...	۸۶





## تعارف

—

چھ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد اکیڈمی ”جواہر سخن“ کی پہلی جلد پبلک کے دو برو پیش کرتی ہے، اکیڈمی کی مجلس انتظامیہ نے سنہ ۱۹۱۷ء میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ اردو کے سربر آوردہ سخنوروں کے کلام کا انتخاب شائع کیا جائے، ضرورت یہ تھی کہ ایک ایسا جامع انتخاب مرتب ہو جس میں نہ صرف غزلوں کا انتخاب ہو بلکہ وہ ہر صنف سخن پر حاوی ہو، اس میں تاریخی اصول بھی مد نظر رہے تاکہ شعر اور اس کے زمانے کا تعلق عیاں ہو جائے اور زبان کی تدریجی ترقی کی منزلیں نگاہ کے سامنے آجائیں۔ اس انتخاب میں اس امر کا بھی لحاظ رکھا جائے کہ نہ تو اتنا مختصر ہو کہ شاعر کی خصوصیات اور اس کے شاعروں کی پوری طبع نایلندگی نہ ہو سکے، نہ اتنا بسیط ہو کہ اس میں کل و طب و یابس شامل ہو جائیں، چنانچہ یہ انتخاب انہیں اصولوں کے تحت میں تیار ہوا ہے، اس کے علاوہ اس میں شعرا کے انتخاب کے معاملے میں بھی احتیاط برتی گئی ہے، جہاں تک ممکن ہوا

ہے ہر ایسا شاعر جس کو صاحب طرز کہہ سکتے ہیں اس میں شامل کیا گیا ہے ۔

اردو شعری کے ابتدا سے آج تک متعدد دور قائم کئے گئے ہیں ، ہر دور ایک خاص زمانے تک محدود ہے ، جو شاعر اس زمانے میں رہے ، یا جو کلام حیطۂ تحریر میں آئے ، تاریخ کی قیود کے مطابق اس دور کے تحت میں جمع کر دئے گئے : آخری دور کے متعلق یہ تحریر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے نہ جو شعرا بہ قید حیات ہیں ان کو اس انتخاب میں جگہ نہیں دی گئی کیونکہ ان کے کارناموں کے متعلق خاصہ فرسائی قبل از وقت معلوم ہوتی ہے ۔

انتخاب سخن کے علاوہ ، شاعروں کے حالات اختصار کے ساتھ درج کئے گئے ہیں اور ہر شاعر کے کلام پر بہت مختصر نقد و تبصرہ بھی کر دیا گیا ہے ۔ ہر جلد میں انتخاب سے پہلے خاصہ دور کی صورت میں ، دور کی شعری خصوصیات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے ، مقصد یہ ہے کہ ناظرین کو ”جواہر سخن“ کے ذریعہ سے اردو شاعری سے مجملہ واقفیت اور اردو کے ان کارناموں سے تعارف ہو جائے جن پر اردو ادب کی عظمت کا انحصار ہے ۔

اکیڈمی کی مجلس انتظامیہ نے یہ کام مولوی محمد مبین کھنی چریا کوٹی اردو اسکالر کے سپرد کیا انہوں نے اردو کے ائمہ دہلویں ، کلہات ، انتخابات ، تذکرے اور سوانح سامنے رکھ کر یہ انتخاب تیار کیا ، چونکہ شعر کا انتخاب زیادہ تر ذاتی و حجابات کے زیر اثر ہوتا ہے لیکر اکیڈمیہ کہ یہ منظم تھا

کہ اُس کی طرف سے جو انتخاب نکلے اُس میں یہ کوشش کی جائے کہ جہاں تک ممکن ہو ایسا ہو دلچیز مجموعہ مرتب ہو جس سے مختلف الطبائع ناظرین لطف اندوز اور محفوظ ہو سکیں، اُس لیے مجلس انتظامیت نے ایک کمیٹی انتخاب پر نظر ثانی کی غرض سے مقرر کی، یہ کمیٹی چار ارکان پر مشتمل تھی، ہر رکن کے سپرد ایک ایک جلد ہوئی مثلاً جناب مولانا سید محمد سلیمان صاحب ندوی نے پہلی - جناب مولانا سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم - اے (ریڈر لکچر یونیورسٹی نے دوسری جلد - جناب نواب جعفر علی خاں صاحب اثر بی - اے نے تیسری - جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی ایم - اے پی ایچ ڈی پروفیسر عربی و فارسی اٹھ آباد یونیورسٹی نے چوتھی - جناب مولانا نعیم الرحمان صاحب ایم - اے لکچرر فارسی، اٹھ آباد یونیورسٹی نے پانچویں اور مرزا محمد عسکری صاحب بی - اے نے چھٹی جلد کی تصحیح اور اُس پر نظر ثانی کی - کمیٹی نے یہ حیثیت مجموعی ایک دستور العمل بنایا جس کے تحت ہر ممبر یا رکن نے نظر ثانی کی - اُس طرح اصل کتاب کی چار جلدیں تیار ہوئیں اور انتخاب کی چکان بین ہوئی، ان جلدوں کے علاوہ ایک جلد بسیط مقدمہ پر شامل ہے جس میں تمام اصناف سخن پر بحث کی گئی ہے -

دکنی شعرا کے کلام کے انتخاب میں جو غیر معمولی دقتیں پیش آئیں ان میں سب سے زیادہ یہ ہے کہ ان کے کلام کے جتنے انتخاب اب تک شائع ہوئے ہیں ان میں بیشتر ایسے نہیں جن میں دکنی الفاظ کے صحت اور سقم کی چنداں پروا

نہیں کی گئی ہے، اس لیے ان سے نقل اور اخذ کے سلسلے میں اعتماد محکمہ میں بہت دشواریاں پیش آتیں، اگر جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی ایم۔ اے، پی ایچ ڈی پروفیسر عربی و فارسی ان آباد یونیورسٹی کی اعانت شامل نہ ہوتی -

## قادر چند

جنرل سکریٹری

۲۳ اگست سنہ ۱۹۳۳ء

## تمہید

اُردو زبان کی ابتدا کس زمانے میں ہوئی؟ ایسا سوال ہے جس کا جواب تحقیقات کا محتاج ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ غزنوی حملہ آوروں کے وقت سے فارسی بولنے والے ترک خراسانی اور وسط ایشیا کے رھنے والوں اور شمالی مغربی ہند کے آریائی زبانیں بولنے والے باشندوں میں ربط ضبط پیدا ہوا۔

جب محمود نے پنجاب پر قبضہ کیا، اور اس کے جانشینوں نے لاہور کو اپنا پایۂ تخت بنایا تو معاشرتی اور مذہبی ضروریات کے سلسلے میں وہ زبانیں بغلے لگیں جن میں پنجابی اور ہندی توکیوں کے ساتھ فارسی اور عربی تصرفات پائے جاتے ہیں۔

غزنوی حکمران ابتدا ہی سے ہندوؤں کے ساتھ میل جول رکھتے تھے، محمود اور مسعود کی فوجوں میں ہندو سپاہی اور افسر ملازم تھے، غالباً انہیں تعلیمات کی وجہ سے درباری اور فوجی زبانوں میں تغیر کی ابتدا ہوئی۔ مشائخ اور صوفیہ ان حملہ آوروں سے پہلے ہی یہاں آکر بس چکے تھے، اور مذہبی تعلیم اور تلقین میں مشغول ہو چکے تھے، قیاس کہتا ہے کہ ان کو اور ان کی طرح علما کو بھی یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسی زبان میں ہندوستانی باشندوں سے بات چیت کریں جس

کو وہ سمجھ سکیں ، کاروبار اور معاملت نے اس تحریک کو اور قوت پہنچا دی ، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان ابراہیم کے زمانے میں مسعود سعد سلمان اور ابو عبد اللہ الذہلی جو فارسی کے شاعر تھے ہندی میں شعر کہنے لگے ۔ کہا جاتا ہے کہ اس زبان میں ان کے دیوان بھی مرتب ہوئے ، گو ان کے کلام کا نمونہ نایاب ہے ، یہ امر متحقق معلوم ہوتا ہے کہ بارہویں صدی عیسوی میں اس نئی زبان ہندی میں شاعری کی ابتدا ہوئی ۔

تیرہویں صدی میں ترکوں کا تسلط شمالی ہندوستان پر ہوا اور دہلی پایہ تخت قرار پایا ، اس دور میں مشاہیر علم و ادب مشائخ اور صوفیہ ہندوستان میں چاروں طرف پھیل گئے ، ہندوستانیوں اور پردیسوں میں گہرے تعلقات قائم ہو گئے ، دونوں ایک دوسرے کے خیالات سے متاثر ہوئے اور اس طرح معاشرت اور زبان میں روز بروز تبدیلیاں ہونے لگیں ۔

انتلاب کے ان نئے مظاہروں کی دلچسپ تاریخ ابھی ہمارے آنکھوں سے اوجھل سی ہے ، لیکن اس دھندلکے میں ایک ہستی بہت نمایاں اور روشن ہے وہ ہستی حضرت امیر خسرو دہلوی کی ہے ، امیر خسرو ۷۵۳ھ میں پیدا ہوئے اور علائی زمانے میں اپنے غیر معمولی ادبی کارناموں کی وجہ سے مشہور ہوئے ان کے نام کی طرف ہندی کی بہت سی پہیلیاں کہہ مکرئیاں اور نظمیں منسوب ہیں اگرچہ اس قول کی تصدیق کسی مستند ذریعہ سے قطعی نہیں ہوتی لیکن قیاس اور بعض روایتیں کہتی ہیں کہ انہوں نے ہندی میں طبع آزمائی ضرور کی ۔ ان کی قابلیت کا جامع ہونا اور زبانوں پر قدرت اس دعوے کے شواہد ہو سکتے ہیں ۔

نوسپہر میں خود لکھتے ہیں کہ مجھے سنسکرت زبان کا علم تھا۔ اوحدی کے قول کے مطابق برج بھاشا میں ان کے کئی ضخیم دیوان تھے۔

چودھویں صدی میں گجرات اور دکن، سلطنت دہلی کے زیر اثر آگئے اور ملک کے ان حصوں میں شاہی فوجیں انتظام کے سلسلے میں سکونت پذیر ہوئیں، ان کے ساتھ ساتھ اصحاب علم اور ارباب دین و مذہب بھی یہاں پہنچ گئے، یہ لوگ زیادہ تر پنجاب اور دہلی سے گجرات اور دکن میں وارد ہوئے اور یہاں کے باشندوں سے میل جول پیدا کیا، اس وجہ سے ان کی بولی بازاروں اور خانقاہوں کی زبان بن گئی۔ چودھویں صدی کے اختتام سے پہلے دہلی کی سلطنت کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا لیکن گجرات اور دکن کی سلطنتیں قائم رہیں، یہاں علم اور ادب کا چرچا بڑھتا گیا، دکن نے اس میں سبقت اور فضیلت حاصل کی، بہمنی سلطنت کے زیر سایہ، بادشاہوں کی سرپرستی اور فقیروں کے فیض سے اس نئی زبان نے ادبی حیثیت حاصل کر لی، کسی نے اس زبان کو گجراتی کسی نے دکنی کے نام سے پکارا، اسی زبان میں نظم نویس اور نثر نگار کا آغاز ہوا، نثر ان لوگوں کے پیش نظر تھی جو عوام کو دینی مسائل سمجھانا چاہتے تھے، اغلب ہے کہ نظم کی ابتدا کا سبب بھی اسی حلقہ کی یہی ضرورتیں تھیں۔

نثر کا انحصار عقلی کارروائیوں پر ہے، نظم کا تعلق ہمارے فطری جذبات سے ہے۔ انسان فطرتاً حسن و جمال کا شیفتہ ہے توازن اور موسیقیت اس کی طبیعت اور اس کی سرشت میں

داخل ہیں - وہ لکھنا پڑھنا پیچھے سیکھتا ہے اور گانا پہلے ،  
اسی لئے اردو زبان کیا بلکہ ہر زبان کی تاریخ نظم سے شروع  
ہوتی ہے -

ہندوہیں اور سولہویں صدی میں دکن کے اندر جو زبان  
ادبی تالیفات اور تصنیفات کا ذریعہ بنی اس کو اردو کہنا نامناسب  
نہ ہوگا گو اس کو زمانہ حال کی اردو سے زیادہ مشابہت نہ ہو -  
اس زبان کی ساخت موجودہ اردو کی طرح آریائی ہے لیکن اس  
میں ہندی کا عنصر بہت زیادہ ہے اور غیر ملک کا کم ، دکنی نظم  
کا سرمایہ یہی ملکی زبان تھی لیکن جن سانچوں میں نظم  
تھلی ہے وہ فارس کے تھے -

فارسی اوزان ، فارسی بحریں ، فارسی عروض ، اور فارسی اصناف  
سختی نظم کی تشکیل کا ذریعہ بنیں اسی وجہ سے ہندی اور  
دوسرے ہندوستانی ادبیات سے اردو شاعری میں بین فرق پیدا  
ہو گیا - دکن کے شاعروں نے اس زبان میں مثنویاں ، قصیدے  
غزلیں ، مرثیے کہے اور اس طرح شاعری کو اوج کمال پر پہنچا  
دیا ، ان متقدمین کی شاعری آورد اور تصنع سے پاک ، سادگی  
اور بے تکلفی کی بے ساختہ تصویر ہے -

اٹھارہویں صدی کے اوائل میں ولی اورنگ آبادی دکن سے دہلی  
آیا ۔ اس وقت دولت مغلیہ کی شوکت اور دبذبے کا آفتاب نصف النہار  
سے قہل چکا تھا ، لیکن دہلی کا دربار ابھی ان امیروں اور رئیسوں  
کا مرکز تھا جو زیادہ تر ایرانی ، تورانی نژاد تھے ، جن کی مادری  
زبان فارسی تھی ، دربار کے لواحقین اور شہر کے اہل علم فارسیست  
میں بوبے ہوئے تھے ، ان لوگوں نے ولی کا خیر مقدم کیا اور اس کی



نظموں کو ہاتھوں ہاتھ لیا ، اس کی شاعری کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا بلکہ بقول بعض ، انہیں نظموں کی وجہ سے فارسی کو چھوڑ کر ان لوگوں نے بول چال کی زبان کو شاعری کا ذریعہ بنایا ۔ جب ادب کے نکھار سے دھلی کی زبان سنوڑنی شروع ہوئی تو قدرتی طور پر بول چال کی زبان میں تبدیلی شروع ہوئی وہ الفاظ ، جن میں ہندی کے خاص حروف شامل تھے اور فارسی لفظوں میں استعمال نہیں ہوتے تھے ، جن کو فارسی دُن اپنی زبان سے باآسانی ادا نہ کر سکتے تھے ادب سے خارج ہونے لگے ، اس کے علاوہ ، وہ الفاظ بھی جو عوام کی زبانوں پر چڑے ہوئے تھے اور خواص ان کو بازاری قرار دیتے تھے ، متروک ہونے لگے ، اسی طرح کت چہت کر دھلی کی تہ سالہ اردو زبان تیار ہوئی ، اور اُس کی گود میں اردو ادب کی پرورش ہونے لگی ۔ محمد شاہ کے عہد سے اس کی مستقل تاریخ شروع ہوتی ہے ، تقریباً دو سو برس کے اندر یہ زبان ترقی کے ابتدائی مدارج طے کرتی ہوئی آج اُس درجہ پر پہنچی ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ قرار پائی ۔

اِس زبان میں علوم و فنون کی کتابوں کا آئے دن اضافہ ہو رہا ہے اور اس کا خزانہ ہر صنف کے کارناموں سے روز بروز مالا مال ہوتا جاتا ہے ۔

وہ زمانہ آگیا ہے کہ ادبی ضروریات کا مطالبہ ہو کہ اردو کے شعبۂ نظم کا ایک ایسا مجموعہ تیار کیا جائے جس سے اس کی تدریسی ترقی کا حال ظاہر ہو ، اور جس کے ذریعہ سے ہر دور کے شاہکار ایک ساتھ شائقین اردو کے سامنے پیش کئے جا سکیں ۔ یہ انتخاب جس کا نام ”جوانہ سخن“ ہے ان ضرورتوں کو پورا

کے کی غرض سے تیار کیا گیا ہے ۔ مکمل انتخاب چھ جلدوں  
اور چھ درجوں میں ختم ہوا ہے ۔ پہلی جلد اور پہلے دور کے  
دو حصے ہیں ۔ پہلے حصے میں شعراے دکن کے کلام کا نمونہ اور  
ان کے مختصر حالات ہیں ، دوسرے حصے میں شعراے دہلی کے  
کلام کا نمونہ اور ان کے مختصر حالات اور خصوصیات درج ہیں ۔

---

## خصوصیات

دور اول

حصہ اول

### ( شعراے دکن )

اس دور میں قریب قریب تمام اصناف سخن موجود ہیں ، مسلسل نظمیں ، اخلاقی اشعار ، مناظر قدرت ، مستقل عنوانوں کے تحت میں مستقل نظمیں بھی ہیں ۔

ریختی کی ابتدا بھی اسی دور میں ہوئی ، مذاقیہ نظمیں جعفر زٹلی نے لکھیں ، لیکن ان پر بیان کی سادگی ، ایر پھیر سے اجتناب غالب ہے ، جو مضمون بیان کیا جاتا ہے بیساختگی سے ، جابجا تناسب لفظی بھی ہے لیکن اس کی صورت اتنی ناگوار نہیں کہ اس کے احساس اور ادراک سے نرت پیدا ہو یا سلسلہ بیان سے کوئی شے الگ تیلگ معلوم ہو ۔

دکنی شاعری کی لفظی خصوصیات میں یہ امر نمایاں ہے کہ اس نے اپنے فاتحوں کا اثر قبول نہیں کیا ، اس سے جہانتک ہو سکا اپنی ہی زبان کا آئینہ بنی رہی اگرچہ اس تعصب اور سخت گیری نے اس کو محدود دائرے سے آگے بڑھنے نہیں دیا ، جہاں سے اس میں وسعت شروع ہوئی ہے وہیں سے فارسی زبان کا اثر معلوم ہوتا ہے ۔

مصنف گل رعنا نے اُردو پر فارسی اثرات کے متعلق یہ الفاظ  
 لکھے ہیں :-

”چونکہ اُردو شاعری کی ابتدا فارسی کی انتہا سے جا ملی  
 ہے لہذا بہت سے خیالات جو خاص ملک فارس سے علاقہ رکھتے  
 ہیں اس میں خود بخود آگئے ، ان خیالوں نے اُردو شاعری کو  
 سنگِ لب بنا دیا ۔“

ایک طرف اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ فارسی خیالات  
 نے تتبع نے اُردو کو سنگِ لب بنا کر اُس کی اصلی بہار کھو دی  
 یعنی جو بات اُس کو ہندوستان کی محسوس اور مرئی اشیا  
 کو پیش نظر رکھنے سے حاصل ہوتی وہ فارس کی غیر مرئی  
 اور غیر محسوس اشیا کے پیش نظر رکھنے سے حاصل نہیں  
 ہوئی ، وہیں یہ بھی ماننا پڑیگا کہ فارسی کی طرزِ ادا اور  
 اندازِ بیان کی تقلید نے اُردو شاعری کو بہت کچھ آگے بھی بڑھا  
 دیا ، لیکن باوجود اس کے اس دور کا یہ امتیاز نمایاں ہے کہ اُس نے  
 فارسی کا اثر بہت کم قبول کیا ہے ، جو کچھ ہے وہ برائے نام ہے  
 اور اُس کا پیرند نمایاں معلوم ہوتا ہے ۔

یہ بیان ظاہری اور لفظی گُلکاریوں کے متعلق تھا ، اُس کے  
 علاوہ معلومی خصوصیات اور اثرات نے بھی شاعری کو متاثر کیا ہے ۔  
 اس کی وجہ یہ ہے کہ دکن جس طرح اُس وقت ادبی ذوق کا مرکز  
 تھا ، اُسی طرح فقرا کے تبلیغ و اشاعت کے اثر سے بھی مالا مال تھا ۔  
 بہاولدین باجن ، شاہ علی گام ، شیخ خوب محمد ،  
 عبدالدین گنج علم ، خواجہ بلندہ نواز گیسو دراز کے ایسے بزرگوں  
 کی تبلیغ و اشاعت اور تصوف کا نغمہ تمام دکن میں گونج رہا

تھا، اس لئے شاعری کا اس رنگ سے متاثر ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ اس دور کی شاعری میں جو چیز بقدر مشترک موجود ہے وہ مختلف رنگوں اور اصناف میں خدا پرستی، مذہبی رنگ کا غلو، تصوف، تعلیم اخلاق، وغیرہ کا نمایاں ہونا ہے، عشق مجازی کی جگہ، عشق حقیقی کے جذبات جلوہ گر ہیں۔

چونکہ تصوف کا شمار آل رسول کے ساتھ مصکبات اور عقیدت بھی ہے اور ساتھ ہی بیجاپور و دکن میں جو اسلامی سلطنتیں اس وقت قائم تھیں، ان کے فرمانروا اکثر شیعہ تھے، اس لئے اس دور میں مرآتی کی فراوانی کے ذریعہ سے حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے ساتھ جوش عقیدت اور ان کے دشمنوں کے ساتھ نیرت اس دور کا نمایاں رنگ ہے۔

توحید و رسالت، مکاورات و مصطلحات تصوف، جام، ساغر، ساقی، میخانہ، میکشی، شراب عرفان کے مضامین اکثر مسلسل نظموں اور غزلوں کا موضوع خصوصی ہیں۔ شعراے دکن نے ان تمام خیالات اور مصطلحات سے اپنی شاعری کو متاثر کیا ہے۔

### ہندی زبان کا اثر

دکنی زبان اور بالخصوص دکنی شاعری جو اس دور میں نمونہ پیش کرتی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندی کا اثر دکنی اردو پر پہلے ہی سے وسیع حد میں موجود تھا، بیک نظر معلوم ہوتا ہے کہ ہندی زبان کے خصوصیات لفظی و معنوی، ترکیب، طرز ادا، جذبات، تخیل، تشبیہ و استعارے سب کچھ دکنی شاعری میں موجود ہیں۔

ترکیب اور تشبیہ کی مثال ایک سانہہ یہ ہے :-

ہیون سیعتی ہمت راکھی ہے آپ کمر  
سورج چاند نمون چہمکے دوزر کمر

شعر کی ترکیب ہندی ہے ، ہندی میں مضاف اور  
مضاف الیہ کے درمیان کا لفظ اضافت ( کا ، کی ، کے ) محذوف  
ہوتا ہے ، مثلاً ” نیلن نیر “ آنکھوں کے آنسو ” کبھی آنکھوں  
میں آنسو کے معنی میں بھی آتا ہے ۔ یہ صورت دکنی شاعری میں  
کثرت سے ہے ۔

تشبیہ بھی چاند سورج سے اثر دی جاتی ہے ، تختہ پل اور  
طرز ادا بھی اس شعر کی ہندی ہے ۔

ہندی شاعری کی یہ خصوصیت اردو کے لئے قابل رشک  
ہے کہ اس میں اظہار جذبات اکثر سادہ انداز میں کیا جاتا  
ہے ، یہی وجہ ہے کہ اس کی دلنشینی میں شبہ نہیں رہتا ،  
دکنی اردو شعرا نے اس رنگ کو بھی اُڑایا ہے ، ہندی شعرا  
مشکل اور نا آشنا الفاظ استعمال کرنے سے پرہیز کرتے ہیں ، دکنی  
شعرا نے اپنی شاعری میں اس کو بھی پیش نظر رکھا ہے بلکہ  
کہا جا سکتا ہے کہ دکنی اردو شاعری میں جہاں تک اس کا  
اہتمام ہے شاعری دلچسپ اور اثر انداز ہو گئی ہے ۔

ہندی میں لفظ ذر معنی میں کا استعمال بھی جائز ہے ، مثلاً :-

کنور پیا آنکھوں نہیں لاگی

جب سے لگے یہ نیون

دھپیارے کنور! میری آنکھ نہیں لگی ( نیند نہیں آئی )

جب سے یہ آنکھیں لگیں (محبت ہوئی) - آنکھ لگنے کے دو  
معنے ہیں -

دکنی شاعری میں اس کا چربہ بھی اُتارا گیا ہے ، ولی کے  
کلام میں جا بجا اس کی مثال ملے گی مثلاً اس کا ایک شعر  
اس طرح ہے :-

کیا سہم ہے آفات قیامت سستی اس کوس  
کھایا جو گئی تیر اچھہ ابرو کی کساں کا

”سہم“ کے معنے در اور تیر دونوں کے ہیں ، یہاں یہ لفظ  
دونوں معنے ادا کر رہا ہے -

ہندی میں عشق کا اظہار عورت کی زبان سے ہوتا ہے ،  
دکنی اردو قدیم میں اس کا نمونہ بھی ہے مثلاً ہاشمی کا شعر ہے :-

سجن آویں تو پردے کے نکل کر بیمار بیتھونگی  
بہانہ کر کے موتیں کا پروتھی ہار بیتھونگی

فارسی زبان کا اثر

یہ عجیب بات ہے کہ دکنی زبان جس قدر آگے بڑھتی گئی ہے  
اس پر فارسی خیالات ، جذبات ، طرز ادا ، ترکیب ، تشبیہیں اور  
استعارے قابو پاتے گئے ہیں ، چنانچہ ولی کی شاعری کے بعض حصے  
دکنی سے بالکل علیحدہ معلوم ہوتے ہیں -

گل و بلبل ، سرو ، قمری ، شمع و پروانہ ، تغزل کے اجزا  
بن گئے اور یہ چیزیں بیشتر اظہار عشق کا ذریعہ بن گئیں ، اس  
کی وجہ یہ ہے کہ فارسی کی شاعری تغزل سے زیادہ تصوف لیکر  
آئی اور اس کو فنا نے قبول کر لیا -

خسرو، حافظ، سعدی، جامی، مولانے روم، صوفی بھی تھے اور شاعر بھی، اس لئے ان کا رنگ غالب رہا، دکن کے صوفیوں نے اس کے لئے زمین پہلے ہی طیار کر لی تھی اس لئے یہ شاعری یہاں آکر پہلی پہلی -

دکنی شاعری کی ابتدا میں عروض، بکر و وزن کی بھی شدید پابندی معلوم نہیں ہوتی، لیکن فطرت سلیم حتی الوسع اس راہ سے بہتکتی ہوئی کم دکھائی دیتی ہے - اس کی وجہ یہی ہے کہ دکنی شاعری میں انثر ہندی بکریں رائج تھیں، فارسی کے تدریجی اثر نے اپنی مروجہ بکریں پیش کرا دیں، اس لئے حتی الوسع پابندی کے ساتھ وہی رائج ہو گئیں، پہلے کھینچ تان، تخیف اور اضافہ بالکل کم ہوتے ہوتے معدوم ہو گئے -

اس حصہ کے صاحبان طرز میں قطب شاہ دکن کا سب سے پہلا یا دوسرا شاعر کہا جاتا ہے - اس کا دیوان تمام اصناف سخن پر حاوی ہے - بقول مولوی عبدالحق صاحب، دیوان کی ضخامت کا یہ حال ہے کہ بادشاہ تو بادشاہ اس دور کا کوئی پیشہ ور شاعر بھی مقابلہ نہیں کر سکتا -

اس نے مثنویاں، قصائد، مرثی، غزلیں، مستقل نظمیں، اور اصناف اس طرح پیش کی ہیں کہ ہر صنف کو دوسری صنف سے اپنی خصوصیات کے ساتھ علیحدہ اور نمایاں دکھایا ہے - مثنویوں میں اپنے زمانہ کے پھولوں، میوؤں، ترکاریوں، پرندوں، اور رسم اور رواجوں کو بیان کیا ہے -

نصرتی بھی اس دور اور اس حصہ کا بہت قادر الکلام شاعر



تھا، اس کے اشعار میں نسبتاً روانی زیادہ ہے۔ اس کی غزلیں، مثنویاں، نظمیں، خاص رنگ رکھتی ہیں، علی نامہ اس کا مشہور کارنامہ ہے، گلشن عشق اور گلدستہ عشق بھی اسی کی تصنیفوں میں سے مشہور ہیں۔ وجہی کی مثنوی قطب مشتری مشہور ہے، اس کی رباعیاں بھی خاص درجہ رکھتی ہیں۔

غواصی کی ہجو، بدصورت شہزادی کے عنوان سے قابل ذکر ہے، اس نے ملا ضیاء الدین نخشبی کے طوطی نامہ کا اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے۔

قطبی کے مضامین پند و نصائح نظم میں پر اثر جذبات کا مرقع ہیں۔

نشاطی کی مثنوی پھول بن اس دور کی مشہور مثنویوں میں سے ہے۔ اس کی زبان سادہ اور طرز بیان دلکش ہے۔

جعفر زتلی کا تمسخر اور مذاق اس دور کا خاص انداز ہے۔

هاشمی کی ریختی اولیت کے اعتبار سے قابل ذکر ہے۔

قاضی محمود بکری نے اپنی نظموں میں رموز تصوف بیان کئے ہیں۔ ان کی مثنوی ”من لکن“ مشہور ہے۔

هاشم علی نے بہتر مرثیے لکھے۔

ولی اس دور کا سب سے بڑا اور مستند شاعر ہے جس نے حقیقتاً اردو شاعری کی بنیاد رکھی۔

## حصہ دوم

## ( شعراءِ دہلی )

جو زمانہ دکن میں دکنی اُردو کی ترقی اور بتدریج غلبہٴ  
فارسی کا تھا وہی دہلی میں شاعری کے آغاز کا تھا -

دکن کے خانم الشعراء ولی جب دہلی آئے تو اُن کے معاصرین  
حسب ذیل شعراء کا نام اہل تذکرہ لیتے ہیں -

قزلباش خاں امید - سلیمان قلی خاں و داد - علی قلی خاں  
نہیم - شیخ سعد اللہ گلشن - مرتضیٰ قلی خاں فراق - میر شمس الدین  
فتیر - مرزا عبدالقادر بیدل - سراج الدین علی خاں آرزو -

ان اساتین شاعری میں سعد اللہ گلشن وہ بزرگ ہیں جن  
کے فیض صحبت نے ولی کو اُردو کا شاعر بنایا ، سراج الدین علی  
خاں آرزو وہ شخص ہیں جن کے آغوش تربیت و تعلیم نے میر  
کے ایسا استاد شعراء طیار کیا -

دہلی کی اُردو شاعری پر ابتدا سے فارسی کا غلبہ ہے ، اس  
کی وجہ تذکرہ نویسوں نے یہ بتائی ہے کہ فارسی گو شعراء اس  
طبقات متوجہ ہوئے اور ان کی توجہ نے اُردو شاعری کو سند قبول  
عطا کیا -

ان کے کلام کا نمونہ اُردو تکسالی کا قدیم ترین نمونہ کہا جائے گا -  
چنانچہ ان کے بعض نمونے یہ ہیں :-

۱ - موسوی خاں ، فطرت

از زلف سیاه تو بدل دھوم پڑی ہے

در گلشن آئینہ گھٹا چہ-ہوم پڑی ہے

۲ - عبدالقادر ، بیدل

مت پوچھہ دل کی باتیں یہ دل کہاں ہے ہم ہیں  
 اُس جنس پر اشاں کا حاصل کہاں ہے ہم ہیں  
 جب دل کے آستان پر عشق آن کر پندرا  
 پردے سے یار ہو! بیدل کہاں ہے ہم ہیں

۳ - قبول

بعض تذکرہ نویسوں نے قبول کا نام عبدالغنی لکھا ہے ، مولف  
 ”تاریخ ادب اردو“ نے بھی یہی نام لکھا ہے ، لیکن میر حسن  
 اپنے تذکرے میں ان کا نام غنی بیگ لکھتے ہیں :-

حاضری بن متحل نہیں کیاتا  
 بیگ-بی بی پنیر منعم کا

۴ - سراج الدین علی خاں ، اردو

وعدے تھے سب خلاف جو اُس لب سے ہم سنے  
 یہ لعل قیمتی دیکھو چھوٹا نکل گیا

—

مرے شوخ خراباتی کی کینیت نہ کچھ پوچھو  
 بہار حسن کو دی اب جب اُن نے چرس کھینچا

—

میخانہ بیچ جا کر شیشے تمام توڑے  
 زائد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

—

رکے سیپارہ گل کھول آگے عندلیبوں کے  
چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

---

دریا عرق میں توڑا تجھے سیمن کے آگے  
موتی نے کان پکڑا تیرے سخن کے آگے

---

تیرے دھن کے آگے دم مارنا غلط ہے  
خنجر نے گلتا، باندھا سن کر سخن ہمارا

---

۵ - مراد علی قلی، ندیم

جدائی میں تری ہم کیا کہیں کس طرح جلتے ہیں  
بجائے مو، بدن سے شعلہ آتش نکلتے ہیں

---

بے قرار عشق کو ہے زندگی نقص کمال  
مر چکے سیداب تب کہتے ہیں یہ اکسیر ہے

---

۶ - شمس الدین، فقیر

ترا منہ دیکھ بلبل گل سنی بیزار ہو جائے  
اگر گل تجھے تداک پہونچے، گلے کا ہار ہو جائے

---

زندگی موج آب ہے گویا  
دم کا آنا حباب ہے گویا

خال تیرہی بیاض گردن پر۔۔  
نقطۂ انتخاب ہے گویا [۱]

ان مختصر نمونوں پر نظر کرنے سے حسب ذیل خصوصیات معلوم ہوتے ہیں:-

۱ - زبان ، ترکیب ، محاورات خیالات ، اصطلاحات کے اعتبار سے اردو کی نکسالی شاعری نمایاں طور سے فارسی کی پیداوار ہے۔  
۲ - جابجا الفاظ پر زیادہ زور دیا گیا ہے ، آرزو کے اشعار میں رعایت لفظی بھی پائی جاتی ہے ، مثلاً ”فقیر“ کے شعر میں گل کی رعایت سے گلے کا ہار ، اس کے علاوہ تنجیس خطی و لفظی کی بھی جھلک ہے۔

۳ - اس زمانے کے لوگوں کو ایہام کا کچھ ایسا شوق تھا کہ اُس کے آگے مفسرین ، لطف بیان ، سلاست زبان ، کسی چیز کی پروا نہ کرتے تھے۔

۴ - مضامین کے اعتبار سے خیالات اور جذبات بالکل فارسی کے ہیں ، ان میں تصوف ، اخلاق ، خمریات و رندی ، واردات عشق کے سلسلے میں گل و بلبل ، ہمہ اوست ، وحدت وجود ، موجود ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ ان پیدرو شعرا نے جو نئی راہ نکالی وہ مقلدین کے لیے سند تقلید بن گئی۔ شاعری جس قدر آگے

[۱] تذکرۂ میر حسن - گلشن ہند - مخزن نکات - کلرنا -

بہت سی گئی معنویت غالب آتی گئی، چنانچہ مظہر جان جاناں کا کلام اس نظر سے دیکھنے پر اس رائے کی تصدیق ہوتی ہے - معنوی ترقیات میں جذبات تصوف کے ساتھ جذبات تغزل کی ابتدا بھی اسی دور میں ہو چکی تھی، فارسی کے وسیع اثر میں کسی اور اردو میں ترقی کی طرف قدم اسی دور سے پڑھنے لگا - مظہر کا کلام ان خصوصیات کا آئینہ ہے - لفظی اہتمام بھی اس دور میں کم ہے، مظہر نے خلوص جذبات عشق و تصوف کے ساتھ بیان کی سادگی اور زبان کی بے ساختگی کا بہت خیال کیا ہے، مظہر ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے کلام میں درد کی چاشنی پیدا کی - ان کے خصوصیات کی پیروی ان کے اکثر شاگردوں نے کی ہے -

قاعد عروس، ردیف اور قافیہ کی صحت کا بھی چنداں خیال نہ تھا، بلکہ بالکل معمولی ہوتی تھی - یہ چیزیں قریب قریب اس دور کے دونوں حصوں میں مشترک ہیں -

البتہ شاہ حاتم نے اصلاح زبان کی طرف توجہ کی اور اکثر ناپسندیدہ الفاظ خارج کر دیے -

بہاشا کے اثر سے زبان کو خالص کرنا بھی اس دور کے اسی حصے سے شروع ہوا، اور دکنی الفاظ بھی اکثر بالالتزام ترک کیے گئے -

اس دور کے صاحبان طرز میں مظہر اور حاتم بہت مشہور ہیں - تمام اصناف سخن پر غزل گزشتہ غالب ہے - اس کے مقابلے میں دوسرے اصناف بالکل ضمنی معلوم ہوتے ہیں -

دور اول کے دوسرے حصے میں آرزو و حاتم اور مظہر کے علاوہ آبرو ، حسرت ، یقین ، تاباں ، مسنون ، بیہ مشہور صاحبان طرز ہیں۔ کلیم وہ شخص ہیں جن کی تعریف میر نے اپنے تذکرے میں مبالغے کے ساتھ کی ہے۔

اس دور میں عموماً تمام اصناف پر طبع آزمائی کی گئی ہے لیکن زیادہ زور غزل پر دیا گیا ہے۔ تغزل کے ساتھ زبان میں بھی اس طرح ترقی ہوئی ہے کہ فارسی پر اردو کا غلبہ نظر آتا ہے، محاورات کی طرف بھی توجہ کی گئی ہے ’ مظہر نے تہیتیم محاورے بھی استعمال کیے ہیں۔ مثلاً —

خدا کے واسطے اُس کو نہ تُوکو

یہی اک شہر میں قائل رہا ہے

صحت الفاظ کی طرف حاتم نے توجہ کی اور صحت کا معیار وہی قائم کیا جو فارسی میں ہے لیکن ”بیڑہ پان“ کی ترکیب سے بھی اس دور میں دریغ نہیں کیا جاتا۔ اس نوع کی ترکیبیں سودا اور میر کے زمانے تک برابر رایج رہیں۔

آخر میں یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے ترتیب دور میں زیادہ تر زبان کی تدریجی ترقی کا خیال رکھا ہے۔ اگرچہ ترتیب سال و سن سے بھی اعراض نہیں کیا گیا ہے لیکن جہاں کہیں ان دونوں میں تصادم ہوا ہے ہم نے پہلی شکل کو ترجیح دی ہے۔

دور اول حصہ اول میں ترتیب کا تقریباً وہی لحاظ ہے جو عام طور پر رایج ہے۔ حصہ دوم میں بعض شعرا کی ترتیب نام و سن میں زبان اور شاعری کے لحاظ سے کچھ تقدیم و تاخیر

کی گئی ہے۔ لیکن وہ کل شعرا آگئے ہیں جن کا تعلق اس دور سے زبان اور شاعری کے اعتبار سے ہے۔

پہلی جلد کے انتخاب میں کوشش کی گئی ہے کہ اشعار کی تعداد کے لحاظ سے منتشر نمونے یکجا ہو جائیں اس لیے کہ اس دور کے شاعروں میں سے کمتر ایسے ہیں جن کے دیوان شایع ہوئے ہیں۔

---



## افتخار

حصہ اول - دور اول

وجہی [۱]

وجہی تخلص (نام) کا پتا نہیں چلتا غالباً تخلص ہی نام  
بن گیا تھا) گولکنڈے کا رہنے والا، ابراہیم قطب شاہ کا درباری  
شاعر تھا۔

کلام میں مضمون آفرینی، طرزِ ادا، گداز، سب کچھ ہے،  
زبان تہیتہ دکنی قدرے فارسی آمیز ہے، مذہب اور ضروریات  
مذہب کا غلو معلوم ہوتا ہے۔

’قطب مشتری‘ اور ’سب رس‘ اس کی تصنیفیں ہیں۔

قطب مشتری

نہ بھئیں پر دے وہ نہ آسان میں  
دھیا شہ اُسی نار کے دھیان میں

[۱] وجہی، بقول مصنف اُردو شہ پارے ابراہیم قطب یعنی محمد قطب شاہ کے  
باپ کا درباری شاعر تھا۔

بعض واقعات اور قرائن بتاتے ہیں کہ وجہی محمد قطب شاہ کی ولیعهدی  
یا شہزادگی کے زمانے سے پہلے کہنے مشق پختہ کار عمر رسیدہ شاعر ہو چکا تھا  
اس لئے اس کا نام محمد قتی قطب شاہ سے پہلے آنا چاہئے۔ تفصیل کے لئے  
دیکھئے اُردو شہ پارے - مرتب -

لگیا تلملانے بہوت دھات سوں  
 کہیا جائے نا بات وو بات سوں  
 نہ یو بات ہر ایک کون قام ہوئے  
 وہی جانے جس پر جو یو کام ہوے  
 کدھیں جو ہنسے ہو کدھیں کچھ روئے  
 کدھیں سدھ پاوے کدھیں سدھ کھوے  
 اسی دھات دن رات رہتا اچھے  
 ایس میں ایس یوں وہ کہتا اچھے  
 بھلائی چنچل دھن وو یوں شاہ کون  
 کہ لبدائے جیوں کہریا کالہ کون  
 اُتھے ہو پھر سوے شاہ جائے کر  
 کہ وو نار بھی خواب میں آئے کر  
 جو ہر بار یوں خراب میں یار آے  
 تو عاشق کون بن خواب بھی کچھ سنبھالے  
 پریشان حیران بے تاب تہا  
 نہ کچھ اُس کون آرام ، نا خواب تہا  
 لگیا شاہ اُساسان بھرن آہ مار  
 کہ نزدیک نہیں ہے وو کفونت نار  
 کدھیں بے خبر ہوئے کدھیں ہوئے ہشیار  
 کدھیں پیو پیو کے [۱] کدھیں یار یار  
 یو سن مطاریاں سب خبردار ہوئے  
 جو مستان تھے دوں سو ہشیار ہوئے

---

[۱] یعنی "کہے" - اسی طرح آگے ایک شعر میں "کڑ" یعنی "کہوں" -

بہوت دھات سوں بات سمجھائے کر  
 کہے شہ کوں نزدیکی آے کر  
 کہ اے شہ توں جم شاہ خرم ہو آج  
 نہیں غم تجھے توں بے غم ہو آج  
 جکچ نیچ کوں ہونا سو حاضر ہے سب  
 اُساساں جو بھرتا سو توں کیا سبب  
 کہیا شاہ دل نیچ دھرتا بہ!۔  
 کسی پاس ظاہر نہ کرنا بہ!۔  
 کسے گوں کہ منج عشق اُس کا اے  
 وہی جانے منج عشق جس کا اہ

---

مجلس عیش و طرب  
 شہنشاہ مجالس کیے ایک رت  
 وزیراں کے فرزند آتھے سب سنگت  
 ہر اک خوبصورت ہر اک خوش لقا  
 سو ہر ایک دلکش ہر اک دل دبا  
 مہابہت کے کاماں میں جم جم ہے جیوں  
 شجاعت کے کاماں میں دستم ہے جیوں  
 ندیم ہوو مطرب سگڑ فہمدار  
 آتھے شہ سوں ملکر یو سب ایک تہار  
 مباحی پوالے لے ہاتھان منے  
 ندیمیں تے مشغول باتاں منے  
 لگے مطرباں گانے ساز سوں  
 کہ دھرتی ہلے مست آواز سوں

جو مطرب دو صبحرا میں اس دھات گائے  
 تو پھر اُن کوں اِس شوق تے حال آئے  
 جو گاؤں دو شہ کوں کھاتے آتھے  
 سو راگل یہ راگل جسماتے آتھے  
 ندیمیاں لطافت میں جو چمکے آئیں  
 تو رویتیاں کو خوش کر گھڑی میں ہنسائیں  
 شراب ہور صراحی نقل ہور جام  
 ہوئے مست مجلس کے لوگ تمام  
 جو ہوئی رات آدھی بچھی دو پھر  
 خبردار یساراں ہوئے بے خبر  
 بسر گئے ندیمیاں طرز بات کا  
 گنوائے خبر مطرباں ذات کا

فرلیں

( ۱ )

پیو اپنے کوں تک آج میں نس سپنے دیکھی سوئے کر  
 جب پیو چلیا ست سیج منج نت سوتے اتھی دے کر  
 ہاتھ اپنا سارے منج چل چل لاگیا مارے  
 نا جاؤں سائیں کارے بھی اجنوں کیا کیا ہوئے کر  
 کیوں ٹالوں برہا جہال سکی نہیں سکتی ہوں سنبھال سکی  
 اب کیونکر پاؤں لال سکی جو بیتھی ہمت تے کھوئے کر

( ۲ )

طاقت نہیں دوری کی اب توں بیگی آ مل دے پدیا  
 تچ بن منجے جھٹا بہوت ہوتا ہے مشکل دے پدیا

کھانا برہ کیتی ہوں میں پانی آنجھوں پیتی ہوں میں  
 تہج تے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل دے پیا  
 ہر دم توں یاد آتا منجے اب عیش نیں بھانا منجے  
 برہا یو سنتانا منجے تہج باج تل تل دے پیا

---

## محمد قلی قطب شاہ

محمد قلی قطب نام - قطب شاہ فارسی اور معانی اُردو میں تخلص ، قطب شاہی خاندان کا فرد محمد ابراہیم قطب شاہ کا بڑا بیٹا گولکنڈہ (دکن) کا رہنے والا اور بادشاہ تھا - ادیب ، علم دوست ، زبردست شاعر تھا -

پیچیدگی سے پاک ، صنائع بدائع سے اکثر معرا ، سلیس اور آسان کلام ہوتا ہے ، تمام اصناف میں یہی خصوصیات مشترک ہیں -

تلمذ کا پتا نہیں چلتا -

قیاس ہے کہ اس کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے مشورہ سخن کیا ہو کیونکہ اس کے کلام میں وہی رنگ موجود ہے -

ضخیم دیوان - تمام اصناف سخن سے مملو کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں موجود ہے -

سنہ ۹۷۷ھ میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۰۲۰ھ میں وفات پائی

(باغ محمد شاہی)

محمد نانوں تھے بستا محمد کا اے بن سارا

سو طوبان سون سہاتا ہے جنت نمے چمن سارا

بہے دم عہسوی دایم چمن میں گُل لگانے تیں  
 ہرے نہالان کے جلوے تین مشاطا ہو پون سارا  
 چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا  
 سہانا تھا محمد پھل نمن ان (کا) نین سارا  
 اناراں میں سہے دانے سو جوں یاقوت تبلیاں میں  
 ہو ایک پھل اس انارن پر سہے سکے نمن سارا  
 کھجوران کے دسین چھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے  
 سپاریاں لعل خوشے جوں دسین دن ہو رین سارا  
 دسین جاموں کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم  
 نظر لاگے تیدوں میریان کون را کہیا ہے جتن سارا  
 چمن آواز سن بلبل اپس میں آپ الاپیں ہیں  
 سوئس آواز سہں موراں کریں! رقصاں اپن سارا [۱]

( نغہی سانولی )

نغہی سانولی پر کیا ہوں نظر  
 خبر سب گنوا کر ہوا بے خبر  
 ترا قد سرو نکلے جب چہند سون  
 دسن جوت منج کون دسن جیون قمر  
 تو دوری ترواے منجے دور تھ  
 دو کیا بوجھے مو دل میں ہے تو فکر

”معانی“ کے باتاں تے جھوٹا نمک  
جے چاکھے کہہ ھے نمک سوں شکر [۱]

(نین غزلیں)

(۱)

گجرا ے میگوں سر تہے تازہ ہوا ھے بستان  
پھولن کی باس پایا بلبل ہزار دستان  
اے خوش خبر صبا تون لے جا جو ان قداں کن  
چمنان کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستان  
او نو نہال پھولن ھے جام خوئے سوبا دہ  
نرگس اپس پلک سوں چہارو کرے شبستان  
مکھ نور پر دے یو مہج خط غمیریں او  
جور سوراہر ھے بادل ریحان سون گلستان  
بے ہوش میرے دل کون مٹھے ادھر جلائے  
نہزار ھے عجب او در لعل شکرستان  
منہج عشق ے گدا کون اورنگ شاہی دیتا  
سب عاشقان منہج انگھے ہیں طفل چوں دبستان  
”زی ہوا“ قطب شہ“ تج عشق کا پیالہ  
پہراے ہیں ہر طرف تون جم شوق کے خمستان



## غزل - ۲

پیا باج پیالا پیا جائے نا  
 پیا باج یکتل جیا جائے نا  
 کہے تھے پیا بن صبری کروں  
 کھپا جائے اما کیا جائے نا  
 نہیں عشق جس وہ برا کور ہے  
 کدھیں اوس سے مل بیسیا جائے نا  
 ”قطب شہ“ نہ دے مچ دوانے کو پند  
 دوانے کو کچ پند دیا جائے نا

## غزل - ۳

اب مست اچھے دایم ہمیں مست اچھے کا ہنگام ہے  
 ساقی صراحی نقل ہو پیا لے سو ہمنا گم ہے  
 عاشق اول تھے ہیں ہمیں سر مست ازل تھے ہیں ہمیں  
 نا آج کل تھے ہیں ہمیں زاہد کونیں یہ قام ہے  
 منگتا ہے مد مستان کئے مد باج نیں سکتا رہنے  
 میخانے کے کوچے ملے تو متقی بدنام ہے  
 ساقی پیالا منج پلا پیالہ پیالہ ہو تا دلا  
 اُس پیو کون تو لیا کر ملا جس پیو تھے مچ آرام ہے  
 ”قطب“ نبی کے آدھار تھے رحمت ہے نت کر تار تھے  
 تو تچ علی کے پیار تھے تلتل نو انعام ہے [۱]

سب اختیار میدا تیج ہات ھے پیارا  
 جس حال سوں دھیتا ھے او خوش حال ہمارا  
 نیناں تہجیوں سوں دھوڑن پک اب پلک سوں جھاڑوں  
 جی کو خبر سو لیاوے مکھ پھول کا تمہارا  
 تیج خیال کی ہوس تھی ھے جیو ہمن سو زندہ  
 او خیال کد نہ جاوے ہم سر تھی تک بہارا

---

(اپنی سالگرہ کے موقع پر لکھا ھے)

نبی کی دعا تھے برس گانتھ بایا  
 خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا  
 پیا ہوں میں حضرت کے ہت آب کوثر  
 تو شاہان اوپر مجھ کلس کر بنایا  
 سورج چند اپے نال ہوکر بجیوں تب  
 مادل ہو فلک تمایاں بجایا  
 کرے مشتری رقص مجھ بزم میں نت  
 برس گانتھ میں زھرہ کلیان گلیا  
 میرا گلستان تازہ اس تھے ہوا ھے  
 مجھ اُس باغ میوہ دسیدم کھالیا  
 خدا کی رضا سوں برس گانتھ آسا  
 سہس شکر کر تون برس گانتھ پایا  
 دعائے امان تھے مجھ راج قائم  
 خدا زندگانی کا پانسی پالیا

---



مجھے ساقی پیالہ بہر بہر  
 کہ پیتے ہیں ہمیں دائم پیالہ اُس کے دست  
 نکو کرو پنکھی تم بال و پر سوں مغروری  
 کہ بے پنکھاں سیتی تم میں ہوا ہوں مست المست  
 سدا تو مدح نبی و علی کی کہتا ہے  
 ”معانی“ شعر تیرا تو لکھے ہیں دست بدست

مکھ تیرے کون دیکھ کر ہوں آج مست  
 تیرے مکھ کے تین ہوا ہوں بت پرست  
 مکھ عرق میں زور مستی ہے عجب  
 میری زردی میں رنگ لعل لب است  
 خال ہندو کا بھلا کر منج کیا ہے بت پرست  
 سب خیال اپنے پست کرتا ہے میرا خیال دست

خورشید مکھ اوپر دے ابرو ہلاں عید  
 اِس ابرو کو سجدہ کیا ہے وصال عید

کرے کن دلیل و دلائل سوں عشق  
 دلیلاں میں ہلچے ہیں عالم ہزار

میزبانی عید کر جگ میں گناور عیش سوں  
 مطربان لیا کر گواور راگ ، ہور لڑ عیب

کرو دعا توں بھینج صلواتاں متھند پر سدا  
 اس دعا صلوة تہے ہوگا تجھے فتح کبیر  
 ۛ متھند قطب شہ بارہ اماماں کا غلام  
 میں سو عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر

---

ہاتف ندا کرے کرو اے زمزمہ صبح  
 میرے دلم میانہ رمز نہانہ کد

---

تعا ۛ جگ میں لیلے مجنوں ہور قہرہاد کا  
 اب عشق میرا جلوہ کرتا ۛ تیرے پیغام پر  
 گلیاں سیتی او نازنہیں مجھ یاد کرتا کر سلیا  
 اب دل کدوں قربان اُس دشنام کے انعام پر  
 ہم بت پرستی چھوڑ کر زاہد نہ کہم پوجو صد  
 ہم کام میں تجھ کیا غرض رہ دھیان لا اب کام پر  
 دنیا کا حکمت نا بوجہیں ہرگز حکیمان علم سوں  
 گار و ترنا عیش کا نس دن پیا کے نام پر  
 شعر ”معانی“ آن بندھے موتی ہیں جگ میں حسن کے  
 بھردی صدف موتی جمیا اب وار ایزد نام پر

---

اندھارے شہر پر خورشید تاباں تک منور کر  
 آبھال آہ کے داڑھے میں منج سینے منے در کر  
 تمہارے عکس تہے روشن ہوا ۛ چاند سب جگ میں  
 وگر نہ زنگ کا تھکرا ۛ تیج بن خاک سر پر کر

ہماری آہ کے شعلیاں تھے پایا ہے شفق لالی  
 آسائیں تھے میری یودود اُپر چھایا ہے منظر کر  
 کہیا عرضہ سنو میں ناز سوں کہی کام ہے منج کوں  
 غروری آہ کرتے ہیں کتاب اب حسن کی زر کی  
 کری ابراں زمیں پر بادشاہی تج نہیں ہے غم  
 مدن کا تباں پہ سوتا ہوں یتا توں دنگھ سر پر کر  
 سواس رنجیر زلفاں سوں کیتاں کوں تو کرتا ہے بند  
 مسسا داغ غلامی دے منجے مجھ میں غنبر کر  
 خدایا لطف کا باران بھیج اس شعلہ کے اوپر  
 کہ جیوں نمرود کی آتش میں ابراہیم سرور کر  
 رقیباں کہنیاں سن کر ہماری ہوتے ہیں حیراں  
 ”معانی“ آپے دل میں علی کا مہر مضر کر

---

دنیا کا پھول اُچھٹا ہے جفا سوں  
 پتہ میں رکھ خدایا منج آس آزاد  
 محبت می دے اُس مکھ صفا میں  
 ہمن پیالے میں مے پھر ساقی گُزار  
 دیا اوستاد منج تعلیم کچھ ہور  
 ہمن کچ دیکھ کر باندھے ہیں زنا  
 درد جانے حکیم خوب دانا  
 ہمارا درد کیا بوجھیں گے اغیار  
 ”معانی“ پر نظر اُس یار کا ہے  
 سدا اُس نین سوں بیدار دیدار

---

مو نظر سامنے نہیں ہے یار  
 نہیں پانی میں تیرا دلدار  
 سامری سحر میں جتا کہ کروں  
 باطل السحر ہے بچن درکار  
 دارو کرتے ہزار وضع طیبہ-ب  
 ترں دکھا غمزہ تاز سوں یکبار  
 باردے میرے جہاز کوں یارب  
 پھول پھل ہووے تا سبھی گلزار

---

شکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور  
 ہمن شاخ میں پانی ہوتا ہے سرور  
 ہندو ریت کوں دیتے ہیں تم رواج  
 کہ بت خانہ تم نے ہے توپے ہمن سر  
 بڈھے منج وو نازنیں مست ہوکر  
 سدا راکھ یارب وو مستی کا شکر  
 صفا مکہم تھے پیتا ہوں مے ارغوانی  
 تو دندیاں سوں لرتا ہے مریخ اختر

---

تیرے مکہم کے پانی پہ ظلمات ہے روز  
 ندستا کہاں پیوں اللہ اکبر  
 ترے عشق کے تیر تھے میں ہوں زندہ  
 ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقدر

---

منجے آگ کوئلیاں کی کرتی نہ تاثیر  
تیرے عشق کی آگ کا ہوں سمندر  
عشق نے منارے اوپر جیو دل سوں  
”معانی“ کہے بانگ السلسلہ اکبر

---

کہاں کیخ-سو و دارا و سکندر د حمشید  
دل پیالی میں بھریں ساقی شراب لبزیز  
شعر تیرا در و گوہر ہے ”معانی“ سب میں  
شعر حافظ کے سر اوپر آہ تاج پرویز

---

دیکھا ہوں سپینا کہ میخانہ کا ہووے در باز  
کروں گا شکر گزاروں کا سو دگتہ نسا  
ہمن سو عجز کریں او کرے برائی کی بات  
سوال نادنی سگ کرتا ہوں او در پر نیاز  
تمہارے مکہ کے کعبے کون جن طواف کرے  
نہیں ہے حاجت اسے جاؤ نے کون تا بکجا

---

پیا مکہ نور تے جاوداں ہم عید و ہم نوروز  
سورج آو حمل یا نہ ، عیاں ہم عید و ہم نوروز  
شہاں آئے ہیں بیغت دیکھتے تم بزم عشرت کا  
شہاں کا شاہ دیبے دولتان ہم عید و ہم نوروز

---

متحد کی غلامی منج خطابی سر بلندی ھے  
 سورج کرناں سوں باندے سایہ یان ، ھے عید و ھے نوروز

---

راز نس کا تم ستیں کہنا ھوس  
 تیری بات انکار کا سننا ھوس  
 بی کچی کلیاں بھرے باغاں منیں  
 رس کی کلیاں باغ تچ چننا ھوس  
 بزم تیرا دستا ھے رنگیں بہشت  
 یکدو باتاں پیالے سوں کہنا ھوس  
 کونلی دالی کون لگے پھل رنگ رنگ  
 اُس پھل سیتی طرا گُندنا ھوس  
 سب بہشتی حور اُس باساں جیویں  
 روح کو اُس پاس ھے سنگنا ھوس  
 شاعران پرتے ”معانی“ شعر لیک  
 شعر حضرت مدح پر پڑنا ھوس

---

ھوا فرح بخش ھور ساقی سرکش  
 سمنڈ ناز پر باندھی ھیں کس پہ ترکش  
 سو اس لعل کا گرو عنبر ھے کا جیو کا  
 وو خوشبوئی سگ ھوتے عطار بے غش  
 سورج چاند کون کیوں کروں تچ برابر  
 ھسن نین کا نور ھے توں پری وش



”معانی“ دیا ترک کر عیش سوں گرچہ  
کہ پڑیا ہے تہج ہاتھ آنچل سبز وش

#### متفرقات

دکھ ایک ہے ہر تیک کدھن لاکھ چمن ہے  
لکھ جوت ہے ہر تیارولے تیک رتن ہے  
سمدور ہے ایک ، ہور ندیاں ہیں سو ہزاروں  
باتاں سو کروڑاں ہیں وے تیک رسن ہے  
منہج عشق گرمی اک کا یک چنگی ہے سورج  
اس آگ کے شعلہ کا دھواں سات گگن ہے

کفر ریت کیا ہور اسلام ریت  
ہر اک ریت میں عشق کا راز ہے

#### قصیدہ

آج شہ چلیاں شرق نگر تہ شتاب  
دہالی فلک کی اچا او شہ عالی جناب  
چرک فیل مست سوں مکہ لال کر  
گرم ہو چلنے لگیاں دن لے کتک بے حسب

#### رباعی

مستی کے ملک میں جما نیانی منہج  
خوبان کے دیکھیں میں ہے مسلمانی منہج

حصار کا خم خانہ رہے قہانوں میرا  
ہر مد کا سو بند نگیں سلیمانی منچے

### نوحہ

دو جگ امامان دکھ تھے سب جیو کرتے زاری والے والے  
رتن اول کی لکڑیاں جال کر کرتی ہیں خم  
یک پوت کو دیتے رہو یک پوت پر کھینچ خنجر  
کافر کڈے کیسے قہر یو زخم کاری والے والے [۱]

[۱] تاریخ زبان اردو - شمس اللہ قادری م تاج پریس حیدرآباد دکن -

اردو شہ پارے - معنی الدین زور مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن -

محبوب الزمن عبدالجبار ملکا پوری - مطبع رحمانی حیدرآباد دکن -

گل رعنا - رسالہ اردو ج ۲ (اردنگ آباد) -

## سلطان محمد قطب شاہ

محمد قطب (شاہ) نام، 'ظل اللہ' تخلص فارسی کلام میں،  
اور قطب شاہ اردو میں ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کا بھتیجا،  
شاعر اور عالم تھا۔

اس کے کلام میں محمد قلی قطب شاہ کی سی پختگی  
نہیں لیکن سلاست اور سادگی میں اس سے کم نہیں۔

تلمذ کے متعلق کوئی متحقق بات نہیں کہی جاسکتی  
لیکن محمد قلی قطب شاہ سے تلمذ کا قیاس غالب ہے۔ [۱]

اس کے شاگردوں میں عبداللہ قطب کے علاوہ اور کسی پر  
قیاس نہیں ہوتا۔

اس کی تصانیف کے سلسلے میں بعض کتابوں پر تفتیدوں  
اور اردو فارسی کلام کے مجموعہ کا نام لیا جاتا ہے۔ [۲]

سنہ ۱۰۳۵ھ میں پیدائش اور سنہ ۱۰۳۵ھ میں  
وفات ہوئی۔

---

[۱] اردو شہ پارے میں بی بی اس طرف خفیف اشارہ موجود ہے۔

[۲] اردو شہ پارے۔

[۳] تاریخ اردو قديم - محبوب الزمن -

ساجن کی یاد

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا  
 کہ اس بن نین ہمن یک تل قرارا  
 صبور ی کو نہیں ہے تھار دل میں  
 صبور ی کیوں کرے سو کو تھارا  
 میا کرنا کرے معشوق ایدے ہو  
 کہونا کیا کرے عاشق بچارا

تھند کالا

ہوا آئی ہے لیکے بھی تھند کالا  
 پیا بن سنتا تھا مدن بالی بالا  
 سجن مکھ شے باج اجالا نہ بہاوے  
 بہلایا ہے منج جیو کوں او اجالا  
 جو رات آوے چلندنی کی مذیم کوں ستاوے  
 کہ چلندنا منجے نیں نیں سوز لالا  
 نبی صدقے ”قطبا“ اندان سوں مل کر  
 اپس سائیں سوں پیوے جم : د پیاالا

غزل

چلے چلندنی میں جب لٹک پیو ہمارا  
 اونن عکس دیپے چندر تھے اپارا  
 جگمٹی مانے ہے سائیں کے حسن چہب تھے  
 اسے مانیں نہ پنتھم میں جگ [یو] سارا

پیدا نور بستا ہے منہجِ دل جھمک میں  
 کہ جس نور ہے سرچ آشکار  
 نبی صدقے "قطبیا" کا من تجھہ سوں لا گیا  
 کہ آپ جیو میں تیرا کیتا ہے تہارا

### خداداد محفل

خداداد محفل کسوں محکمہ سنوارے  
 تو اس میں جنت کے نگاراں نگارے  
 بسندہ محفل کا ہے آسمان جیسا  
 سوچ چاند تارے سوں اس تے سنکارے  
 نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محفل کوں  
 مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے تہارے [۱]

بے دام اس کا خدمت کرتا ہوں اپنے دل سوں  
 دیتے ہیں دام ان کو ہور کرتے ہیں عنایت  
 انجانے میں جوانی گیا یغد نا سنا  
 قرآن اور حدیث سوں ترکیب کرِ کلام  
 بکرید عید آیا صلوات بر محمد  
 آنسند علم رجایا صلوات بر محمد

[۱] اُردو شہ پارے - محبوب الزمن - گل رعنا - رسالۃ اُردو -

پیا سانولا من همارا بھولایا  
نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

---

ساقیا آ شراب ناب کہاں  
چندر کی پیالے میں آفتاب کہاں  
دھن با سکی من پیا باج دیکھی  
ہوے تن کسوں سکھ جب ملے پیو بالا

---

میرا دل ہے زر القمت کا گارخانہ  
نہیں متجکوں بازار واں کا حاجت

---

عشق کی پتلی ہے گوری رنگیلی  
چتر ناریاں میں دستی ہے چھید

---

سفر لوگ میرے پریم کی کہانی  
کہ پیلا ہے رنگ عاشقی کی نشانی

---

## عبداللہ قطب شاہ

عبداللہ قطب (شاہ) نام ، عبداللہ تخلص ، سلطان محمد قطب کا بیٹا اور جانشین تھا ۔

ادب نواز علم دوست ، عالم اور شاعر تھا ، دکنی اردو نے اس کے عہد میں بہت ترقی کی ۔

اس کی زبان میں صفائی اور خلوص نسبتاً زیادہ ہے غالباً محمد قطب شاہ (اپنے والد) کا شاگرد رہا ہوگا ۔

اس کے شاگردوں کے سلسلے میں کسی کا نام معلوم نہیں ہوتا ۔ فارسی اور اردو اشعار کا مجموعہ (دیوان کی صورت میں) اس کی تصنیف ہے ۔

سنہ ۱۰۳۵ھ میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۰۸۳ھ میں وفات پائی [۱] ۔

( نمونہ کلام )

اے پری پیکر ترا مکھ آفتاب  
دیکھتا ہوں تو رہے نا مجھ میں تاب  
قند ہور نابات گلتا ہے اچھوں  
دے نہ سک تری مٹھی لب کا جواب

---

[۱] تاریخ اردو قدیم - گل رعنا - اردو شاہ پارے - محبوب الرحمن -

راز کیا باتاں نبی کے صدقے پوچھے گا اگر  
شاہ عبداللہ کو پوچھے آکر کہ ہے حاضر جواب

آب حیات تھی ہے زیادہ کہ لب تیرا  
کرتے ہیں منجھہ سوں خضر علیہ السلام بحث

### ملا غوامی

نام کا پتا نہیں چلتا ، تخلص غوامی ، گولکنڈے کا رہنے والا  
اور شہنشاہ جہانگیر کا ہم عصر تھا -

کلام میں روانی اور اہتمام زیادہ ہے - مثنوی ان کا میدان  
معلوم ہوتا ہے ، تلمذ کا پتا نہیں چلتا ، اس کے کسی شاگرد کا  
ذکر تذکرہ نویسوں نے نہیں کیا ہے -

اس کی دو تصنیفیں مشہور ہیں ۱ - فسانہ سیف الملوک  
و بدیع الجمال ۲ طوطی نامہ

پہلی کتاب ، الفلیحہ فارسی کے ایک قصے کا مثنوی ( اردو )  
میں ترجمہ ہے - یہ مثنوی ۱۰۴۵ھ میں ختم ہوئی - دوسری  
تصنیف بھی مثنوی ہے ملا ضیاء الدین نخشبی کی فارسی  
طوطی نامہ کا اردو میں ترجمہ ہے - جو سنہ ۱۰۴۹ھ میں تمام  
ہوئی ہے -

سنہ ۱۰۱۳ھ میں پیدا ہوا سن وفات متحقق نہیں [۱] -

[۱] تاریخ زبان اردو - اردو شہ پارے - تذکرہ میر حسن - تاریخ زبان اردو -



مثنوی بدیع الجمال

( کشت و حزن )

ہوے جمع جنگی ہزبران تمام  
قوی ہو خونخوار امیران تمام  
یک یک جان یک کوہ یا برج جیوں  
لے ہاتان میں فتنے بھرے گزر جیوں  
غضب ناک ہو جیوں انگہ دل ہوے  
کلیدجے پہاڑاں کے پہوت جل ہوے  
سلاح پوش پولاد کے کوت جیوں  
پر آشوب سمدور کی لوت جیوں  
اوتالے ہو آفت بھرے عزم سوں  
کھڑے آکے میدان میں دزم سوں

( ایک بدصورت شہزادی )

وہ تھوڑا تھا اس کا سو جیوں فیل کا  
سر اس کا سو کالا رنجن نیل کا  
اکھیاں دونگیاں ، دوکھدے غار کے  
دو دیدے بہتر جیوں تپیر گار کے  
نکل پت انگہ ٹیک آ جیوں گھڑا  
اے پیٹ تے سخت پیڑو برا  
بوہنی کھول جاری کی جیوں اوکھلی  
مسئل ہو کے دوڑی تھی دوماہی

لتکتی جو چترلں یہ چوٹی دے  
سو جیوں جہاز کی پیڑ موٹی دے  
سرے خوبی بغلاں میں تھے یوں چہرے  
گندا نیر مہوریاں میں تھے جیوں پڑے  
پون سار اس کے جو تک پاس جائے  
تو لیا حلق میں انتریاں نہاس جائے  
اگر لائیں جس تہار مشعل ہزار  
ان آدے تو بترے پڑے آنہ کار

---

الہی جگت کا الہی سو توں  
کرنہار جسم بادشاہی سو توں  
ترے حکم تل نوکر آسمان کے  
رعیت ملک تسیرے فرمان کے

---

### مناجات

عطا کر منجے کچھ ترے نانوں سوں  
دے پرواز منجکوں بلند دھاوں سوں  
جلادے مری جیو کی آنکھ کوں  
دے تک باس منجھہ دل کے پھول باگ کوں  
سدا کسب میرا تو اخلاص کر  
ترے خاص بندیاں میں منج خاص کر  
جگا جوت تجھہ دھیان کیرا رتن  
مرے من کے صندوق میں رکھہ تجن

ہما کر منجے بات کے اوج کا  
 شہنشاہ کر گیان کی فوج کا  
 مسیحا کا دے منجکوں آثار جم  
 مری جیب کون کر شکر بار جم

جو توفیق پا کر یو بولیا تمام  
 مبارک گھڑی میں کیا میں تمام  
 مبارک گھڑی میں کیا میں تمام  
 محمد نبی پر ہزاراں سلام

### ملا قطبی

نام کا پتا نہیں چلتا ، قطبی تخلص ، گولکنڈے کا رہنوالا  
 تھا ، عبداللہ قطب شاہ کے ساتھ شاید اُس نے اپنے تخلص میں  
 نسبت رکھی ہے -

اس کے کلام میں سلاست کی کمی ، ہندی ترکیبوں کی  
 زیادتی ہے -

سنہ ۱۰۴۶ھ میں تصنیف النصائح کا اُردو نظم میں ترجمہ  
 کیا ہے -

بولوں صفت میں بے گنت  
 اس خالق جن و بشر  
 نرہار کر اسماء رکھیا  
 سورج ستارے ہر چند

جوں بزرگی نہی عرش کوں  
 پنکھے اڑے یکہ پائنتی  
 جوں پیچ برساں چار سو  
 انپڑے بزاں پائے دگر

---

بتھاں ستر چہہ سات سو  
 اس وضع سوں میں جو کیا  
 باباں ھ چالیس پانچ جو  
 اسکوں یقین کر تو شمر  
 چار بیس پندرہ سات سو  
 ہجرت سوں تھی اس مصطفیٰ  
 دسویں ربیع آخر جو تھا  
 ہور صبح صادق دن تدر

---

نازہں جہاں میں میں کیتا  
 کیتا برائی کے جو بھہی  
 قطبی دھریا امید یو  
 لایا ہوں سب صاحب نظر [۱]

---

### جئیدی

شیخ احمد نام ، جئیدی تخلص ھے ، عبداللہ قطب شاہ کا  
معاصر تھا ، سنہ ۱۰۹۳ھ میں مثنوی ماہ پیکر لکھی :—

نبی کی سو ہجرت کا یو تھا قرار  
چہار سال تین بیس بھی ایک ہزار

یہ شعر میں اس طرح پڑھا جائے گا :—

نبی کی سو ہجرت کا یو تھا قرار  
چہر سال تین بیس بھی اک ہزار  
اس شعر سے تصنیف کا سنہ بھی معلوم ہوتا ھے -

### طبعی

نام معلوم نہ ہو سکا ، طبعی تخلص ، گولکنڈہ کا رہنوالا  
اور عبداللہ قطب شاہ کا ہم عصر بلکہ درباری شاعر تھا -

کلام میں گداز کے ساتھ روانی اور لطف زبان دونوں ھیں -  
اس نے ۱۰۸۱ھ میں نظم گل اندام و بہرام ، شغت پیکر  
ہاتفی کی دوش پر لکھی ھے ، بعض اخلاقی نظموں کا بھی  
پتا چلتا ھے -

### سوال و جواب

بہرام و گل اندام

بہرام کا سوال

ہوا مجنوں بردے سدھتہ گزوا میں

انہا دانا سو دیوانہ ہوا میں

تجے دل میں چھایا ہوں اپس کے  
 خراپے میں لگایا ہوں دیوا میں  
 رچایا ہوں ترے غم کے پہاڑاں  
 عجب ہے نہیں سیٹھا پھٹکر موا میں  
 صنم تیرے بدل ہو کر برہمن  
 گلے میں اپنے بھایا جانوا میں  
 منہجے کیا دیکھتی از ماں گل اندام  
 پرانا ہوں نہیں عاشق نوا میں

### گل اندام کا جواب

تجے حاصل نہیں ہے مجھہ تے بن غم  
 نکو کر غم میں اپنا پا نو محکم  
 ترا دل ہو گیا پھوڑا دکھوں تے  
 نہیں اس زخم کا مجھہ پاس مرہم  
 کد ہاں تک غم توں کہا گا بول بارے  
 منہجے توں چھوڑ دے آج بھوت خرم  
 پنا گا اس چمن میں تے توں میو  
 ہوا کوتہ سخن والسہ اعلم

### حب وطن

جکوتی یاد کرتا نہیں اپنا وطن  
 او مردا ہے پیرن ہے اصل کا کفن  
 اگر کوئی غربت میں شاہی کرے  
 اگر مال ہوو ملکن اور لاکھاں دھرے

آپس کون دیکھے کھول کر جوں انکھیاں  
دیوے خاک تن کا وطن کا نشان

### غور و مشورہ

توں اندیشہ پر کام میں بھوت کر  
کہ اندیشہ ہے بھوت عالی گھر  
نکر کام ہرگز توں اندیشہ باج  
کہ اندیشہ ہے کام کے سر پو تاج  
کر اندیشہ دو کام میں بے حساب  
کہ اندیشہ بن کام ہوتا خراب [۱]

### ابن نشاطی

نام کا پتا نہیں ؟ ابن نشاطی تخلص یا کذبت سے مشہور  
ہے ، گولکنڈے کا دھنیوالا عبداللہ قطب شاہ کا درباری شاعر تھا  
زبان زیادہ صاف اور خالص ہے ۔

اور حال معلوم نہ ہو سکا ۔

اس کی تصانیف میں ۱ - پیول بن ۲ - طوطی نامہ دو  
مثنویان ہیں ۔ اول الذکر کا سنہ تصنیف ۱۰۶۹ھ اور آخر الذکر  
کا بقول میجر استوارت سنہ ۱۰۶۴ھ ہے ۔ [۲]

[۱] اُردو شہ پارے ۔

[۲] تاریخ زبان اُردو ۔ دکن میں اُردو از ہاشمی ۔

نوٹ ۔ مرتب اُردو شہ پارے کی زبانی ہے کہ طوطی نامہ ابن نشاطی کی تصنیف نہیں ۔

نمونہ پھول بن

(حمد)

اول میں حمد رب العالمین کا  
دل و جاں سوں کہوں جاں آفریں کا  
خداوند! تجھی ھے جسم خدائی  
ہمیشہ تجکوں سا جی کبر پائی  
ازل سوں نہیں سمجھے تیرا ہدایت  
ابد کو فہم نہیں تیرا نہایت

(نعت)

کروں میں لی ہات ابتدا نعت  
سچیں حق کی پیہر کا ادا نعت  
مسجد پیشوا ھے سرور اں کی  
الہی سر خیل سب پیغمبراں کی

(مقببت حضرت علی)

زباں کوں میں ادب کے ساتھ کہوں  
نبی کی جانشین کا مدح بولو  
علی ساری نیاں میں ھے سپہدار  
علی ساری ولیاں کا ھے سردار

(مدح عبداللہ قطب شاہ)

شہاں کا شاہ عبداللہ غازی  
خدائی ھے تری جم پیش باز



سعادت کی نین کا نور ہے توں  
شجاعت کی گگن کا سور ہے توں

( آغاز کلام )

جکو نئی ہے باغبان اس پھول بن کا  
چمن لاتا ہے یوں تازی سخن کا  
کتے ایک شہر مشرق کی کدھن تھا  
جو اس کا نائوں سو کچن پتن تھا  
حصار اس کا تھا دریا کے کنارے  
دے خندق ہو دریا تمس بندارے

( ابتداء افسانہ )

کتے کوئی بادشاہ یک اس کدھن تھا  
حکومت میں سلیمان کے نمں تھا  
تے اس کے زیر دیوار جگ کی سارے  
پریاں اس حکم تے نہیں نہیاں کنارے  
بنی آدم جیوں خدمت میں یکسر  
ہوئے تے و حش و طیر اس کے مسخر  
نہ تھا بیٹا سو کوئی اس شاہ کے گھر  
ہوا تھا راج بیٹی پر مقرر

آخر میں لکھتے ہیں:—

مسلمانان سو ہے امیدواری  
سخندانان سو ہے امیدواری

کریں گے تو میرا یہ یو پھول بن لیر  
کہوں یکبارگی جو عاقبت خیر

نوری

شجاع الدین نام ، نوری تخلص ، گجرات کا رہنے والا تانا شاہ  
کے وزیر ( سید مظفر ) کے لڑکوں کا معلم تھا - کلام میں طرز ادا  
کی سادگی کے ساتھ لطف زبان بھی ہے -

نوری ایس کے دل کی کسی سے نہ کہہ بتھا  
حاصل بھلا اب اس سے دوانے جو تھا سو تھا [۱]

فائز

نام کا پتا نہیں ، فائز تخلص (ہی سے ، شہور) ہے ، گولکنڈے  
کا رہنے والا تانا شاہ کے زمانے میں موجود تھا -  
کلام میں عربی اور فارسی الفاظ اور ترکیبوں کی آمیزش  
ہے - صاف اور ستھرا پرسوز کلام ہوتا ہے -

قصہ رموان شاہ و روح افزا کو سنہ ۱۰۹۴ھ میں نظم کیا ہے [۲] -

اول نام حق کا لیے بولوں سخن  
بندوں اس کی توحید کھولوں دھن

[۱] تاریخ ادبے قدیم - تذکرہ میر حسن -

[۲] اردو شہ پارے - دکن میں اردو -

اتھا جس وقت سال ہجرت ۵۷۴  
 اُس اوپر نوٹ اُس کے اوپر چہار  
 ہوا قصہ رضوان شاہ کا تمام  
 نبی ہور ولسی پر ہزاروں سلام

قصہ کا آغاز اُس طرح کرتے ہیں :-  
 چڑھیا باپ کے تخت رضوان شاہ  
 جمع ہور وزیراں بھی ساری سپاہ  
 کیتک کو دے انعام کھنا نہال  
 کسے مال دینا کسے گوشال  
 قدیمی وزیراں کو عزت دیا  
 انوجیوں نصیحت کئی یوں کیا

قصہ کا درمیانی حصہ :-  
 و ساعت بہوت سعد تھی ظاہرہ  
 کرے کر شنقت یو او ساحرہ  
 سنے جب منوچہر کی سب خبر  
 سو شیشے کو لے سات آئی اتر

شاہی

نام شاہ قلی خان ، حیدرآباد کا باشندہ ، قطب شاہ کے لشکر  
 میں سپاہی تھا غالباً اسی نسبت سے اپنا تخلص شاہی اختیار کیا -

کلام میں صفائی زیادہ ہے بندش بھی بہتر ہوتی ہے -  
 ملنا نمن کا غیر سے کوئی جھوٹ کو سچ مجبہ کہہ  
 کس کس کا منہ موندوں سجن کوئی کچہ کہہ کوئی کچہ کہہ

مرزا [۱]

نام ابوالقاسم، حیدرآباد کے باشندے تانا شاہ کے مصاحب  
 خاص تھے اور حالات معلوم نہ ہو سکے -

کلام میں صفائی اور روانی کے ساتھ گداز کافی ہے -  
 عارض نہیں چندر کا ترے گل سوں اچھا  
 سببیں ہن کلف کر نہ تجھ خال سوں اچھا  
 مرزا وہ نونہال کدھر مت گئے چمن  
 لگتا تھا جن کے ہاتھ یہ گل ڈال سوں اچھا

(مرثیہ)

الودا الودا اے شاہ شہیداں الودا  
 الودا ابن علی دو جگ کے سلطان الودا  
 اس جفا کے تیر بیٹھے ہیں گن کے تن اوپر  
 نین ستارے پھر یو سب دستے ہیں پیکاں الودا  
 شہ کا ماتم من دریا کے موج نت نعرہ کرے  
 غرق ہیں اس تم سوں سب لو لوے مرجاں الودا [۲]

[۱] عالمگیر نے جب اورنگ آباد فتح کیا اس وقت وہ موجود تھے - ان کو اتنا  
 صدمہ ہوا کہ وہ گوشہ نشین ہو کر تھوڑے دنوں کے اندر انتقال کر گئے - تذکرہ میر حسن -

## شعرائے بیجاپور

### نصرتی

نصرت نام ، نصرتی تخلص ، وطن بیجاپور - اُن کے آبا و  
اجداد فوج میں ملازم ، قوم کے شیخ اور علی عادل شاہ کے  
درباری شاعر تھے ، ملک الشعراء کا خطاب حاصل کیا تھا -  
پرگونی اور کثرت مشق کے باوجود کلام میں روانی کم ہے  
مذہب کا عنصر غالب ہے -

تین مثنویاں ( علی نامہ - گلشن عشق - گلدستہ عشق )  
مجموعہ قصائد ، دیوان غزلیات ، اُن کی تصنیف ہیں -  
سنہ پیدائش ۱۰۳۷ھ سے پہلے قیاس کیا جاسکتا ہے سن وفات  
۱۰۹۵ھ ہے -

### نمونہ علی نامہ

#### حمد

سوانا سہی اُس سکت دار کسوں  
کہ آدھار ہے اُن نر آدھار کوں  
دیا دور دستم کے پنچے میں زور  
پڑیا دہرتی جس دل میں در یار شور

(ملتقبت شہر خدا)

زہ پيشہ لا مکن کا دلیر  
 علي ولي او خدا کا شیر  
 تو ایک کوتا ہے برج جس کے تمام  
 او بار امان علیہ السلام

---

مدح بادشاہ

قلم آج جو مجھ جہانگیر ہے  
 مفت شہ کی لکھنے کی تاثیر ہے  
 زہ شاہ عادل سہی ولي  
 علی ابن سلطان محمد بلی

---

(مذمت طمع)

طمع اہل عزت کو کرتی ہے خوار  
 کرے جگ میں بے قول و بے اختیار  
 طمع نام و ناموس کا گال ہے  
 طمع جیوں کو سکھ کے بھونچال ہے

(مدح خواجہ گیسو دراز)

جسے ناؤں عالم میں بندہ نواز  
 محمد حسینی ہے گیسو دراز

نظارے میں عارف نظر بار کوں  
دسیں ہر طرف قدرت کا موں

---

اس زمانے کے معتبر ضمین نے نصرتی کی زبان پر اعتراض کیا  
تھا اس کا جواب علی نامہ میں اُس طرح دیتے ہیں:—

خریدار کو خوب سودے سے کام  
نہ دکان کا دیکھنا سقف و بام

مضا مین سوں جابجا بات بول  
دکھایا سکت فیض کا حق کے کھول

یکایک فن میں کی سحر کی بہت چھند  
خبیثاں کی جیبیاں کو کیتا ہوں بند

کیا ہوں سخن مختصر بے گماں  
کہ یو شاہنامہ دکن کا تو جان

کہ ہر اک زبان حضرت غیب داں  
سکھایا سب آدم کو سو تھے نہاں

ہوئی پستہ جو نسل آدم کی اصل  
چکا ناں انہیں کے ہوئے فصل فصل

انسو میں جو تھے شہر کے اوستاد  
گیا وہ زمانہ دھے شعر یاد

سخن بن نزاکت کے نا دیکھے بھول  
کہ خوش باس سوں قدر پاتا ہے بھول

نہ کہتا ہوں میں بے وقوفوں کی بات  
نہ کم بھول مثالیں تو حاسد نے بات

وے جو سخندال ہیں صاحب تمیز  
کہ ریچھہ اس هنر کو دکھیں نت عزیز

---

گلشن عشق

( مدح )

عنایت کا تجھہ ہت ہے عالم نواز  
کوئی ذرہ خورشید تھی سرفراز  
وہ عالم کس سو چانوں لک بات میں  
دیکھنا چھپاتا پی تجھہ ہات میں  
دیا ہے توں خاکی کو ایسا شرف  
جو تس سجدہ تروڑی کبھی صف بہ صف

( نعت )

یو نعت سرور عالم محمد مصطفیٰ کا ہے  
کھلایا گلشن ہستی اول جس نور کا پانی

( مدح بادشاہ )

خصوصاً شہنشاہ عادل علی  
ترا نائوں گا ری جو ہے رت بلی  
فضیلت میں تجھہ آج ہے بے خطا  
کہ عالم لدنی تجھہ ہے عطا



توں دانش سوں سب کھول نہ محفوظ اچھ  
تورا مدرسه لوح محفوظ اچھ

( تعریف عقل و عشق )

اچھي عقل يڪ دولت ناپديد  
اچھي عقل مشكل ڪے جال کي کلید  
اچھي عشق خلقت ڪے جگ کا سبب  
اچھي عشق گنجینه راز رب

( آغاز داستان )

کہتا ريوں فيصلہ دلپذير  
کبھي کھول کر بات ريوں بے نظير  
کہ يک روز وہ خسرو نيک فن  
سخاوت تھي بھرا کہ در عالم نمن  
سو مکھہ ہات دھونے نے فارغ ہو سب  
کیا اپني راني تي پوچھیں طالب  
دنب تار کون دن کي جھوکی یہ لال  
دھری عشرت کا دن بھوجن کا تھال  
ستبیا ہات جیون شاہ نعمت کی دھیر  
پکاريا جھمن نل تلک اک فقیو

( خاتمہ )

ہر اک داستان بولتا دل کي نیر  
ہر يک بیت ہر يک محل جانشین

منائی کی صورت کی ہے آرسی  
 دکن کا کیا شعر ہوں فارسی  
 فصاحت میں کر فارسیاں کا کلام  
 دھری منہ ہندی بچن پہ مدام  
 ذکر شعر ہندی کی بعضے ہنر  
 تسکین ہے لیا فارسی میں سہر  
 ملک جگ میں مقبول اچھو پر مدام  
 بحق محمد علیہ السلام

مولف گل رعنا نے ایک معراج نامہ کا ذکر کیا ہے جو عادل  
 شاہ کی مدح پر اس طرح ختم ہوا ہے :-  
 حمد ہے منعم کبرا خلق پہ اس دور کے  
 ہے جو سنی رسول خسرو ملک دکن  
 منبع لطف و عطا حامی دین با وفا  
 معدن جود و سخا ماحی کفر کہن  
 قازی صندر کے دل بل سوں نکلتے نہیں  
 دھاک سوں بھادی بھپاں ترت ترت تریہن  
 شہ سا لچھن نول کون ہے جگ میں کہو  
 یاد سے جس اسم کے جاے کدورت محن  
 راج سوں شہ کے سدا حق تھی دعا امن پا  
 جیو سے ملگے ہتھہ پساں دور کے سب مر و وزن  
 لطف سوں دھریا الہ شاہ کی شاہی تلک  
 جگ میں چلک پراچھیں عیش دھرم کے پتن

جام سوں عشرت کے جم بزم یہ معمور اچھو  
 چرخ میں دن ایں کے کرم ہیں جیوں انجمن  
 شہ کی ثنا ”نصرتی“ نغز و نول یوں لکھی  
 دور کے دفتر اوپر پر اچھ ہر اک بچن [۱]

---

[۱] گک معنا - تاریخ زبان اردو - سخن شعرا - تذکرہ میر حسن - دکن میں  
 اردو -

### هاشمي

سيد ميران نام ، هاشمی تخلص ، بیجا پور کے رہنے والے سید شاہ  
هاشم اس دور کے مشہور بزرگ کے مرید تھے ، پیر کے نام کی نسبت  
سے اپنا تخلص هاشمی اختیار کیا - اپنے پیر کی فرمائش سے یوسف  
زلیخا کو سنہ ۱۰۹۹ھ میں دکھنی زبان کی مثنوی میں ڈھالا ہے -  
کلام میں آرد کا اہتمام زیادہ ہے -

من پیدائش نا معلوم ، وفات سنہ ۱۱۰۹ھ ہے -

( حمد )

نما حمد اس کو سزاوار ہے  
سگل طنق جس کا یو ستار ہے

( مناجات )

سکت کسی میں ہے جو کرے سر بسر  
ابتدا ”هاشمی“ تو مناجات کر  
مرے شعر کرے بسادشاہاں پسند  
پسند کر کروراً کہیں جو سب ہوشمند  
مرے شعر میں دے شجاعت کا بل  
جو خرس ہوے سنکر دلیراں سگل

---

نوٹ - هاشمی مادرزاد اندھے تھے ، هاشمی مولف ” دکن میں اردو “  
راے ہے کہ هاشمی ریختگی کے موحد ہیں - مرتب -

## غزل ریختی

اگر کوئی آئے دیکھے گا تو دل میں کیا کہے گا  
مجھے بدنام کیا کرتے کہیں میں جاؤنگی چھوڑو  
رفاگر مجھے کر دیتے ہی کرونگی گھر میں میں دارو  
اگر مجھے ہووینگی مومرت صبح پر آؤنگی چھوڑو

## عاجز

عارف الدین خان نام ، عاجز تخلص ، دکن کے باشندے تھے ،  
اورنگزیب کی فتوحات دکن کے وقت موجود تھے - کلام کے اندر  
گداز ، کہنہ مشقی اور طرز ادا کی خوبی موجود ہے - قصہ  
فیروز شاہ ، قصہ ملکہ مصر ، قصہ لال و گوہر ، مجموعہ اشعار  
اُردو ( دیوان ) ان کی تصانیف ہیں -

نہیں چھوڑا انہوں کا نام مجھے دل میں ترے غم نے  
نہیں باور تو ظالم چوک مت جے دے کٹار اپنا  
نہ جاؤں کیوں کہ پھر پھر کے ظالم کوہ و صحرا میں  
وہاں فدرہاد اپنا مونس اور معنوں ہے یار اپنا

بڑا پگڑ بڑا شملہ بڑا کلہ بڑا دھار  
بڑھایا ہے بڑی محنت سے زائد نے وقار اپنا

شوخی مسجد کو چلا شیخ شتابی چھپ جا  
دیکھ ہووے گی ترے دیں کی خرابی چھپ جا

معتسب آج خرابات میں آتا ہے خراب  
دختر رز کو بغل مار شتابی چھپ جا

---

دو بات سے خالی نہیں اشک کا چلنا  
آنکھوں کا کہیں لگنا ہے یا دل کا اٹکنا

---

خبر ہوئی اُس سے کیا ہوویگی خوب  
جس نے دیکھا تجھکو سر کو دھن گیا

---

اِہی کب دل غمگیں ہمارا شاد ہوویگا  
یہ اجڑا شہر یا رب کس گھڑی آباد ہو ویگا

---

عیش کی مستی کی خاطر شیشہ عشرت نہ توڑ  
دل کو لاغر کر ' لہو پی ' جام جم کو بھول جا

---

ہے سینہ پرسوز مرا عشق کا آوا  
دل داغوں سے ہیگا جلے ایتونکا پجوا

---

تری آنکھوں کی گردش دیکھ کے اے خوش نگہ بن میں  
ہرن نے کھاکے چکر ' دم کو چوکا چوکری بھولا

---

میرے لہو کا رنگ نہیں تو کہو شتاب  
تھی اس طرح سے لال تمہاری دُکب کب

---

### دیکھتے

سجّوں کا تبسم ، سجّوں کا تکلم ، سجّوں کی ادائیں ، سجّوں کی یہ قامت  
ہے فردوسِ غنچہ ، ہے باغِ فصاحت ، سراپا لطافت ، قیامتِ قیامت  
سجّوں کی جبیں پر ، سجّوں کے رخِ اوپر ، سجّوں کی بھواں پر ، سجّوں کی کمر پر  
ہے زہرہِ تصدق ، ہے خورشیدِ مائل ، ہے قربانِ کسانیں ، فدائے نزاکت  
تری کالی آنکھیں ، تری کالی زلفیں ، تری کالی پلکیں ، ترا خطِ مشکیں  
سیہِ مست آہو ہے ناگن کا جوڑا ، سیہِ تابِ نشتر ہے ریتکانِ جنت  
ہماری زباں ہے ، ہمارا سخن ہے ، ہمارا قلم ہے ، ہمارا رقم ہے  
ٹٹاخوانِ بلبل ، معانی کا گلشن ، نہالِ مقطعِ مرصعِ زراعت  
ہماری جوانی ، ہماری ضعیفی ، ہمارا قدِ خم ، ہمارا تواضع  
ہے معدومِ دعاجز ، ہے آثارِ رحلت ، ہے دامنِ ہلاکت ، ہے ہمدوشِ تربت

---

ہماری آہ کو سمجھو کہ ہے بڑی بلِ بند  
وہ گرز ہے کہ جو توڑے فلک کے ساتوں کیند

---

ساقی مرا چمن میں کرے گر نگاہِ قہر  
نرگس نے جامِ چشم میں تپکے شرابِ زہر

---

جہاں آباد سے گرمی میں کوئی ظالم نہیں ملتا  
سفدر درد کا ہے تو وطن کو آگ دے ”عاجز“

---

کیا کاتوں کو یوں پامال میں پھر پھر کے صحرا میں  
کہ مجنوں آہ کر میرا قدم پکڑا کہا بس بس

---

محتسب کے ہوش کو دارو سے دیتے ہیں اڑا  
قلعہ میڈا کو جب مستی سے ہلکاتے ہیں ہم

---

مسجد میں اذان و بتکدے میں ناقوس  
وصف اس کے کمال کا کہاں ہے کہ نہیں

---

لے لے کی فصل شاید آئی ہے گلشنوں میں  
سب گلرخوں نے لب پر مسی چمائیاں ہیں

---

مت سنا محتسب اب ہم کو کہ بے جام و شراب  
ہم تو اُس نرگس مختور کے متوالے ہیں  
اُس کے ہم دام محبت میں پھنسے ہیں ”عاجز“  
بال جس شوخ ستمگر کے گھنگروالے ہیں

---



جب بحر اشک میرا کرتا ہے جوش طوقاں  
ساتوں فلک کسی چادر تر کر کینکالتا ہوں

---

کیونکر آویں شہر کے نزدیک ، صحرا کے غزال  
ہے انہوں کی چوکڑی میں دم ہماری آہ سے  
شمع کے شعلہ کو کیا طاقت جو تھامے اس کا زور  
برق کے اعضا میں ہے خم ہماری آہ سے

---

دل تیری نگاہوں کے ، تیغوں کی نگاہوں میں  
کچھہ وار نظر آویں ، کچھہ یار نظر آویں  
ہم آنکھیں تری دیکھیں ، اور تری بھویں دیکھیں  
خونریز نظر آویں ، تروار نظر آویں

---

لکھوں جب اپنی آہ داغ دل کے شور کو وہ عاجز  
قلم توپ اور سیاہی بس بھری بازوت بن جاوے

---

کیفی نگاہ بن دل رنجور ہو رہا ہے  
یہ شیشہ مے کی خاطر سب چور ہو رہا ہے

---

خیال اس شوخ کا کب مجھے دل بیتاب میں تھہرے  
کہاں بجلی کا سایہ چشمہ سیماب میں تھہرے

---

محببت کے چمن کا گل جو بویا ہے یہی دل ہے  
 پہاڑِ عشق کا بلبل جو گویا ہے یہی دل ہے

---

جدائی کے سخن کو جب گریباں پہاڑ لکھتا ہوں  
 قلم فی النور قبیلچہ ہونے کاغذ کو کھرتا ہے

---

سنگِ طفل سے گیا شہر سے در کر مجنوں  
 ہم دے ہم کو کہاں اتنی یہ دانائی ہے

---

اے زردپوش تم ہو اگر شاخِ زعفران  
 ”عاجز“ بھی باغِ عشق کا رنگیں پلنگ ہے

---

تری برگشتہ مڑگل کا خیال آتا ہے یوں دل میں  
 دکن کی فوج جوں بھالے پکڑ جنگاہ پر آوے  
 تری یانکی گلی میں ہم گذر کر سر سے بیٹھے ہیں  
 خدا وہ دن کرے قاتل کہ تو اس راہ پر آوے

---

جنگالِ زندگی سے ’ کیا ہو گیا جو چھوٹے  
 ”عاجز“ ابھی پڑا ہے ملکِ عدم کا جھگڑا

---

وہ درانا ہوں کہ اب شہر کو صکرا سمجھوں  
چتر شاہی کو بگولے کا چٹاوا سمجھوں  
یار کے کا کل و رخسار میں ایسا ہوں دنگ  
کہ اندھیرے کو نہ جانوں نہ اجالا سمجھوں

---

اگر اس شعلہ خو کی بزم میں جوں شمع جل سکتے  
پتنگے کی طرح جی سے فدا ہونے کو جل سکتے

---

عجب شور جنوں ہے 'ن دنوں میرے خیالوں میں  
کہو مجنوں کو دو دن چپ رہے مجہول بن جاوے  
اڑا لون جب چمن کی خاک سر پر 'س رنگیلے بن  
سروں پر بلبلوں کے نکہت گل دھول بن جاوے

---

دوانو کوہ و صکرا پر جنوں میرا ہوا حاکم  
کڑی جاکر کہو فرہاد و مجنوں کا وکیل آوے

---

مجھسے بیدل کی اگر تصویر کینچا چاہیے  
اے مصور صورت دل گیر کینچا چاہیے

---

دیکھ دامن گیر محشر میں ترے ہوئیں گے ہم  
خون ہمارا اپنے دامن سے نہ اے قاتل چبوا

---

”عاجز“ ہوں شاہ، ملک جفوں میرے واسطے  
سوزج کلاہ و چتر فلک ہے زمین تخت

---

ہے ہمارے بت کا دل پتھر کے چیرے کی طرح  
کیا کروں اس کی صفت ہے سخت ہیرے کی طرح

---

ہر سحر کیا دیکھتے ہو آرسی اے سادہ رو  
ہے تمہارے حسن کے دفتر کی دونوں صاف فرد

---

جب سے اے رنگیں ادا تیرا ہے رنگ گل میں نقش  
تب سے میری آہ کا ہے سینۂ بلبَل میں نقش

---

”عاجز“ بھی آہ شمع جلاتا ہے باغ میں  
روشن اگر گلوں سے ہوا ہے چہ راغ باغ

---

باغ میں اس لالہ رو کے آہ جب جاتے ہیں ہم  
دل کے دافوں کو گلوں کے تازہ کر آتے ہیں ہم

---

عشق سے خوش قامتوں کے سبز پوشی کر پسند  
سرو کے بوتے قبا پر اپنے چھپواتے ہیں ہم

---

خوش نگہ کی یاد میں ساغر کو جب گرداں کروں  
 بے تکلفا گردن مہینا کو نرگس واں کروں  
 اس حنائی ہاتھ کی تعریف خون دل سے لکھ  
 دیشہ نخل قلم کو پلجہ مڑاں کروں

چمن میں جا کے وہ رنگیں ادا جب مسکراتا ہے  
 گلوں سے رنگ از کر لال سا جنگل کو جاتا ہے  
 ہمارا اشک خونیں یاد میں گلرو کے بہ بہ کر  
 نگہ کو رشتہ تسبیح یا قوتی بناتا ہے [۱]

#### مثنوی کا نمونہ

جنوں کے دشت کا بن کر بگولا  
 خرد کی راہ کو وحشت سے بھولا  
 سحر سے شام تک مانعہ خورشید  
 طلب کے فرق پر رکھ پائے مالید  
 غزالوں کی طرح سرگرم دم تھا  
 بیاباں اس کو گلزار ادم تھا  
 برس دو لگ چلا جب راہ میں آہ  
 نظر میں اس کے آیا دشت جانکاہ

[۱] چمنستان شعرا - رائے لچھمن نرائن شفیق اورنگ آباد - م انجمن ترقی

اردو اورنگ آباد - تاریخ زبان اردو - دکن میں اردو -

کروں اس دشت کی کیونکر صفت کو  
 زبان پر کس طرح دالوں لخت کو  
 وہاں ہرگز نہ تھا پانی کا آثار  
 اجل کا کہیت تھا وہ دشت خونخوار  
 بہا باں قدم کے تھا برابر  
 وہاں ، تھا جہاں عزرائیل کو در  
 وہاں کی ریت ہیرے کی کٹی تھی  
 وہاں کے کانٹے بہالوں کی انی تھی  
 وہاں کی گرد تھی پاؤں کی دارو  
 وہاں کی خاک تھی دوزخ کی بالو

---

سخن کے درکا منجھکو جوہری کر  
 سخن سنجوں کو میرا مشتری کر  
 سخن کا لال دے میری زبان کو  
 دو منہ ہے بھر میرے بیاں کو

---

## پنچھی

حکیم الدین نام ، پنچھی تخلص ، بلگرام کے رہنے والے تھے -  
حیدرآباد میں قیام کر لیا تھا -

پہلے اپنا تخلص عاجز کیا لیکن عارف الدین خاں ”عاجز“ کا  
شہرہ ہوا تو پنچھی رکھ لیا - اس سے زیادہ حالات معلوم نہ  
ہو سکے - غزل میں گداز اور طبیعت میں فطرت نگاری ہے - [۱]

صنم بتا تو خدائی کا تجھ کو کیا نہ ہوا  
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

قیامت ہے تر گھونگٹ کے اوتوں میں لٹک جانا  
ملا انکھیاں سوں انکھیاں مسکرا ہنسکر مٹک جانا  
نہیں تم سے چلی ہے ناز کی یہ طرح دنیا میں  
کہ دکھلا دور سے جھلکی نہ ملنا اور تھٹک جانا

[۱] عارف الدین خاں عاجز کے معاصر تھے ، بعض تذکرہ نویسوں نے ان کا زمانہ

اس قدر نادان نہیں ہوں میں کہ دل باتوں میں دوس  
عمر گزری اے سجن تم ہی سے عیاروں کے بیچ

کفر و اسلام کی کچھ بات نہ پوچھو ہم سے  
بت عیار کو ہم اپنا خدا کہتے ہیں  
در بدر زمانہ و فریاد کیا ہم ہر چند  
پر کلہوں نے نہیں پوچھا کہ یہ کیا کہتے ہیں

شاید کہ آج آدے ”پنچھی“ ترا تماشا  
پہرے کے ہر آنکھ ہر دم، دل کو لگے ہیں دھڑکے

بہ تلک آیا ہے ایسی قید کے جینے سے جی میرا  
قفس میں کب تلک قسمت ہماری ہے خدا جانے [۱]

بحری

قاضی محمود نام، ان کے والد بکرا الدین قاضی دریا  
لقب سے مشہور تھے - قصبہ گوگی کے رہنے والے تھے - دکنی زبا  
میں ان کے تمام اصناف سخن کا کافی ذخیرہ تھا جو برباد ہو گیا



کلام میں تصوف کا عنصر غالب ہے ، زبان بھی بہتر ہے ، ہر صنف میں سوز و گداز ہے ، سب کے اخیر میں مثنوی ”من لکن“ لکھی ہے جو نکات تصوف پر مشتمل ہے ۔

( حمد )

اے روپ ترا رتی رتی ہے پریت پریت پتی پتی ہے

( نعت )

اوت اے قلم اس گھڑی نہ گھر جائیں  
تک نعت نگر کی سیر کر آئیں  
ہے نائوں احمد نیشاں احمد  
سرخی سواحد ہے پان احمد

( مدح پیر )

مولا کے منتخب نبی کے نائب  
مانس نہیں مظہر العجائب  
ساگر ہیں سپور معرفت کے  
بل عین ہیں نور معرفت کے

( مدح عالمگیر )

اُب بول توں مدح بادشہ کا  
ہور اس کی کمالیت کلمہ کا  
جس کی یو دو بال پن کی عادت  
عالم گیری ہے اور عبادت

یک ملک نہیں جو ان لیا نہیں  
 یک نقل نہیں جو ان کیا نہیں  
 دیدار ، دلیر ہر دانا  
 یک علم نہ سب ملے سیانا

---

### امین

محمد امین نام عالم گیر کے معاصر تھے ، مثنوی یوسف زلیخا  
 کو دکی زبان میں نظم کیا ہے - نمونہ یہ ہے :-

اول تعریف سن خالق اے یار  
 کہ وہ دونوں جہاں گاہے کرن ہار

---

### مرومن

عبدالمرمن نام - قوم پٹھان چھناپتن قلمرو عادل شاہی میں  
 رہتے تھے اسرار عشق مشہور مثنوی ان کی تصنیف ہے جو سید محمد  
 جون پوری کی سوانح حیات ہے تشبیہات اور استعارات خوبی سے  
 لاتے ہیں ، یہ مثنوی ۱۰۹۳ھ میں تمام ہوئی ہے - [۱]

عجب دن شب کہ منجن سیم کرخل  
 عروس بدر سر تمنا نور کی جل

---

[۱] دکن میں اردو - تاریخ زبان اردو -

نوٹ - ۱۱۰۹ھ ان کا زمانہ تھا

تجمل کا دکھائے جب نبی کون  
 چوا چوکی کتیں لالی نکہت سون  
 کہ تاجا دجلہ مغرب منی چل  
 سورج کی وضو سون دل جلو لکی کل  
 پرت کی دیت میں بھی خوب لگی  
 عروس آپیں ہو جانا شوکی جاگی  
 کھومیتے تھی رکن میں تیربازی  
 دکھاتی تھی فلک کو تیغ بازی  
 آتا کر رقص رکت تازہ تبارنا  
 تنن نائن تنن نائن تنانا

(احاطہ مدراس و بیجاپور)

ذوقی

شاہ حسین نام، لقب بحرالعرفان تھا، درویش اور متوکل  
 شخص تھے، کلام میں شکوہ لفظی و معنوی دونوں ہیں، اور زبان  
 کی خوبی بھی۔ وصال العاشقین ان کی مثنوی ہے جو  
 سنہ ۱۱۰۹ھ میں تصنیف ہوئی، نمونہ یہ ہے:-

مگر اے حسن دل کا خوش سرشتہ  
 لہایا من کو میرے ہو فرشتہ  
 اگرچہ اے سرشتہ لے اول بھی  
 گندھے ہیں ہار تلال شیخ وجہی  
 ہوا کیا جو انویک تار لے کر  
 گندھے اپنے موافق ہار لے کر

ہوئے جو بہارِ دونوں مل مقابل  
پیریا لرزا زمیں آسمان کے دل

(نمونہ غزل)

ہے سروقد سکے گا جوں پھول دالِ نازک  
مکھم پھول پھل رہیا ہے جیسا گلالِ نازک  
مکھم پیولِ ناز کی سوں دالی پھول پھل رہیا ہے  
پلکپیاں سو پھول کیا ہوں دستیں میں گالِ نازک  
بن کہا کہ ناز کی سوں لٹکی سکی اگن میں  
گویا دیاں شفق میں دستے حلالِ نازک [۱]

متجرمی

شاه بیرالائے نام، بیجاپور کے رہنے والے تھے، کلام میں روانی  
کا عنصر کم ہے، لیکن قدرت کا پتا چلتا ہے [۲] ان کی تصنیف  
مثنوی ”گلشنِ حسنِ دل“ ہے جو سنہ ۱۱۱۳ھ میں لکھی گئی،  
نمونہ یہ ہے :-

(حمد)

جتا حمد ہے سو خدا کونج ہے  
ثنا ہوو صفت بھی اسی کونج ہے

[۱] دکن میں اُردو -

[۲] دکن میں اُردو -

جو درگاہ اس کی اہے پرنیاز  
 اپس سول اپیس ھے وہ پرنیاز  
 نہ قادر ھے قدرت میں اس سار کا  
 نہ پیدا کیا ھے اپس سار کا

( آغاز مثنوی )

زبان اور نظر دونوں مل بار ہو  
 چلے ہیں تماشے کو اک تہار ہو  
 چلے جب تماشے کو مل کے ملوک  
 تو دیکھتے تمیز کر کو کرتے سلوک  
 سلوک سوں ہو ایک ملک کالے خبر  
 تو واقف ہو پھرتے تھے کرتے نظر  
 کتے ہیں ولایت کو اے دونوں  
 عجائب شہر ایک پائے دونوں

( تاریخ تصنیف )

یو بارویں صدی میں پھر یو قصہ تمام  
 جو چودا برس نہیں ہوئے تھے تمام

( نام )

اس عاجز کا ناؤں شاہ بیور اللہ فقیر  
 جو سید میراں اس کا ھے دستگیر [۱]

## نتہر اولیا

تہر عالم نام، ایک مثنوی ان کی تصنیف ہے اس کا نمونہ  
یہ ہے اور حالات معلوم نہ ہو سکے [۱] - کلام میں روانی ہے -

عجب میں جو زامد جھٹک آستیں  
تسا شبکوں جو جوڑی نظر پاک ہیں  
ایسے دھات شو گشب میں تہار تہار  
جہاں شو کھڑا ہے نہیں واں نہار

بچھاپاں مرصع کے کسی اُدھر  
بتدیا درمیاں پردہ ، باریکتر

## ولی دکھنی [۳]

محمد فیاض نام، قوم سید، وطن ویلور (احاطہ مدارس)  
ہے۔ عالمگیر کے معاصر تھے۔

کلام میں، اردو زبان پر ہندی عناصر کا غلبہ ہے، روانی اور  
سلاست کافی ہے۔

---

[۱] دکن میں اردو -

[۲] - یہ مشہور شاعر ولی اورنگ آبادی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے، بلکہ  
بالکل دوسرے شخص ہیں۔ مرتب -

ان کی تصنیف ذیل کی دو مثنویاں ہیں -

[۱] رتن پدم -

[۲] روضۃ الشہداء -

ریاست خاں ، رئیس سات گڑھ نے ان کی بہت قدردانی کی تھی ، کچھ دنوں ان کے دربار میں تھے ، اس کے بعد نواب عبدالعزیز ساکن کڑیا کے پاس آئے ، نواب نے ان کو سدھوت کے قلعے میں ایک عہدے پر مامور کر دیا -

” رتن پدم “ میں ولی نے اپنے ان واقعات کا اس طرح ذکر

کیا ہے :-

ریاست خاں امیر ایک نامور تھا  
 سکونت گاہ اس کو سات گڑھم تھا  
 اتھا او اہل درد و نیک اعمال  
 وفات میں اتھا میں اس کی خوشحال  
 قضاواں واں سوں ہو قسمت نے برخاست  
 سو آیا میں طرف کڑیا کے دھرخواست  
 نواب عبدالعزیز ، ابن العزیز ایک  
 اتھا واں نامور ، صوبہ سعید ایک  
 سو او بھر شجرا پروانہ لکھ کر  
 بہ سلک نوکراں متجہم مذسلک کر  
 تعین کدر مجھوں سدھوت کو روانہ  
 کیا او صاحب شیریں زمانہ  
 سو حسب الحکم میں سدھوت کو آیا  
 رنگارنگ واں تماشے میں نے پایا

”ولی“ تیرے کرم کی ہے مجھے اُس  
نہ کر، اُس اُس سوں ہرگز تو تیرا اُس

”ولی“ ہے یو سبب خالی بہانا  
اسی کا کام ہے دینا دلانا [۱]  
”درۃ الشہداء“ میں ولی نے واقعات کربلا نظم کئے ہیں اُس  
کے علاوہ انہوں نے ایک مذاجات بھی لکھی ہے جس کا نمونہ  
یہ ہے :-

(مذاجات)

یا الہی زہد و تقویٰ میں ہوا مجھ ہات سوں  
کچھ عبادت ہو ریاضت میں ہوا مجھ ذات سوں  
سر بسر میں متفعل اُس کام ہو اُس بات سوں  
یا غفور الذنبیں مجھ حال پر احسان کرو

محمود

محمود بیگ نام، محمود تخلص تھا - بیجاپور کے رہنے  
والے، ولی کے شاگرد فخری کے معاصر تھے - [۲]  
نمونہ کلام یہ ہے :-

لوگ کہیں پتھر سوں کچھ سخت نہیں و لیکن  
جو کوئی پیا سوں بچھڑا وہ سخت ہے پتھر سے

[۱] تاریخ زبان اردو -

[۲] تذکرۃ میر حسن - چشتان شعرا -



صبائی

احمد اباد کے رہنے والے ، ولی کے معاصر تھے [۱] - بالکل  
عامیانہ مذاق میں کہتے تھے۔

زر سے ہے آشنائی ، زر سے ملے ہے بھائی  
زر نہیں تو ہے جدائی ، دنیا میں جو ہے زر ہے

احمد

احمد نام اور تخلص ، گجرات وطن ہے ، زیادہ حالات معلوم  
نہیں - عربی فارسی کے علاوہ سنسکرت اور بھاشا زبانوں کے بھی  
عالم تھے ، ولی کے معاصر تھے - نمونہ کلام :-

احمد بتائیں کیا کریں اب راہ عشق میں  
سر پر تو سانچہ [۲] پڑگئی اور پانوں تھک گئے

آگاہ [۳]

محمّد باقر نام تھا - فی علم شخص تھے ، تصانیف  
کثیرہ ان کی طرف منسوب ہیں ، زیادہ تر نظم ہی ان کا میدان

[۱] دکن میں اردو -

[۲] لفظ ”سانچہ“ بجائے ”شام“ استعمال کیا ، اس سے ان کے صحت  
مذاق کا پتا چلتا ہے کیونکہ ”تو“ اور ”پڑگئی“ کے درمیان ”سانچہ“  
مغاسب اور مرزوں ہے - مرتب -

[۳] دکن میں اردو

رہا ہے۔ ”آگاہ“ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اُردو نظم میں سیرت کی مکمل اور صحیح روایات پر مبنی کتاب لکھی ہے، عروض کی پابندیوں کے ساتھ اپنی وادی میں رواں ہیں، ان کی تصنیف میں ”۱- ہشت بہشت“ ”۲- من در پن“ دو کتابیں ہیں۔

پہلی کتاب سیرت میں ہے اور دوسری میں معجزات نبی بیان کئے ہیں۔ سنہ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی [۱]۔

”نمونہ من در پن“ :-

( آغاز )

بحصول و قوت پروردگار اب  
میں لکھتا ہوں اسے با اختصار اب  
بہ ترتیب لطیف و حسن اسلوب  
کہ جو دیکھے سو بولے ہے بہت خوب  
اگرچہ، معجزوں کے ذکر اندر  
ہیں نسخے بہت دکھائی اے برادر  
ولے اکثر غلط اس کا بیان ہے  
محدث پاس جھوٹ اس کا عیاں ہے  
حدیثوں میں نہ ہو جس کوں تھکانا  
حرام اس کا ہے پڑنا ہور پڑنا  
میں ”من در پن“ رکھا ہوں نام اس کا  
جلا دینا ہے دل کو کام اس کا

جب اِس سے حسن مطلق ہے نمودار  
ہوا یہ نام اِس کے تئیں سزاوار

نمونہ ہشت بہشت :-

سال نہم میں وفود آے بہت  
ایمان اِس شاہ اُپر لائے بہت  
نام اِس سال کا ہے سال وفود  
معنی اِس کے ہے جماعت سن زود  
جو وفود آے ہیں نزد سالار  
ساتھ سے کچھ ہیں زیادہ اے یار  
ہور اِس سال میں ہے جنگ تبوک  
جس کی سختی میں نہیں ہے کچھ چوک  
اِس سبب سے بکلامِ عالم  
اِس کے تئیں ”ساعتِ عسرت“ ہے نام

( آغازِ سیرت )

شروع حسن سیرت کو کرتا ہوں اب  
بیان مختصر اِس کا کرتا ہوں اب  
تھے اخلاق سب شاہ کے باکمال  
نہ تھا اول منے کوئی اِس کی مثال  
کہا عائشہ پاس آ ایک جوان  
”کہ اے مادرِ مہرباں در بیان  
شہنشاہ کے اخلاق تھے کس وضا  
مجھے یک بیک اِس کے تئیں سب سنا“

کہی عائشہ اسکوں اے ہوشیار  
 ھے تفصیل اس کی نہایت سی بہار  
 و لیکن میں کہتی ہوں اب مختصر  
 کہ خلق اس کا قرآن تھا سر بسر

### وجہی

وجیہ الدین نام، قوم شیخ، کرنول کے باشندے تھے، کلام  
 میں سلاست زبان کا لطف غالب ھے طرز ادا میں بے ساختگی  
 ھے۔ دکنی اردو میں ان کی حسب ذیل مثنویاں ھیں۔

۱۔ باغ جانفزا ضخیم مثنوی ھے۔ سنہ ۱۱۳۵ھ میں  
 تصنیف ہوئی چنانچہ باغ جانفزا تاریخی نام ھے۔

۲۔ پنجی باچھا، شیخ فرید الدین عطار کی مشہور مثنوی  
 منطق الطیر کا ترجمہ ھے۔ سنہ ۱۱۴۹ھ میں تمام ہوئی۔

۳۔ تحفۂ عاشقان، یہ بھی شیخ فرید الدین عطار کی  
 مثنوی ”گل و ہرمز“ کا ترجمہ ھے۔ سنہ ۱۱۵۳ھ میں ختم  
 ہوئی۔

### نمونہ باغ جاں فزا

دنیا میں رہے کے دنیا سوں جدا اچھ  
 جدا ہو کر، طلبکار خدا اچھ  
 قلندر ہو کے ست دے خود پرستی  
 دیوانا ہو کے دکھلا جوش مستی

شرابِ عشقِ سوں ، کر دل کو سر مست  
 پکڑے نیستی نہا ہوئے گا . مست  
 مرادِ دل سمجھ لے ، نا مرادی  
 کہ غم سوں پائیگا توں راہِ شادی  
 بہشتی حورِ طوبیہ قد ، پری رخ  
 مبارک شکل چہرا فال فرخ

---

پری صورت ہے توں ، لیکن پدی نہیں  
 کہ انساں بن یو حسنِ دلبری نہیں  
 کہ اے روشن گہر ، ماہِ چہاں تاب  
 سوا تیج کوں جوانی کا اچھو لاپ  
 فلک اک گوشہٴ ایوان ، اس کا  
 زحل سو کمترین ، دربان اس کا  
 کرے مریخ وہاں ، خنجر گزاری  
 اُتی خورشید کوں ، چوکی کی باری  
 مقابلِ مطرباں کا راگ ، ہور رنگ  
 بجی طغور سر مندال دف و چنگ  
 عجب دلکش ہے بزمِ مے پرستان  
 خصوصاً ہوے جب ، ہاے ہوے مستان

---

کریگا کون ، میسری کارسازی  
 دوستی ہوئیگی ، عاشقِ نوازی

---

۱ - باغ جانغزا کی تاریخ اس طرح نکالی ہے :-

یو ہے بیانِ خاتمہ جی شکرِ سوں بولیا ہوں میں  
تاریخ جس کے ختم کا ، آیا ہے باغِ جاں فزا

۲ - پنچھی نامہ یا پنچھی باچھا :-

اصل میں یو تھا ، کلام فارسی  
’اھل معنے کو‘ ، مثال آرسی  
خوشتریں تصنیف شیخ نامدار  
پیشواے عارفانِ روزِ کار  
شیخ صاحبِ دل ، فرید نامور  
خاص جن کا ہے لقب عطار کر

تھا ولے جوں ، فارسی میں ، یو کلام  
کم سمجھ سکتے تھے اس کو ، خاص و عام  
گرچہ میں بھی کچھ نہیں ، معنے شناس  
کل مجھ ، اس کے سمجھنے کا قیاس  
لیکن اس کو دیکھ کر ، دلچسپ بول  
یک بیک یوں دل منے ، آیا کلول  
جو موافقِ فہم اپنی کے ضعیف  
اس کتابِ خاص کا ، نظم شریف  
قصہ کر ، دکھائی زبان میں لیکے آؤں  
تار ہے دنیا منہ میہ را بھی ناؤں

اے پنچھی پیارے ، سخن آغاز کر  
 حسد سوں ، حق کے ، بلند آواز کر  
 شوق سوں ، ایسا روچایا یک چہچہا  
 جو دھ تر لوگ کا ، عالم لبوہا  
 گلشن وحدت ، ہے تیرا آشیہاں  
 احدیت کا راز ، سب تجھے پر عیاں  
 سر کشی سب چھوڑ دے ، ہو سر نگوں  
 درد سوں کر ، دل کوں اپنی غرق خوں  
 گر تجھی ہے ، ہمت معنے بلند  
 دل نکو بردار و تباں سات بلند  
 جانے کا دونوں جہاں سو کر گذر  
 بیٹھے ذوالقرنین کی ، جاہات پر

—

ایک دن ، سب جگ کی پنچھی جانو  
 مل کر بیٹھے ، جمع ہو یک قہار پر  
 ہے ہر یک فرقہ ، میں یک بادشا  
 نہیں ہمن کوں بادشاہ ، سو کیا کیا

—

خاتمہ کی تاریخ لکھتے ہیں :—  
 جب کیا تاریخ کا ، دل میں حساب  
 تب ہوا میزان کیا خاصا کتاب

۳ - تصنف عاشقان :-

( آغاز )

کروں پاک دل ، ہور زبان پاک سوں  
نسا پاک ، اس عاشق پاک سوں

—

قصارا دسیا مجکوں ، یک بار کا  
گل و ہرمز ، اس شینخ عطار کا  
ہوا شوق پیدا ، منجھ بعد ازاں  
کہ دکنی زبان سو ، کروں ترجمان  
تافیہ کے لئے ترجمہ کو ترجمان کیا ہے -  
سال تصنیف میں لکھتے ہیں :-

دے اس کی تاریخ مجکوں عیاں  
پچھا نو اسے تصنف عاشقان [۱]

سنہ ۱۱۵۳ھ

—

[۱] دکن میں اردو -

تاریخ اردو قدیم -



## خاکی

سید محمد جمال الدین نام ، قادری لقب ، خاکی تخلص  
تھا ، قریب قریب ہر صنف میں شعر کہے ہیں ، ان سب میں  
خوبی زبان ، طرز ادا اور مضامین تصوف کا غلبہ ہے ۔ سغہ  
۱۱۴۱ھ میں مثنوی ” فیض عام “ لکھی ۔

جائز نہیں تھیں ، ہجر کی شب کی ، شکایتیں  
محبوں خصوص ، آج تو روز وصال تھا

---

اپنے معشوق سنگ ہو رہنا  
ایک دل ایک رنگ ہو رہنا  
حال واصل کا ، ہے یہی ” خاکی “  
دیکھہ دلبر کون دنگ ہو رہنا

---

احمد ، اگر ظہور نہ ہوتے جہان میں  
پائے خدا کی ذات کون ، کس کا مجال تھا

---

صدق ، میں صدیق اکبر ، کبریا  
زہد اور تقویٰ سستی او بے دیا

ہمیں عمر ، دائم عدل سوں بے بدل  
 اس صفت سوں ، اُن کوں حق نازل کیا  
 بے حیا کے سنگ نت ایمان قرار  
 صاحب ایمان عثمان با حیا  
 بے ولایت اور شجاعت جس پہ یاد  
 او علی مہیلی ہیں ابلیا  
 یو خلیفہ چار ، برحق جان توں  
 بے شبہ ، حق مرتبہ اُن کوں دیا

---

مست ہو کے خیال میں رہنا  
 گم اُسی کے جمال میں رہنا  
 ناقصوں کا ہے کام اے ” خاکی “  
 اپنے فخر و کمال میں رہنا

---

بلبل کوں ، گل سے مطلب ، خاروں کی کب ہے پروا  
 جو عشق میں دیا سر ، ماروں کی کب ہے پروا

---

حق کے متغی راز کا ، سن لے بیاں  
 پوچھ مت ہم ، سن تو اخبار بہشت

---

تاب گل ، ہم میں ، جو تصویر صنم کی دیکھیں  
 نقش ہوجائیں ، کہو دیکھہ اُسے دیوار کے سات

---

صنم کا ناز ، عاشق کی نیازی  
 نزاکت ہے ، نزاکت ہے ، نزاکت  
 ہوا ، جب کعبہ مقصود مشہور  
 زیارت ہے ، زیارت ہے ، زیارت

---

ہوش کہو ، منکو ہو رہا ہوں  
 دیکھ کر ، میں ترا ادا ، اے شوخ

---

پیو ، کل میں مکتیٹ ہو بالا  
 ہے او ظاہر ، نہان ، کچ کا کچ

---

ہشیار اے ، او ، بے خبر ، ہے جسم میں ترے ، یزید  
 یا مار کر غازی ہو توں ، یا مر کہ ہو اس سوں شہید

---

ہوں میں کل قید غیریت سوں ، خلاص  
 بلکہ دایم ہوں عینیت سوں خلاص  
 پیو سوں ، نا جدا ہوں ، نا شامل  
 ہو رہا ہوں میں عبدیت ، سوں خلاص

---

اب تلک ، منتظر ہیں ہم ، پیو کے  
 پیو نہ آیا نظر ، خدا حافظ

---

ہے نگہ بان ' در پہ ' مہوش کے  
سگ دربان سوں ' قاروں کب لگ

---

نیں ہے مجھوں خوف کچھ ' روز جزا  
یا محمد ' توں ہوا ہے جب کفیل

---

کیس کروں ' میں غیر کے اوپر نگاہ  
نیں جدا ' میری نظر سوں ' او صنم

---

نور سون رب کے ' محمد ہے عیاں  
ہے عیاں نور نبی سون ' کل جہاں

---

ہمارے سرکا چہتر ہے ' جمال ' اے " خاکی "  
دئے ہیں ' دست کون ہم ' سایہ دار کے ہاتھوں

---

ارے دل کی ہے روشنی ' جاگئے میں  
کہ ہوتا ہے مفلس غنی ' جاگئے میں

---

تری آنکھوں کی کیا کروں ' تعریف  
حوض کوثر کے ' خاص کانسے ہیں

---

ہوش دیکر ، کبھی کریں بے ہوش  
 پھر کبھی ، ہوشیار کرتے ہیں

---

بغدگی کون تو چھوڑ بیٹھا ہوں  
 مومن ، خدائی سوں موز بیٹھا ہوں

---

دلوں پہ نقش ہوا ہیٹا ، یار کے ہاتھوں  
 بگنی ہے صورت زیبا ، نگار کے ہاتھوں

---

’ خاکی ‘ سخن کہا ہے ، تصوف کے باب میں  
 کر غور ، اس کے شعر سوں ، انکار مت کرو

---

اصل تیرا ہے نام ، بسم اللہ  
 ورد کر ، صبح و شام بسم اللہ

---

کہوں ہے تجھ بنا مرا والی  
 جو کروں اس سوں داد و فریادی

---

جسکے ہر میں روز و شب دل دار ہے  
 بت پرستی سوں ، اُسے در گاہ ہے

عشق بازی میں کرے عاشق غرور  
کم نگاہی کی سزا درکار ہے [۱]

آزاد [۲]

فتیدائے نام : وطن حیدرآباد تھا ، اُن کی غزل پر ولی نے  
غزلیں لکھی ہیں -

( نمونہ کلام )

” آزاد “ سے لینا ہوں ، یہ مصرعہ مناسب  
جس سے کہ یار ملتا ، ایسا ہنر نہ آیا

سب صنعتیں جہاں کی ، ” آزاد “ ہکو آئیں  
پر جس سے یار ملتا ، ایسا ہنر نہ آیا

شعراے اورنگ آباد

۲۰ - ولی اورنگ آبادی

معتمد ولی نام ، اورنگ آباد کے رہنے والے تھے -

ولی دہلی بوی گئے تھے ، بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے  
کہ وہاں اُن کی بہت قدر ہوئی -

[۱] سالنامہ اخبار رہبر دکن - ( حیدرآباد دکن ) -

[۲] دکن میں اُردو - چغتائے شعرا -

” شاہ گلشن “ مشہور فقیر اور شاعر سے ، ملاقات کی اور  
اپنے اشعار سنائے ، انہوں نے صلاح دی کہ

” ایسے ہمد مضمین فارسی کہ بے کار افتادہ اند  
دو ریختہ بخار ببر از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت  
( تذکرۃ الشعراء - میر )

ولی کے کلام میں سلامت اور روانی اس قدر ہے کہ کہا  
جا سکتا ہے کہ وہ اس دور کے ” داغ “ ہیں - زبان کو  
خالص اردو بنانے کی پوری کوشش کرتے ہیں ، اپنا مطالب  
اس طرح ادا کرتے ہیں کہ سننے والا متاثر ہو جاتا ہے غزلوں  
میں سوز و گداز ، مثنوی میں روانی ، قصائد میں شکوہ ،  
رباعیوں کے اختصار میں تنصیل مسائل دور سے نمایاں ہیں -

کلیات ولی - نورالمعرفت ( تصوف میں ) ان کی تصانیف  
ہیں - بقول ” آزاد “ ولی سعد اللہ گلشن کے شاعر تھے - ولی  
کے شاگردوں میں بعض تذکرۃ نویسوں نے مرزا ” داؤد “ کا  
نام لیا ہے جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں :-

کہتے ہیں سب اہل سخن ، نس شعر کو من کر  
تجھہ طبع میں ، ” داؤد “ ، ” ولی “ کا اثر آیا

سنہ ۱۰۷۴ھ میں بمقام اورنگ آباد پیدا ہوئے اور سنہ ۱۱۵۵ھ  
میں احمد آباد ( گجرات ) میں وفات پائی -

کہتا ہوں ، ترے نائوں کوں ، میں ورد زبان کا  
کہتا ہوں ، ترے شکر کوں ، عنوان بیان کا

ہر ذرۂ عالم میں ہے ، خورشید حقیقی  
 یو بوجھ کے ، بلبل ہوں ، ہر اک غنچہ دہاں کا  
 جاری ہوئے آنچھو سرے ، یو سبزۂ خط دیکھ  
 اے خضر قدم ! سیر کر اِس آبِ رواں کا

---

کتابت بھیجی ہے ، شمع بزمِ دل کوں اے کاتب  
 پر پروانہ اوپر لکھ ، سخنِ مجھہ جانفشانی کا  
 عزیزانِ بعد مرنے کے نہ بوجھو تم ، کہ تنہا ہوں  
 لکھا ہوں ، پردۂ دل پر ، خیالِ اس یارِ جانی کا  
 شرابِ جلوۂ ساقی اِسوں ، مت کر منع ، اے زاہد  
 یہی ہے مقتضا ، عالم میں ، ہنگامِ جوانی کا

---

کیا مدھوش مجھہ دل کو ، انیلدی نین ساقی نے  
 عجب رکھتا ہے کیفیتِ زمانہ نیمِ خوابی کا

---

ہوئی ہے اُرسی جوگن ، ترے مکھ کے تصور میں  
 بھپھوتی مکھ پہ لیا ، دم مارتی ہے خاکساری کا

---

طالبِ نہیں ، ماہ و مشتری کا  
 دیوانہ ہوا ، جو تجھہ پری کا



تجھہ تل سے ، اے آفتاب طلعت  
ممنون ہوں ، ذرہ پـرزوی کا

---

، کھبت یار پے پروا کی ، سینے میں ہے ، رات ہو دن  
یہی مطلب ہے ، رات ہو دن نمازی ، ہو نیازی کا

---

شغل بہتر ہے ، عشق بازی کا  
کیا حقیقی و کیا مجازی کا  
آج تیری نگہ نے ، مسجد میں  
ہوش کھویا ہے ، ہر نمازی کا

---

چاہتا ہے اس جہان میں گر ، بہشت  
جا تماشا دیکھ ، اس رخسار کا  
آرزوئے چشمہ کوثر ، نہییں  
تشنگ لب ہوں ، شربت دیدار کا

---

کیا کرے تعریف دل ، ہے پے نظیر  
حرف حرف ، اس مخزنِ اسرار کا  
گر ہوا ہے ، طالب آزاد گی  
بند صت ہو ، سچہ و زناں کا

---

چھپیں ! ' بجڑ آنش خاموش لب یار  
مرہم نہیں عالم میں ' ' ولی ' داغِ جگر کا

---

روح بخشے ہے کام ' تجھے لب کا  
دم عیسیٰ ہے نام ' تجھے لب کا

---

اٹینہ تجبہ سے ہو کے ' ہم زانو  
حیرت افزا ہوا ہے ' گلشن کا

---

اس قد سے ' جس چمن میں ' وہ نو نہال ہوگا  
کیا سرو ' کیا صنوبر ' ہر اک نہال ہوگا

---

یاد آتا ہے مجھے جب ' وہ گلِ باغِ وفا  
اشک کرتے ہیں مکاں ' گوشہٴ دامن میں آ  
حسن تھا پردہٴ تجرید میں ' سب سوں آزاد  
طالبِ عشق ہوا ' صورتِ انسان میں آ  
درد مندوں کو بجڑ درد نہیں صیدِ مراد  
اے شہِ ملکِ جنوں ' غم کے بیابان میں آ

---

نقشِ دیوار کیوں نہ ہو ' عاشق  
حیرت افزا ہے ' پرفا کی ادا

اے ”ولی“، درد سر کی دادر ہے  
 مجھ کو، اس صندلی قبا کی ادا

---

دل عشاق کیوں نہ ہو، روشن  
 جب خیال صنم، چراغ ہوا

---

جو ”ولی“ ہے، مرجع ہر جز و کل  
 وہ مرا مقصودِ جان و تن ہوا

---

سینۂ بلبِل و قمری کو کیا، معشر درد  
 جبکہ اس سرو نے، سیرِ گل و شمشاد کیا

---

تب سے ہوا ہے، محفلِ لیلیٰ کی شکلِ دل  
 جب سوں، ترے خیال نے، دل میں گزر کیا

---

خدا دیا ہے مجھے، سو ہزار عجز و نیاز  
 جو سر سے پاؤں تلک، تجھ کوں شکلِ ناز کیا

---

صحنِ گلشن میں جب، خرام کیا  
 سرو آزاد کو، غلام کیا

غمزہ شوخ نے ، بہ نیم نگاہ  
کلم عاشق کا ، تمام کیا

ہے قد ترا سراپا ، معنئی ناز گویا  
پوشیدہ میرے دل میں ، آتا ہے راز گویا  
ہر یک نگہ میں تیرے ، ہے نفیستہ محبت  
ہر تار تجھے نگہ کا ، ہے تار ساز گویا  
ہے قبلہ دو ہمیشہ ، مکراب میں بھواں کے  
کرتی ہیں تیری پلکوں ، مل کر نماز گویا

پی کے ہوتے ، نہ کر تو مہ کی ٹٹا  
معتبر نہیں ہے ، حسن دور نما  
باعت نشہ دوہالا ، ہے  
حسن صورت کے ساتھ ، حسن ادا  
اے گل باغ حسن ، مکھ سوں ترے  
جلوہ پیرا ہے ، رنگ و بوے حیا

کم نما ہے نو جوان میرا ، بزرگ ماہ نو  
ماہ نو ہوتا ہے دائم ، اے عزیزاں کم نما  
مدعائے عاشقان ہر آن ہے ، دیدار یار  
یار کے دیدار بن ، دوجا عبث ہے مدعا

کیسیا عاشق کے حق میں ہے، نکاح گل رخاں  
گل رخاں سوں جگ کے پایا ہوں ”ولی“ یہ کیسیا

—

( نعتیہ )

لا مکان پر بنا احمد ، جو بغا بٹھلایا  
تب ملائک نے وہیں ، صلوا علیکم گایا  
حور و غلساں نے ، ترانے سوں ، وہ نغمے بولے  
قاب قوسین کا نوشہ ، تو ہے سب کو بھایا  
تھے براتی وہاں ، آدم سوں لگا ، تما عیسیٰ  
اور جبرئیل امیں ، گوندھے کے سہرا لایا  
حق نے ، لولاک لما حق میں مکتد کے ، کہا  
ان سوا ، کون سے مرسل نے ، یہ رتبہ پایا

—

کیوں ہو سکے ، جہاں میں ، ترا ہمسر ، آفتاب  
تجہہ حسن کی اگن کا ہے ، یک اختر آفتاب  
دیکھا جو تجہکوں ، آپ سے روشن جہاں میں  
سر سوں لیا ، نقاب زریں مکہ پر آفتاب

—

ترے جلوے سوں ، اے ماہ جہاں تاب  
ہوا دل سر بسر ، دریائے سیماب

—

ملہا وہ ٹلبدن جس کوں ' اے گلشن سوں ' کیا مطلب  
 جو پایا وصل یوسف ' اس کو بیراہن سوں ' کیا مطلب  
 سخن ' صاحب سخن کا ' سن کے ملنے کی ہوس مت کر  
 جواہر جب ہوے حاصل تو پھر معدن سوں ' کیا مطلب

---

ترے مکھ پر ' اے نازنیں ' یو نقاب  
 جھلکتا ہے ' جیوں مطلع آفتاب  
 ادا فہم کی ' دل کی تستخیر کوں  
 ترا قد ہے ' جیوں مصرعہ انتساب

---

مدت کے بعد ' آج کیا جو ادا سوں بات  
 کہلے سے اس لبان کے ' ہوئی حل مشکلات  
 دیکھ سوں مجھ کوں آج شب و روز نیک ہے  
 وہ زلف و رخ ' کہ جن سوں عبارت ہے دن و رات

---

زبان حال سوں کہتا ہے یو شمشاد ' ہر ساعت  
 پچیں گے قید میں ' اس قد کوں دیکھ ' آزاد ہر ساعت  
 بچے گا کب تلک ' اے طائر دل ' زور وحشت سوں  
 نگہ کا دام ' لے آتا ہے وہ میدان ' ہر ساعت

---

ہر درد پہ کر صبر ' "وہی" عشق کی رہ میں  
 عاشق کو نہ لازم ہے ' کرے دکھ سوں شکایت

---

لب ترے پر ، کہ روح کا ہے قوت  
 کاتب ناز نے ، لکھا ہے سکوت  
 جو ہوا داغ عشق میں ، اس کوں  
 تختہ لالہ سوں ، کرو تابوت  
 اے ” ولی “ سبڑا لب دلبر  
 خوشنمائی میں ہے ، لب یاقوت

—

روایت خضر سے ، پہونچتی ہے ، مجھ کو  
 کہ اُس کا خط ہے ، موج آب یاقوت

—

شوخی میرا ، بے میا ہے ، الغیث  
 صاحب چور و جفا ہے ، الغیث  
 وہ صنوبر قامت گلزارِ حسن  
 مکشور ناز و ادا ہے ، الغیث  
 اُس کماں ابرو کا ، ہر تیر بلا  
 جیوں خدنگ بے خطا ہے ، الغیث  
 پائسماں قاتل رنگیں ادا  
 خون عاشق جیوں حفا ہے الغیث  
 بلبل باغ وفا ہوں ، میں ” ولی “  
 وہ سراپا بے وفا ہے ، الغیث

—

آنکھوں کو تیرے دیکھنے کے ، گلشن میں گلبدن  
 نرگس ہوا ہے شوق سوں بیمار ، الغیث

—

ہے جلوہ گر صدم میں ، بہار عتاب آج  
 لیتا ہے ، اس کے ناز و ادا کا حساب ، آج  
 عالم کا ہوش کیونکہ رہے گا ، عجب ہوں میں  
 چوتا ہے اس کے نین سوں ، رنگ شراب آج  
 کیا ناز ، کیا غرور ہے اس نوبہار میں  
 دیتا نہیں ، سلام کا میرے جواب ، آج

---

جواں گری میں ، گرم ہے وہ شہسوار آج  
 سینے سے عاشقوں کے ، اُٹھے ہے غبار آج  
 بے شک کریگا ، خاطر عشاق باغ  
 آیا ہے التفات پہ ، وہ نوبہار آج

---

آخر کو رفتہ رفتہ ، دل خاکسار نے  
 تیرپی گلی میں ، آ کے کیا ہے مکان ، آج  
 شعلے کوں ، دل کے ہیچ ہے - جانا فلک اُپر  
 برپا کیا ہوں ، آہ سوں میں ، نردبان آج

---

بے تاب آفتاب ہے ، تب سوں جہان میں  
 دیکھا ہے تعجبوں ، جب سستی ، اے رشک نور صبح

---

زہ طرب ، کہ ہوا بزم عیش میں دم ساز  
 صدم کے لعل سوں ، یاقوت بے بہائے قدح



اگر اشارت ابرو ' کرے وہ ماہ تمام  
ہلال بزم میں ' ہو چرخ زن ' بجائے قدح

---

کیا ہے دفع ' مرے درد سر کوں ' رونے نے  
ہوا ہے حق میں مرے خون دیدہ ' صندل سرخ

---

ہمیشہ ہے ' بہار سرو آزاد  
نہ جائے ' دولت حسن خدا داد  
خلاصی کیونکہ پائے ' بلبل دل  
نسائے مہرباں ہے ' دام صیاد

---

گر آرزو ہے تجھکوں ' مقصد کے ٹل کا کھلنا  
تک بند کر زباں کو ' مکھ میں ' کلی کے مانا

---

گھلا ہے ' عقدہ دل ' تجھہ پاک کی سوزن سوں  
ترے نہیں کا ' اشارہ ہے ' قفل دل کی کلید

---

اے "ولی" ترک علائق ' دل کو ' لذت بخش ہے  
جیوں ہے ' دنیا دار کو ' فکر سروسامان ' لذیذ

---

یاد ، تجھے خط سبز کی ، اے شوخ  
 زخمِ دل پر ہے ، مرہمِ زنگار  
 بسکہ پایا ہے ، تجھے جفا سوں شکست  
 خانہٴ دل ، ہوا ہے ، آئینہٴ وار

---

شبیہ ، جو تجھے خط کو دیا ، مشکِ ختن ، سوں  
 عالمِ کون ، رہ آگاہ کیا ، اپنی خطا پر

---

میتِ تغافل کو راہ دے ، اے شوخ  
 جگِ ہنسائی نہ کر ، خدا سوں در  
 ہے جدائی میں ، زندگی ، مشکل  
 آ جدائی نہ کر خدا سوں در  
 عاشقانِ کون ، شہید کر کے ، صدم  
 کف ، حنائی نہ کر ، خدا سوں در  
 آرسی دیکھ کر ، نہ ہو مغرور  
 خود نمائی نہ کر ، خدا سوں در  
 اس سوں ، جو آشنائے دردِ نہیں  
 آشنائی نہ کر ، خدا سوں در  
 اے ” ولی “ غیرِ آستانہٴ یار  
 جبہٴ سائی نہ کر ، خدا سوں در

---

رحم بیجا ، ستم برابر ہے  
تو رقیباں آپر ، کرم مت کر

---

کیا درد کہے ، کون کہے درد مرا ، جا  
اے آہ ، مرے درد کی ، تو جا کے خبر کر

---

اے ” ولی “ آیا ہے ، وہ مقصود دل  
خانہ دل ، خوں سوں ، رنگ آمیز کر

---

صلحت کے مصور نے ، صباحت کے صحنے پر  
تصویر بنائی ہے تری ، نور کو حل کر

---

میں ، تجھے آیا ہوں ایساں بوجھ کر  
باعث جمعیت جان ، بوجھ کر  
رحم کر ، اس پر کہ آیا ہے ” ولی “  
درد دل کا تجھکوں ، درماں جان کر

---

جنون عشق ہوا ، اس قدر زمیں کو محیط  
کہ پارسا کو ہوئی ، موج بوریا زنجیر  
زبان قال نہیں ، طفل اشک کوں ، لیکن  
زبان حال ، سوں کرتے ہیں عشق کی تقریر

---

ان نے ، پایا ہے منزل مقصود  
 عشق جس کا ہے : ہادی و رہبر  
 ترک لذت کی ، جس کوں ہے لذت  
 شکر اس کو ہے زہر ، زہر شکر  
 آشنایاں کوں ، موج آب وفا  
 ہے محبت کی تیغ کا ، جوہر

---

ہوا نہیں ، وہ صنم صاحب اختیار ، ہنوز  
 بجائے خود ہے ، رقیبیاں کا اعتبار ہنوز  
 ”ولی“ جہاں کے نلستان میں ، ہر طرف ہے خزاں  
 ولے بحال ہے ، وہ سرو گلستان ہنوز

---

آزاد ، اپنے عشق سوں مت کر ، ”ولی“ کے تئیں  
 تیرا غلام ، جگ میں کہایا نہیں ، ہنوز

---

خواب میں دیکھا تھا ، تیری زلف کوں  
 دل میں ہے ، باقی پریشانی ، ہنوز

---

تشنہ ، آب زندگانی ہوں  
 بوسہ دیکر بجھا ، تو میری پیاس

---

اے ”ولی“ اس کا زہر ، کیوں اترے  
جن نے کھایا ہے ، تیرے عشق کا نیش

---

ذوق دیدار یار ہے ، جس کو  
طلب عشق میں سدا ہے ، حریص

---

جیوں گل ، شگفتہ دو ہیں ، سخن کے چمن میں ہم  
جیوں شمع ، سر بلند ہیں ، ہر انجمن میں ہم

---

شراب شوق سے ، سرشار ، ہیں ہم  
کبھو بے خود ، کبھو ہشیار ہیں ، ہم  
دو رنگی سے تری ، اے سرو دغا  
کبھو راضی ، کبھو بیزار ہیں ، ہم

---

اے آفتاب طلعت ، دل پر مرے نظر کر  
تا یک پلک میں ، آوے تجھہ پاس مثل شبنم

---

صنم کے لعل پر ، وقت تکلم  
دگ یساقوت ہے موج تہ-سم  
سنتی کے بعد ، عیش کا اُمید وار رہ  
آخر ہے روزہ وار کوں ، اک روز عید یہاں

---

دل ہوا ہے مرا ، خراب سخن  
 دیکھ کر ، حسن بے حجاب سخن  
 راہ مضمون تازہ ، بلند نہیں  
 تا قیامت کھڑا ہے ، باب سخن

---

گریہ عشاق سوں ، خفداں ہے ، باغ بزم حسن  
 مغز پرانہ سوں ، روشن ہے ، چراغ بزم حسن

---

خوبی اعجاز حسن یار ، اگر افشا کروں  
 بے تکلف ، صفحہ کافہ ، ید بیضا کروں  
 ہندوئے زلف پری رو ہے ، پریشانی فروش  
 بیچ دیوے مجھکوں ، سودے میں اگر سودا کروں  
 رات کو آؤں ، اگر ، تیری گلی میں ، اے حبیب  
 زیور لب ، ذکر ” سیدان الذی اسری “ لکروں

---

میری طرف سے ، جا کے کہو ، اس حبیب سوں  
 گر مجھ کوں چاہتا ہے تو ، مت مل رقبت سوں  
 اس بے وفا کی طرز سوں ، شکوہ نہیں ” ولی “  
 ہے جنگ ، رات دن مجھے اپنے نصیب سوں

---

پروانہ وار عشق میں تیرے ' جو جیو دیا  
اس کا کٹن ہے ' رشتہ شمع نگاہ سوں

---

سیہ روئی نہ لے جا ' حشر میں دنیاے فانی سوں  
سیہ نامے کو ' دھو لے بے خبر ' آنچھوؤں کی پانی سوں

---

میری طرف سوں ' جا کہو اس ماہ عالم باب کوں  
یک رات ' فرہں خواب کر ' مجھ دیدہ کم خواب کوں  
گر عشق میں آیا ہے توں ' اے دل ! گریباں پارہ کر  
لیتے ہیں ' اس بازار میں ' بے تابئی سیاب کوں

---

خدا یا ! ملے صاحب درد ' کون  
کہ میرا کہے درد ' بے درد کوں

---

اس کے قدم کی خاک میں ہے ' حشر کی نجات  
عشاق کے کفن میں رکھو ' اس عبیر کوں

---

بخشی ہے ترے نین نے ' کیفیت مستی  
تجہ مکہ نے ' خبردار کیا ' بے خبری کوں

---

کرے فردوس ، استقبال اس کا  
تصور جو کرے ، تیری گلی کون

---

فداے دلِ بے رنگیں ادا ، ہوں  
شہید شاہد گلگوں قبا ، ہوں  
گیا ہوں ، ترکِ رنگس کا تماشا  
طلبگارِ نگاہِ بے حیا ، ہوں  
سدا دکھتا ہوں شوق ، اس کے سخن کا  
ہمیشہ تشنہ آبِ بقا ہوں  
قدم اس کے پہ دکھتا ہوں سدا سر  
”ولی“ ہم مشربِ رنگِ حفا ، ہوں

---

میں عاشقی میں تب سوں ، افسانہ ہو رہا ہوں  
تیری نگہ کا جب سوں ، دیوانہ ہو رہا ہوں  
شاید وہ گلچِ خوبی ، آوے کسو طرف سوں  
اس واسطے ، سراپا ویرانہ ، ہو رہا ہوں

---

میں ، یو تجھے لبِ کون ، قلند بولا سوں  
لست کون ترے ، کھمبہ بولا ہوں  
قد کو تیری ، کہا ہوں سرو سپہی  
بات یو ، میں بلند ، بولا ہوں

---



تیرے خیال آنے کسی ، پاؤں اگر خبر  
سینے کوں ، داغ عشق سوں گلزار کر رکھوں

---

اے اگر ، وہ شوخ ستمگر ، عتاب میں  
جرات جواب کی ، نہ دھے آفتاب میں  
تیری نگاہ مست ، کہ ہے جامِ پے خودی  
رکھتی ہے کیفیت ، کہ نہیں ہے شراب میں

---

عباس ہے رنگ کی شوخی سوں ، اے شوخ  
بدن تیرا ، قبائے صندل میں

---

دل نے تسخیر کیا ، شوخ کوں ، حیرانی میں  
اُرسی ، شہرۂ عالم ہے ، پری خوانی میں  
دل بیتاب ، کہ اک آن نہیں اُس کوں قرار  
زلف دلداد سے ہمسر ہے ، پریشانی میں

---

کیونکہ سیری ہو ، حسن سے تیرے  
دھوپ کھانے سے ، پیت بھرتا نہیں

---

اے نبر جان دیدہ ، ترے انتظار میں  
مدت ہوئی پلک سوں پلک ، آشنا نہیں

---

مجھے ، گلشن طرف جانا دوا نہیں  
اگر گلشن میں ، وہ رنگیں قبا نہیں

---

مجھے کون ، تجھے بن کسو سے کام نہیں  
فکر ناموس و ننگ و نام نہیں  
صف عشاق کو ، بے کعبہ قسم  
بجز آوارگی ، امام نہیں

---

زندگی ، جام عیش ہے لیکن  
فائدہ کیا ، اگر مدام نہیں

---

خوش قداں ، دل کو ، بند کرتے ہیں  
نام اپنا ، بلند کرتے ہیں

---

خوبرو ، خوب کام کرتے ہیں  
ایک نگہ میں ، غلام کرتے ہیں  
کم نگاہی سے ، دیکھتے ہیں وہ  
کام اپنا ، تمام کرتے ہیں

---

ٹل مقصد کا ، ہار ڈالے ہیں  
نقد ہستی ، جو ہار ڈالے ہیں

کیونکہ نکلے ، برہ کے کوچے سوں  
 زلف تیری نے ، مار ڈالے ہیں

---

صدق ہے ، آب و رنگ گلشن دیں  
 پاک بازی ہے ، شمع راہ یقیں  
 جبکہ رویا ہوں ، یاد کر کے تجھے  
 چشم میری ہے ، دامن کُلچیں

---

زلف تری برہمن ، مکہ ہے ترا آفتاب  
 مکہ ہے ترا آفتاب ، زلف تری برہمن

---

ہے قصہ دراز کے ، سننے کی آرزو  
 اُس زلف تابدار کی ، تعریف سر کرو

---

مت تمہیں ، انتظار مہاہ کرو  
 مہاہ دو کو ، چراغ راہ کرو  
 سفر عشق کا اگر ہے ، خیال  
 ہمت دل کو ، زاد راہ کرو  
 سرخ روئی ہے ، عاشقان کی تمام  
 گر رقیبوں کو ، روسیاء کرو

---

اپنی خوبی کے ، اُتر طالب ہو  
 اپنے طالب کو ، چلیا نہ کرو  
 پادشاهوں میں ” ولی “ ہے مشہور  
 اس سوں ، چہرے کوں چھپایا نہ کرو

---

غفلت میں ، وقت اپنا نہ کہو ہشیار ہوشیار ہو  
 کب لگ رہے گا ، خواب میں بیدار ہو بیدار ہو  
 ” نو بہار عاشقی “ ہے جیوں سحر جگ میں عیاں  
 اے دیدہ ! وقت خواب نہیں ، بیدار ہو بیدار ہو

---

میوی طرف ، ساغر بکف آیا ہے ، وہ مست حیا  
 اے دل ! تکلف ہو طرف ، مستانہ ہو مستانہ ہو  
 میج کوں ، خمار ہجر سوں ، پیدا ہوا ہے درد سر  
 اے گردش چشم پری ، پیمانہ ہو پیمانہ ہو  
 اے عقل کب لگ وہم سوں ، یکجا کریگی خارو خس  
 آیا ہے سیل عاشقی ، ویرانہ ہو ویرانہ ہو

---

نرے حسن کو ، جس نے دیکھا تھیں  
 نصیبوں میں اس کے ، ندامت اچھو

---

مبادا محتسب ، سرمست ، سن کر تان میں آوے  
طلنبورا آہ کا ، اے دل بجا آہستہ آہستہ

---

وفاداری نے دلبر کی ، بچھایا آتش غم کیوں  
کہ گرمی ، دفع کرتا ہے ، گلاب آہستہ آہستہ  
”ولی“ مجھے دل میں آتا ہے ، خیال یار پرورا  
کہ جہوں انکھیاں منیں آتا ہے ، خواب آہستہ آہستہ

---

ہوا ظاہر ، خط روئے نثار ، آہستہ آہستہ  
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے ، بہار آہستہ آہستہ

---

کریاں ہے ابر ، چشم مری اشکبار دیکھ  
ہے برق بیققرار ، مجھے بیققرار دیکھ  
اے شہسوار تو جو چلا ہے رقیب پاس  
سیلے میں عاشقوں کے ، اُٹھا ہے غبار دیکھ

---

مجھکوں لگتا ہے ، اے پری پیکر  
آج تیرا جمال ، کچھ کا کچھ  
اثر بادۂ جوانی ہے  
کر گیا ہوں ، سوال کچھ کا کچھ

اے ”ولی“ دل کوں آج کرتی ہے  
 بوے باغ وصال ، کچھہ کا کچھہ

---

حشر کا خوف ”ولی“ کو تو نہیں ہے واللہ  
 ہے شفاعت جو وہاں ، احمد مختار کے ہاتھ  
 ہوا ہے جب سوں ، وہ نور نظر آنکھار سوں جدا  
 نہیں نظر میں مری ، تب سوں غیر بے خوابی

---

اس سخن سوں آشنا ہے درد مند  
 درد دوری ہے وصال دوستی  
 اے ”ولی“ ہرآن کر مشق وفا  
 ہے وفاداری ، کمال دوستی

---

طریقہ عشق بازال کا ، عجب نادر طریقہ ہے  
 جو گئی عاشق نہیں ، اس کوں مسلمان کر نہیں گنتے  
 گریباں جو ہوا نہیں چاک ، بے تابی کے ہاتھوں سے  
 گلے کا دام ہے ، اُس کوں گریباں کر نہیں گنتے

---

وہ راحت دل و جان ، جب وہاں مقام کیا  
 ہوا ہے درد ، دل و جان بے قرار کرے

میں اپنی آنکھوں کو ، واللہ فرس راہ کروں  
گزر بچو میری طرف کوں ، وہ شہسوار کرے

---

مست ہونا عشق میں تیرے ، صنم  
ناکسی ہے ، ناکسی ہے ، ناکسی  
باعث رسوائی عالم ، ” ولسی “  
مفلسی ہے ، مفلسی ہے ، مفلسی

---

اشک خوں آلود ہے ، سہامان طغرای نیواز  
مہر فرمان وفاداری ہے ، داغ عاشقی  
کر طلب ہے تجھکوں ، راز خانہ دل ہو عیاں  
آہ کی آتش سوں ، روشن کر چراغ عاشقی

---

دیکھا ہوں جب سوں ، خواب میں وہ چشم نیم خواب  
صورت خیر-ال و خواب ہوئی مجھکوں ، خواب کی

---

زلف نہیں ، تجھم مکھ پر ، اے دریائے حسن  
موج ہے یہ ، چشمت خورشید کی  
تجھم دھن کو دیکھ کر ، بولا ” ولسی “  
یہ کلسی ہے ، گلشن اُمید کی

---

ے عزیزاں ، سیر گلشن ھے گل داغ الم  
جنت احباب ھے ، معنی میں باغ زندگی  
کیوں نہ ہووے اے ”ولی“ روشن شب قدر حیات  
ھے ناکہ گرم گل رویاں ، چرخ زندگی

---

جسے عشق کا تیر کاری لکے  
اُسے زندگی کیوں نہ بہاری لکے  
نہ ہووے اُسے جگ میں هرگز قرار  
جسے عشق کی بے قراری لکے

---

تعریف اُس یری کی ، جسے تم سناؤ گے  
تا حشر ، اُس کے ہوش کوں ، اُس میں نہ پاؤ گے

---

نہ جاوے تجھکو چہوڑ ، اے گلشن ناز  
مرا دل بابل باغ وفا ھے  
مرا دل کیوں نہ جاوے ، اس گلی میں  
گلی ، اس دل دبا کی دل کشا ھے  
سجن کے حسن کوں ، تک غور سے دیکھہ  
کہ یہ اَئینہ ”معنی نما“ ھے  
نہیں واں آب ، غیر از آب خلتجر  
شہادت گاہ عاشق ، کربلا ھے



غنیمت بوجہ ملنے کوں ، ” ولسی “ کے  
نہاۂ پاکبازاں کیسیا ہے

— —

گر تجھکو ہے ، عزم سیر گلشن  
دروازۂ آرسی گھلا ہے  
یک دل نہیں آرزو سے خالی  
برجا ہے ، محال اگر خلا ہے  
تسخیر کیا ہے گوش گل کوں  
بلبل کا ، ” ولسی “ عجب نلا ہے

— —

عدم ہے ، تجہ دھن کا جگ میں ثانی ، اے پری پیکر  
اگر ” بالفرض والتقدیر “ ثانی ہے ، تو علقا ہے

— —

قد ترا ، رشک سرو رعنا ہے  
معنی نازکی سرایا ہے  
ساقی و مطرب ، آج ہیں ہم رنگ  
نشۂ بے خودی ، دوباہا ہے  
اس کے پیچوں کا ، کچھ شمار نہیں  
زلف ہے ، یا یہ موج دریا ہے  
سبب دل ربائی عاشق  
مہر ہے ، لطف ہے ، داسا ہے

— — —

اُشتابی، نہیں تو جانا ہوں  
 کیا کروں، دل اُداس ہوتا ہے  
 تجھ جدائی میں، نہیں اکیلا میں  
 درد و غم، اُس پاس ہوتا ہے

---

مرا دل، مجھ سے کر کے بے وفائی  
 پسند خاطر خوبیاں ہوا ہے  
 عزیزاں! کیا ہے پروانے کے دل میں؟  
 کہ جی دیتا اسے، آساں ہوا ہے  
 بزمِ گل، فراقِ گلِ رخاں میں  
 گریباں چاک، تا داماں ہوا ہے

---

دیکھ! اُس کی کلاہ بارانی  
 چاند پر، آج ابو آیا ہے

---

ظاہر ہوا ہے مجھ پہ، ترے ناز سوں منم  
 رنگیں بہارِ حسن، بہارِ عتاب ہے  
 پوشیدہ حالِ عشقِ رہے کیونکر، اے ”ولی“  
 غمازِ تارِ زلف، خمِ پیچ و تاب ہے

---

عاشقِ بے تاب سوں، طرزِ وفا  
 جیوں اداِ محبوب کی، محبوب ہے

لخت دل پر ، خط لکھا ہوں یار کو  
داغ دل ، مہر سر مکتوب ہے

---

”ولی“ ! جو عشق بازی میں ، حقیقت سوں نہیں واقف  
سخن اُس کا ، قیامت میں ، گل باغ ندامت ہے

---

غم نہیں ، مجنوں کو ، ہرگز اے ”ولی“  
خانہ زنجیر ، اگر آباد ہے

---

کہیں نہ ہو ، فوارۂ خوں ، جوش زن دگ دگ ستی  
ہر نگاہ تیرے خوباں ، نشتر فساد ہے  
آسمان اوپر ، نہ بوجھو چادر ابر سفید  
جا نماز زاہد عزلت نشیں ، برباد ہے  
سرو کی وارستگی اوپر نظر کر ، اے ”ولی“  
بارجود خود نمائی ، کس قدر آزاد ہے

---

عشق میں صبر و رضا درکار ہے  
فکر اسباب و فسا درکار ہے  
چاک کرنے جامۂ صبر و قرار  
دلبر رنگیں قبا درکار ہے  
زلف کو وا کر ، کہ شاہ حسن کون  
سایۂ بال ہما درکار ہے

عزم اس کے وصل کا ہے ، اے ”ولی“ !  
لیکن امداد خدا دہکار ہے

---

مت نصیحت کر ” ولی “ کو ، اے سخن ناآشنا  
ترک کرنا عشق کا ، دشوار ہے ، دشوار ہے

---

نہ سمجھو خود بخود دل بے خبر ہے  
نگہ میں ، اس پری دو کے ، اثر ہے  
مروت ترک مت کر ، اے پری دو  
محببت میں مروت معتبر ہے  
ترے قد کے تماشے کا ، ہوں طالب  
کہ راہ راست بازی ، بے خطر ہے

---

اگر پوچھ ، وہ بے پروا مرا ناؤں  
کہوں ” مشتاق وند لا اُبالی “

---

نثار اس کے قدم اوپر ، کروں آنچھواں کے گوہر سب  
اگر کرنے کوں دلجوئی ، وہ سرو خوش ادا نکلے

---

ہر اک نقش قدم سوں ، دستہ گل جلوہ پیرا ہو  
اگر سیر گلستان کوں ، وہ رشک صد چمن نکلے

---

چہرے اے شوخ ! طرز خود کاسی  
 مت ہو ، ہر دیدہ باز کا ، داسی  
 اے ”ولی“ ! غیر عشق ، حرف دیگر  
 پختہ مغزوں کے نزد ہے خامی

سجن ! تیری غلامی میں ، کیا ہوں سلطنت حاصل  
 مجھے ، تیری گلی کی خاک ہے ، تخت سلیمانی  
 ”ولی“ کون ، گر ترے نزدیک گئی دیکھ ، تو یوں بوجھ  
 لگی ہے صفحہ ہستی اُپر ، تصویر حیرانی

آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے ، اس کون  
 کرتی ہے نگہ ، جس قد نازک پر جوانی  
 مت دور ہو ، اک آن ، ”ولی“ پاس سوں ہوگز  
 اے باعثِ جمعیتِ ایامِ جوانی

جو میرے حال کی گردش کون دیکھے  
 ایسے گرداب گرداں ، یاد آوے  
 ”ولی“ ! میرا جنوں جو گئی کہ دیکھے  
 ایسے کسوے و بیاباں ، یاد آوے

اُس وقت ، مجھے دعوتِ تسخیر ، بجا ہے  
 جس وقت ، میرے حکم میں ، وہ عشوہ گر آوے

جامہ ملہیں ، غلچے کی ندن ، وہ نہ سکوں میں  
گُر بی کی خبر لہ کے ، نسیم سحر آوے

---

سرود عیش گاویں ہم ، اگر وہ عشوہ ساز آوے  
بجاریں طبل شادی کے ، اگر وہ دل نواز آوے  
جلوں عشق میں ، مجھکوں نہوں زنجیر کی حاجت  
اگر میری خبر لیئے کو ، وہ زلف دراز آوے  
”ولی“ ! اس گوہر کان حیا کی ، کیا کہوں خوب  
مرے گھر اس طرح آتا ہے ، جیوں سیلے میں راز آوے

---

ہالم میں ، ترے ہوش کی تعریف کیا ہوں  
ایسا تو نہ کر کام ، کہ مجھے پر سخن آوے

---

مستی نے تجھے نہیں کی ، بے خود کیا ”ولی“ کوں  
آوے جو بزم مے میں ، کیوں ہوشیار جاوے

---

دل چھوڑ کے ، یار کیونکہ جاوے  
زخمی ہے شکار ، کیونکہ جاوے  
جب لگ نہ ملے ، شراب دیدار  
انکھیاں کا خسار ، کیونکہ جاوے  
ہے حسن ترا ، ہمیشہ یکساں  
جلت سوں بہار ، کیونکہ جاوے

انچھواں کي ، اگر مدد نہ ہووے  
مجھہ دل کا غبار ، کیونکہ جاوے

—

کہاں ہے آج یارب ! جلوۂ مستانہ ساکسی  
کہ دل سوں تاب ، جی سوں صبر ، سر سوں ہوش ، لے جاوے

—

چمن میں جلوۂ گر ، جب وہ گل رنگیں ادا ، ہووے  
خـزانِ خاطرِ عاشقی ، بہارِ مدعا ہووے

—

آلودہ کیوں نہ ہووے دامان پاک زاہد  
جب دست نازنین میں ، جام شراب ہووے  
تیرے لبان کے آگے برجا ہے ، اے پری دو  
گر آب زندگانی ، موجِ سراب ہووے  
کیوں بے خودی نہ آوے ، اس وقت ، اے ”ولی“ مجھہ  
وہ سرو نازیبکر ، جب مست خواب ہووے

—

تجھہ رخ سے جب کلارے صبح نقاب ہووے  
عالم تمام روشن ، جیوں آفتاب ، ہووے

—

وہ ، محبت میں تری ، فانی ہوئے  
روز و شب ، جو محو چہرانی ہوئے

عشق میں، اُس رشک لیلیٰ کے، ”ولی“  
 مثل مجنوں کے، بیابانی ہوئے

---

عشاق کی تسخیر کوں، باز یہ بلا ہے  
 یا ناز مجسم ہے، کہ تصویر ادا ہے  
 یا لفظ ہے رنگین، ہم آغوش معانی  
 یا بر میں، گل اندام کے، گل رنگ، قبا ہے  
 جانا نہیں گلشن کی طرف، صبح وہ گلو  
 بوجھا ہے کہ، وہاں آہ میری باد صبا ہے  
 بیماری عاشق ہے، تجھے انکھیاں ستی لیکن  
 صد شکر کہ تجھے لب ملیں، ہر دکھ کی دوا ہے

---

تیری تعریف کرتے ہیں ملائک  
 تیرا تیری، کہاں حد بشر ہے؟

---

رگ جاں سوں، ہوا ہے خوں جاری  
 یاد تیری پلک کی، نشتر ہے  
 مکہ تیرا، بحر حسن ہے جاناں؟  
 زلف پر پیچ، موجِ عنبر ہے  
 تجھے بن، اے نور بخش محفل دل  
 چال مجلس، تمام اہل ہے

---



زندہ جاوید ، شہدا کیوں نہ ہوں  
 موجد آب بقا ، شمشیر ہے  
 کیوں نہ ہوے ، آب سر سوں ، تا قدم  
 جوہر کان حیا شمشیر ہے  
 کعبہ فتح و ظفر میں ، اے ”ولی“  
 شکل محرابِ دعا شمشیر ہے

---

کیا کہے حیراں تیری تعریف ، اے آئینہ دو  
 مر بمر تیرا سراپا ، ناز کی تصویر ہے

---

غیر حیرت ہے ، خبر اس آئینہ دو کی کسے  
 راز کے پردے میں ، جس کی خامشی آواز ہے  
 دو برو ہونے میں اس کے ، حال دل ظاہر ہوا  
 جلوۂ آئینہ رویاں ، کشف ہر راز ہے  
 درد مندوں کی نظر سوں ، اس کا گنا ہے بجا  
 جو ہرنگ طفل اشک عاشقان ، غناز ہے

---

کرنے کو ، سیر راہ حجاز و عراق عشق  
 عشاق پاس ، ساز و نوا سب نیاز ہے

---

ہے گل رعنا ، بہار حسن کا  
 ناز تیرا ، جو نیاز آمیز ہے

شوق کے مرکب کوں ' راہ عشق میں  
 اے سجن ! تری نگہ ' مہمیز ہے  
 تجھ تغافل سوں ' ہوا ہے رو نما  
 گریہ عاشق ' کہ خوں آمیز ہے

---

آج گلگشت چمن کا ' وقت ہے اے نوبہار  
 بادۂ گل رنگ سوں ' ہر جام گل لبریز ہے

---

ہم کوں شفیع معشر ' وہ دیں پناہ بس ہے  
 شرمندگی ہماری ' عذر گناہ بس ہے  
 دل لے گیا ہمارا ' جادو سوں وہ پری رو  
 دیوانگی ہماری ' اس پر گواہ بس ہے

---

اے صنم ! تیرے دھن کے شوق سوں  
 ہر کلی میں ' نغمۂ ناقوس ہے

---

دیکھنا تجھ قد کا ' اے نازک کمر  
 باعث خمیازۂ آغموں ہے  
 کہوں نہ ہو امید کا ' روشن چراغ  
 شمع معطلِ سابقِ مے نوش ہے

کیا تری زلف ، کیا ترے ابرو  
 ہر طرف سوں ، مجھے کشا کشا ہے  
 تجھے بن ، اے داغ بخش سینہ و دل  
 چمن لالہ ، دشت آتش ہے

---

مست جام عشق کوں ، کچھ غم تہیں  
 خاطر نامہ ، اگر ناصاف ہے  
 جب سوں ، وہ آتا ہے ہمراہ رقیب  
 درد مندوں کا مکان ، اعراف ہے  
 اے ”ولی“ ! تعریف اس کی ، کیا کروں ؟  
 ہر طرح ، مستغنی از اوصاف ہے

---

اے درست ! تیری یاد میں ، دل کو کمال ہے  
 نقش مراد آئینہ ، تیرا خیال ہے  
 آ اے مے دو ہفتہ ، مرے پاس ایک روز  
 ہر آن ، تجھے فراق کے سینہ پہ سال ہے  
 دے زمیں کا ، خال ہے زیغت میں اے صنم  
 تیرا ، جو مثل نقش قدم پائمال ہے

---

عشق کے راہ کے مسافر کوں  
 ہر قدم ، تجھے گلی میں منزل ہے

اے " ولی " طرز عشق آساں نہیں  
آزمایا ہوں ، میں کہ مشکل ہے

—

نشہ بخش عاشقان ، وہ ساقی کلفام ہے  
جس کی آنکھیاں کا تصور ، بے خودی کا جام ہے  
مت قدم رکھتے اس طرف ، اے زاہد خلوت نشیں  
غیرہ خوں خوار اس کا ، دشمن اسلام ہے

—

تلپا ، نہ بلد عشق میں تیرے ہوا ، " ولی "  
یہ زلف حلقہ دار ، دو عالم کا دام ہے

—

سراپا ناز ہے تو ، اے پری دو  
مجھے ، تیرے سراپا کی قسم ہے

—

وفا کر ، حسن پر مغرور مت ہو  
وفاداری ، بہار بے خزاں ہے  
" ولی " اس کی جفا سوں خوف مت کر  
جفا کرنا ، وفا کا امتحان ہے

—

تیری یہ زلف ، ہے شام غریباں  
جبیں تیری ، مجھے صبح وطن ہے

”ولی“ ایراں و توران میں ہے ، مشہور  
اگرچہ ، شاعر ملک دکن ہے

---

عارفان پر ، ہمیشہ روشن ہے  
کہ فن عاشقی ، عجب فن ہے  
دشمن دیں کا ، دیں دشمن ہے  
راہ زن کا چراغ روشن ہے  
عشق میں ، شمع رو کے جلتا ہوں  
حال میرا ، سبھوں پہ روشن ہے

---

کہو زاہد سے ، ”جاے اس گلی میں“  
اگر ، مشتاق فردوس بریں ہے

---

گلی میں ، اس ستمگر کے ، نہ جا اے دل نہ جا اے دل  
کہ جاں بازی میں آفت ہے ، قیامت ہے ، خرابی ہے

---

مناسی ، سب بہار کھوتی ہے  
مرد کا اعتبار ، کھوتی ہے  
کیونکہ ملنا صنم کا ، ترک کروں  
دلبری ، اختیار کھوتی ہے

اے ”ولی“ آب ، اس پری دو کی  
میرے دل کا غبار ، کھوتی ہے

---

شب فرقت میں ، مونس و ہمد  
بے قراری و آہ و زاری ہے  
اے عزیزان ! مجھ نہیں برداشت  
سنگ دل کا قراق بہاری ہے  
اب ”ولی“ نے ، یہ تیری صورت حسن  
منحہ دل اُپر ، اتاری ہے

---

عشق ، بے تاب جان گدازی ہے  
حسن ، مشاق دل نوازی ہے  
پاک بازوں سے ، یہ ہوا معلوم  
عشق ، مفسون پاک بازی ہے

---

تجہ سے ، ہرگز جدا نہ ہوں اے جان  
جب تلک ، تجہ میں زندگانی ہے

---

اے ”ولی“ ! رہنے کوں ، دنیا میں مقام عاشق  
کوچہ یار ہے ، یا گوشہ تلہائی ہے

---

مضطرب عشق سوں ہوں ، مجھکو ملامت نہ کرو  
تپش دل نے کیا ، رعشہ سیلاب مجھ

---

کھونکر بیتھوں گوشہ آرام میں ؟  
کھینچتا ہے ، وہ کساں ابرو مجھ

---

وفا دشمن نہ ہو ، اے آشنا دو  
وفا پر ہے ، مدار آشنائی  
مروت کے ہمیشہ ہاتھ میں ہے  
عنان اختیار آشنائی

---

بات رہ جائیگی قاصد ، وقت رہنے کا نہیں  
دل توپتا ہے ، شتابی لا خبر دلداری  
اے ”ولی“ ! اس بے وفا کی مہربانی پر ، نہ بھول  
دل کا دشمن ہے ، مگر کرتا ہے باتیں پیار کی

---

### مخمس

مشق کو ، اے دل ! سدا تجرید کی  
عاشقی ہے ، ابتدا توحید کی  
ترک مت کر ، گفتگو تفرید کی  
جس کوں ، لذت ہے سجن کے دید کی  
اس کوں ، خوش وقتی ہے صبح عید کی

چہب ہے تیری ، نشہ مہاے حسن  
 رنگ ہے تیرا ، چمن آراے حسن  
 ند ہے تیرا ، رحمت والاے حسن  
 زلف نیں ، تجھ مکھ پتہ ، اے دریائے حسن  
 موج ہے ، یا چشمہ خورشید کی

---

### ترجیع بند

مرے دل میں ، وہ سرو گلغام ہے  
 کہ جس شوخ کا ، خوش ادا نام ہے  
 رخ روشن و زلف مشکین یار  
 مجھ یاد ، ہر صبح و ہر شام ہے  
 خلاصی نہیں ، تا دم زندگی  
 نگہ شوخ کی ، جیو کا دام ہے  
 برہ مہن ، طلب مت کرو صبر کون  
 برہ ، دشمن صبر و آرام ہے  
 جو دل ، یار کی مجھکو دیوے خبر  
 نہیں دل ، وہ جشید کا جام ہے  
 سدا تجھ پری رو کی ، خدمت منیں  
 بھری درد مندوں کا ، پیغام ہے  
 شتابی خبر لے ، کہ بے تاب ہوں  
 ترے عشق میں ، بے نوا خواب ہوں

---



مدح شاہ وجیہ الدین

فکر تیری ہے ، آب دانش و ہوش  
 ہر گُل عقل ، تجھ سے ہے سیراب  
 اے تو ، مجھ سے فراست نام  
 دل ترا ، مطلب ہزار کتاب

—

ہر مسخر ، آفتاب کرتا ہے  
 تیرے درمے اُپر ، زرد افشانی  
 زندگی بخش ہے ، خیال ترا  
 یاد تیری ہے ، آب حیوانی

—

کیا کہوں ؟ گنبد شریف کو میں  
 اُج میں ہے ، فلک سوں وہ ہمسر  
 تجھ سے خورشید کوں ، وہ پایا ہے  
 کیوں نہ ہووے ، فلک سے بالا تر

—

قصائد

حمد - نعت - مغلقت

شکر اُس کا ، محیط اعظم ہے  
 وہ ہے ، سلطان بارگاہ ازل

جس کی ہمت کی ہے ترازو میں  
 دو جہاں ، مثل دانہ خردل  
 اس کی مجلس میں ، آہوا ہے کھڑا  
 صف آخر میں ، جو ہر اول  
 ہیں یہ چاروں ، ستون شرع متین  
 دیں گا ہے ، ان سوں مستقیم متحل  
 مشرق و مغرب و جنوب و شمال  
 سب کوں ، ان چار ذات سوں ، ہے بل  
 چار عنصر ہیں ، دین کے تن کے  
 چار دیوار باغ شرع نہچھل  
 ہیں یہ ، اسلام کے صکیفے پر  
 چار اطراف صورت جدول  
 ہر دو ، سلطان کشور گونین  
 ہر دو ، مقبول شہادہ روز ازل

---

عشق تیرا ہے ، موج طوفان جوش  
 جس سوں ، ہے عقل کی بنا میں ، خلل  
 دل ، جو تجھ زلف بیچ ، بند ہوا  
 کون کھولے ، یہ عقدہ لا حل

---

عاشقوں پر ، چلا ہے یہ غمزدہ  
 ہاتھ میں ، لے کے تیغ تیز اجل

---

## نعت

محمّد وہ کہ جس کے حق میں ”لولاک“  
 کہا ہے ، خالق املاک و افلاک  
 عجب گلزار ہے وہ مظہر کل  
 کہ ہے ، جس باغ کا ، خورشید اک گل  
 اسی کا ذکر ہے ، ایمان مومن  
 اسی کی یاد ، اطمینان مومن

---

ہوا جب چار باغ دین ، روشن  
 شریعت کا کھلا ، اس بیچ گلشن  
 سنواری ، گرد اس کے چار دیوار  
 حقیقت میں سمجھ ، ہیں یار وہ چار

---

## تعریف شہر سورت

عجب شہراں میں ہے ، پرنور یک شہر  
 بلا شک وہ ہے جگ میں مقصد دہر  
 اے مشہور اس کا نام سورت  
 کہ جاوے ، جس کے دیکھے سے کدورت  
 جگت کے آنکھ کا گویا ہے یہ نور  
 اچھو اس نور سوں ، ہر چشم بد دور  
 عجب قلعہ ہے وہاں ، اک باقرینہ  
 انگوٹھی میں دنیا کے ، جیوں نگینہ

---

## فراق کجرات

کجرات کے فراق سوں ھے خار خار دل  
 بیتاب ھے سینے ملیں ، آتش بہار دل  
 مرے سینے میں آکے چمن دیکھ عشق کا  
 ھے جوش خوں سوں ، تن میں مرے لالہ زار دل

---

## قطعات

( ۱ )

حسن دلبر کا ، خواب میں دیکھا  
 نور حق تھا ، حجاب میں دیکھا  
 خرد فنا ہو کے ، ذات میں ملنا  
 یہ تماشا ، حباب میں دیکھا

---

( ۲ )

گنج مخفی کی نہیں کنجی ھے ، بسم اللہ بن  
 قفل دل کھلتا نہیں ہیگا ، ہمارا آہ بن  
 رود نیل آنکھوں سوں جاری ھے ، ندی نالے ہیں آب  
 باولی ہو گئی ھے یوسف کی زلیخا ، چاہ بن

---

( ۱ )

اے جیو دو عالم کا ، ترے مکہ پہ فدا  
 محتاج تری ذات سوں ، سب شاہ کُدا  
 مجہ عاجز و بیکس پہ ، نظرِ رحم سوں کر  
 اے منظر ہو ناطر و منظر و خد

### منقبت حضرت علی

ہو ایک رنگ میں جو دیکھا ہوں ، چرخ کے نیرنگ  
 ہوا ہوں ، غنچۂ صنت جگ کے باغ میں ، دل تنگ  
 جہاں کے دل بدناں ، جلوۂ گر ہوے ہیں جہاں  
 اُڑاے اُن کی تجلی سوں ، عاشقان کا رنگ  
 ہو دستگیر مجھے ، یسا علی و لی اللہ  
 کہ اُس فلک نے کیا ہے ، کمال مجہہ کون تنگ  
 وہ شیرِ حق ، کہ جہاں میں وہ ناصر دیں ہے  
 کہ جس صدا سوں ہیں ، وحشی جنگل کے مست و تنگ

### مناج بیت الحرام

خلقت حق میں ، تو عرفاں کی نظر کھول کے دیکھ  
 ذرے ذرے کی بہتر ، یہاں ہے جدا اک عالم

اس کے مشتاق ہیں ، سب اہل زمین ، اہل سما  
شوق کا جس کے لیا ، چرخ پہ خورشید علم

---

مدح حضرت میراں مصطفیٰ الدین  
تو نے فراق نے ، عشاق کو کیا امداد  
غذائے خون جگر ، ہور لباس عریانی  
تجربہ اشتیاق کی آنش سوں ، سرفرازی دل  
کے پہ آگ کا شعلہ ہے ، تاب سلطانی  
تو نے چمن کی صبا ، گر کرے چراغ کوں گل  
گل چراغ دے ، جیوں گل گلستانی

---

مدح شاہ وجیہ الدین و روضہ  
چراغ یہاں کے ، ستارہ نمن ہیں ، گوداں نت  
دئے ہیں چرخ کوں ، تعلیم سببہ گردانی  
تو ہی طبع کوں ، دیا حق نے ، فہم پر مقصد  
تو ہی زبان کوں ، سزاوار ہے سخن دانی  
ہے ملک دیں میں ، تو ہی ذات کو شہنشاہی  
ہے نقد علم ترا ، سکھ مسلمانسی

---

#### مثنویاں

الہی ! دل اُپر دے ، عشق کا داغ  
یقین کے نین کوست ” گُگل ما زاغ “

چمن میں شوق کے ، دل کھول ، جیوں گل  
 اسی گل کے اُپر ، کہہ دل کوں بلبل  
 یہ دل معمور کر ، جیوں شیشہ دل  
 پریشانی نہ دے ، مانقہ سنبل  
 شتابی سوں ، دے اے ساقی مہرباں  
 برہ کا جام ، جیوں سورج درخشاں  
 کہ خورشید نبوت کے ، مدح میں  
 کفول کا دل کھلا ، سینے کے دج میں  
 میخانہ جگ کا ، جسے سر جوش کیا  
 اُس ہاتھ سوں ، عالم نے قدح نوش کیا  
 اُس سید عالم کوں ، جو دیکھا یکبار  
 یکبار کسی عالم کوں ، فراموش کیا

---

دکھتا ہوں میں دل میں ، درد جانکاہ ہنوز  
 اے شوخ ! نہیں ہوا تو آگاہ ہنوز  
 تجھ غم سوں ہیں ، گرچہ چشم پر آب ، ولے  
 سینے میں بجتا ہے ، آتش آہ ہنوز

---

کوئین ، حسن حسین کا ، مسنون ہے  
 اُس یاد سوں ، عشرت کا سن متحزون ہے  
 ایسوں کے اُپر روا دکھا داغ ، فلک  
 جس داغ سوں ، لالہ جگر پر خون ہے

---

## فردیات

بچ حق کے ، نہیں کوئی واقف ، ہماری آہ کا  
مدد ہے ، یہ دیوان بیتابی کی بسم اللہ کا

---

مذہب عشق میں ، تری صورت  
دیکھنا ہم کوں ، فرض عین ہوا

---

میں نہ جانا تھا ، کہ تو نادان ہے  
دل دیا تھا تجھ کو ، دانا بوجھ کر

---

اس نہانے کی ، سن خبر آیا  
چشمہ آفتاب گرم ، نکل

---

کیا غم ہے اس کوں ، گرمی خورشید حشر سوں  
بخت سیاہ ، جس کے سر اوپر ہے سائباں

---

گر تمنا ہے کہ ہوں روشن دلوں میں سر بلند  
مجھے سوں پروانے اُپر ہو ، موم دل اے شمع دو

---



کیا کام اس کوں ، پھر کے شراب طہور سوں  
پی ، جس نے تجھے لبیاں سے ، شرابِ دہر آتشہ

---

از بسکہ شکستہ دل ہوں ، غم سوں  
لکھتا ہوں ، شکست خط سوں نامہ

---

ای کعبہ دو ، کھڑا تو ہوا ، جیوں ادا کے ساتھ  
بہولے اکبریاں نے ، کہ ”قد قامت الصلوٰۃ“

---

لام نستعلیق کا ہے ، اس بت خوش خط کی زلف  
ہم تو کافر ہوں ، اگر بندے نہ ہوں ، اسلام کے

---

اس ملاحمت کے نون کی ، لذت  
جس کا دل ہو کباب ، سو جانے

---

جب کہ تو ، نین میں سماتا ہے  
جیو میرا ، آنکھار میں آتا ہے

---

مکہہ ترا ، بکھر حسن و زلفاں موج  
گردش چشم ، عین طوفان ہے

نچھہ طرف اکثر ہیں ، آہن دال رجوع  
دال ترا ، کیا ؟ سنگ مقناطیس ہے

---

شعلہ خو ، جب سوں ، نظر آتا نہیں  
تب سوں ، انگاروں پہ لوٹے ہے ” ولی “

---

### ضمیمہ

میوں ہوں ، تیرے فراق سوں ، اندھا  
مردمک ہو کے ، مجھہ نیں میں آ

---

سوز ، یار گداز ہے ، ہمدم  
مونس جان ہے ، آہ اور نالا

---

سبزۂ خط نے ، رخ یار کو ، بخشا ہے جلا  
دیکھو یہ رنگ عجب ، آئینہ پرواز ہوا

---

بیداد ہے بیداد کہ وہ یار نہ آیا  
فریاد ہے ، فریاد ، کہ غم خوار ، نہ آیا  
میں جیو کوں ، دکھیا عشق کے بازار میں لیکن  
ہیہات ، مرے جیو کا خریدار ، نہ آیا

آج کی دین ، مجھ کو خواب نہ تھا  
 دنوں انکھیاں میں ، غیر آب نہ تھا  
 آہ پر آہ کھینچتا تھا میں  
 آج کی رات ، کچھ حساب نہ تھا

---

وہ ہلال ابرو ، برنگ مرہا نہ  
 ان دنوں میں ، کم نما ہے ، الغیث  
 پائمال قاتل رنگیں ادا  
 خون عاشق ، بر ملا ہے ، الغیث

---

سجن کے غم سوں ، نکلتا ہے نالہ بیتاب  
 ہر ایک رگ سستی ، تار دباب کے مانع

---

دیکھے تھے داغ کے جلوے کوں ، جگر پر  
 کیا خوب ، اُنہا نقش ، عقیق جگہ پر

---

غنیست جان ، اس تن کے قفس میں ، مرغ دم ایذا  
 نہ پہونچے گا ، بغیر از شوق تا حب الوطن ہرگز

---

اس مٹاں سے ، تو بھاگ اے دانا  
جس مٹاں میں ، ہوے ہیں ناداں جمع

---

زلف و رخ ہے ترا ، جو لیل و نہار  
مچکوں ” واللیل والضحیٰ “ کی قسم  
یک قدم ، چھوڑ کر نہ جاؤنگا  
مچکوں ہے ، تیری خاک پا کی قسم

---

کم نکالی سوں ، دیکھتے ہیں ” ولی “  
کام اپنا ، تمام کرتے ہیں

---

سوز سوں ، عشق یار کے ، یاداں !  
جیوں شمع ، سر سوں گل کے ، جل جاناں

---

عشق کون ہے ، بے تابي و بے طاقتی دل  
بن عشق ، جو عالم میں ، فراغت سوں جیا ہے

---

رنے کیوں ہوش عاشق کا سلامت ، دیکھہ یو آفت  
تبسم ہے ، نگہہ ہے ، زلف ہے ، چہرا گلابی ہے  
ولی ” اس پرفا کے قون پر ، کیا اعتبار آوے  
کہ ظالم ہے ، دورنگی ہے ، ستمگر ہے ، شرابی ہے

سدا ہم کو ، خیال رنگ دے یار جانی ہے  
 ہمارے شیشے دل میں ، شراب ارغوانی ہے  
 تواضع کی توقع ، نونہالوں میں ، نہ دیکھ اے دل  
 کہ بے بسااری و شوخی لازم وقت جوانی ہے

—

### چار در چار

صنم سات ، جب آئے یاری لگے  
 یو دیکھ ، درد ، آ عمر ساری لگے  
 جسے عشق کا ، تیر کاری لگے  
 اُسے جیونا ، پھر کے بہاری لگے

### مستزاد

دل چھوڑ کے ، یار کیونکہ جاوے کہتے' ہے عیان  
 زخمی ہے ، شہزاد کیونکہ جاوے بسمل ہے یہاں

—

جس گرد اُپر ، پانوں دیکھیں تیرے رسولان  
 اُس گرد کو ، میں کھل کرے ، دیدہ جاں کا  
 اے بار خدایا  
 صدیق ہو من سوں

—

## قطعہ

’اے سون‘ مجھے جگر میں چھید ہوے  
 فاش‘ مجھے عاشقی کے بھید ہوے  
 اس سیہ دل سون‘ جا کہو یاراں  
 دو دیدے مرے‘ سفید ہوئے

---

## فردیات

اے پتنگ! جل کہ تجھ موے پیچھے  
 شمع‘ ثابت قدم ہے جلنے میں

---

عشق کرنا‘ تو ایک سین‘ کرنا  
 عشق دو تہور‘ بے حیائی ہے

---

مجھے ترا‘ جیوں روز روشن‘ زلف تیری‘ رات ہے  
 کیا عجب یہ بات ہے‘ یکہ تہار‘ دن اور رات ہے

---

آج دلبر نے‘ مجھے پیغام کیا  
 شکر اللہ‘ فلک نے کام کیا

---

شاخ گُل ہے ، یا نہال دِز ہے  
 سرو قد ہے ، یا سراپا ناز ہے

---

درد آہ شوق مشتاقان نہیں  
 خط نہیں یو حسن کا آغاز ہے

---

نبض عاشق میں ، تان کا ہے جیو  
 تانت بجنے میں ، راگ بوجھا ہوں

---

تو ہے حق سستی ، ہم زباں ، ہم کلام  
 ترا ، قاب قوسین ، ادنیٰ مقام

---

جب نقش ، اس صنم کا ، نقاش کھینچتا ہے  
 بازو کے ، کھینچنے میں ، وہ ہات کھینچتا ہے

---

دیکھ کر ، پانوں کی ترے ، مہندی  
 مجھکو ، تلووں سے آگ لگتی ہے

---

یار کو دیکھ ، میں ہوا قربان  
 اُس تجارت میں ، مجھ کو وارا ہے

---

’نا چنڈ کہوں‘ بات تری خوش شکلی کی  
 ’اے شرح‘ تیرے غمزے نے‘ جو کی سو بولی کی

---

### آرجیہ بند

مدح شاد وجیہ الٰہی

’اے تو متبادل سرور عالم  
 دے تو فہرست دفتر عالم  
 جنوہ کر تو نے آفتاب یقیں  
 تجھ سے سوں‘ روشن ہے پیکر عالم  
 علم ظاہر و علم باطن سوں  
 تو ہے عالم میں رہبر عالم  
 دل عرفان سرشت ہے تیرا  
 مظہر خلق و مظہر عالم  
 ہے زمین پر یہ آستان شریف  
 مرجع خلق و مظہر عالم  
 نام تیرا ہے‘ ورد صاحب درد  
 ذات تیری ہے معتبر عالم  
 دستگیری ہے تیری ظاہری نیت  
 جب کہ برپا ہو معشر عالم  
 ہے تیرے نام پر سدا قربان  
 روز و شب سال و مہ سر عالم



تجہہ اُپر جیوں سوچ ہریدہ ہے  
 مطلب جمائے ، مضمر عالم  
 اس زمانہ میں حق نے تجکوں کیا  
 بہتر خلق و بہتر عالم  
 اے امام جمیع اہل یتیم  
 قبلۂ رُستائ و جیۃ الدین

( نعت )

عشق میں لازم ہے اول ذات کون فانی کرے  
 ہو فنا فی اللہ دُئم یاد یزدانی کرے  
 یاد کے گزار پر ، دو نہیں کر ، ابر بہار  
 پیچ کپاسینے میں ، دل کون سغبستانی کرے  
 مرتبہ خلعت پناہی کا وہ پاوے گا جو گڈی  
 مثل اسماعیل اول جی کون قربانی کرے  
 جوش دے یک بارگی دریا کون دل کے لہو ستی  
 گوہر اچھوٹ کون ، دو دو رنگ مرجانی کرے  
 جو اپس تن کون جا دے عشق میں ہر صبح و شام  
 وہچہ کامل ہر سو جیسے مراد تابانی کرے  
 سرخرو ہو آبرو دو جگ میں پاوے اے عزیز  
 دل کون لوگو کر ، اول لومو سون جو پانی کرے  
 عشق کی آنش میں جا لے تن کون جو گڈی رات دن

وھچہ پاوے مطلب ”راضیۃ مرضیۃ“  
 محض لئہ جگ میں جو اعمال پنہانی کرے  
 عشق سون فارغ جو گئی وہ نکس اکبر ھے مدام  
 ساتواں کھینچا پر اگر ایوان کیوانی کرے  
 اپنے مطلب کے سون ، لیلیٰ کا وہی دیکھے جمال  
 عشق میں دل کو جو مجنون بیابانی کرے  
 حشر میں شیریں ہو وہ حق سون سنے شیریں بچن  
 شوق میں دل کون جو فرھاد کہستانی کرے  
 یا محمد دو جہاں کی عید ھے تجھ ذات سون  
 خلق کون لازم ھے جی کون تجھ پہ قربانی کرے  
 وہ چھ آزاد جو بازار میں تجھ حسن کے  
 بندگی میں اپ کو ، جیوں ماہ کنعانی کرے

---

دل جام حقیقت ستي ، جو مست ھوا  
 ھر مست مجازی سون ، زبردست ھوا  
 یہ باغ دسا ، نظر میں تنکے سون کم  
 اور عرش عظیم یگ تلے ، پست ھوا

---

ھے حسن کی اقلیم میں ، تون شاہ ھنوز  
 خوبی کا تری ، مشتری ھے ماہ ھنوز  
 اس وقت میں تو ھے ، مالک مصر بہار  
 یوسف کون ھے ، تجھ عزیز کی چاہ ھنوز

---

### حمد و نعت و منقبت

لے زبانوں پر تسو ، اول اول  
 نسام پاک خدائے عزوجل  
 لائق حمد نہیں ہے ، اُس بن اور  
 اس پر متنی ہیں ، اہل مثل  
 یاد اُسکی ہے ، سب اُپر اُلزم  
 شکر اُس کا ہے ، مدعاے سکل  
 آسمان اور زمیں کے ، سب ساکن  
 یاد کرتے ہیں اُس کون ہر پل پل  
 شکر اس کا ، محیط اعظم ہے  
 وہ ہے ، سلطان بارگاہ ازل  
 اسکے بپیتر ، اکر شاندار ہوں  
 روز معشر تلک ، سکون نہ نکل  
 بعد حمد خدائے پرہمتا  
 یاد کرد نعت سید مرسل  
 جسکی ہمت کی ہے تراو میں  
 دو چہان مثل دائۂ خرد دل  
 اُسکی مجلس میں ، آہوا ہے کبرا  
 صائف آخر میں جوہر اول  
 گر ہو وہ آفتاب ، نور عتاب  
 آسمان جائیں ، مثل موم یگہل  
 دیکھ ، اسکے چٹاں و عظمت کون  
 بادشاہ کا دنگ ،

مگر کہے بحر پر ، غضب کی نظر  
 مانیں چٹوں جل کے ہیتر جل  
 اُس فصاحت کے ، دے متحیکوں  
 نطق سہا بان عسارت مہمل  
 کلمیں سوں ، سنا ہوں یہہ نکتہ  
 عشق اس کا ہے ہادی اکمل  
 دیکھ اُس زلف و مکتہ کوں ، بے جا ہے  
 بحر اور برہیں عذیر و صندل  
 بعد اُس افتاب انور کے  
 چار ہیں اہل علم و اہل عمل  
 صاحب صدق و عدل و حیا  
 ایک سوں ایک اکمل و افضل  
 اُن کوں اصحاب میں سباق ہے  
 دین کوں جو کیے قبول اول  
 ہیں دجے وہ کہ دین کے بل سوں  
 کفر کے دست و پا کوں کیئے شل  
 ہیں تجے وہ کہ جن کے لہو سوں  
 رنگ پاک و کلام عز و جل  
 ختم خلفا کی کیا کہیں میں بات  
 جس کے رتبہ کا عرش پر ہے محل

## مدح شاہ وجیہ الدین

ہوا ہے خلق اُپر ، پھر کے ، فضل سبحانی  
 کیا ہے اُپر نے رحمت سوں گھر افشانی  
 یہ آب صاف میں گھر کوں دیکھہ ، خجالت سوں  
 صدف کے پیٹ میں گل کر ہوا ہے جیوں پانی  
 تمام پات ” یسبح بسمہ “ نے بحکم  
 زبان حال سوں کرتے ہیں ذکر سبحانی  
 قطار قطرۂ شبنم سوں ، آج سبزۂ خضر  
 لے سبکے ہاتھ میں ، کرتا ہے ادعہ خوانی  
 ہر اک طرف جو ہوئی ، بسکے ریش باران  
 کیا ہے آج تفرج نے جوش طوفانی  
 اس آب روح فزا کے کمال لطف کوں دیکھ  
 چہا ہے پردۂ ظلمت میں آب حیوانی  
 ہوئی ہے غلچہ نم ، جگ کوں بسکے جمعیت  
 عجب ہے ، اب رہے سبزل منیں پریشانی  
 ہر ایک قطرۂ شبنم ہے غیرت گھر  
 ہر ایک پات پہ برس جہو اُپر نیسانی  
 ادب سوں ، حضرت حق کے ، بسکے سستے ہے  
 ہر اک کلی ہے ، سو جیوں کودک دبستانی  
 چمن میں اُس کے کرم نے دیا ہے ، حکمت سوں  
 ہر ایک پھول کی پکھری کوں ، رنگ مرجانی  
 یہ لطف دیکھ ہوا ہے ، دماغ بسکے بحال  
 بدل ہوئی ہے اُنی ، حافظے سوں نسیانی

تمام ملک ہوا حق کے فضل سوں آباد  
 رہا نہیں نہ جگت میں نشان ویرانی  
 چراغِ کبود میں روشے کے جو ہوئے روشن  
 ہر اک چراغ ہے جیسوں آفتابِ نورانی  
 ہوا ہے بسکہ طراوت سوں ' یہ مژدہ سرسبز  
 ہر اک سفال پہ دستا ہے رنگِ ریکانی  
 ہے ملکِ دین میں ' تری ذات کوں شہنشاہی  
 ہے نقدِ علمِ نرا سکھ مسلمانہ  
 ہر اک کوں اس سوں ' خبر نہیں ہے جگ کے صفحے پر  
 تجھے جو کشف ہوئے رازِ ہائے پنہانی  
 دیا ہے حق نے تجھے جامع الکمالانی  
 عطا کیا ہے تری ذات کوں ہمہ دانی  
 عجب نہیں جو دے ' عقل کوں وہ آج سبق  
 جو اس جناب میں آ کر کیا سبقِ خوانی

#### مخلصات

تجھ قد نے مجھ نگاہ کوں عالی نظر کیا  
 تجھ مکھ نے شوقِ بدو کوں دل سوں بدو کیا  
 لب نے ترے ' عقیق کوں ' خونیں جگر کیا  
 مستی نے تجھ نین کی مجھے بے خبر کیا  
 دل کوں مرے ' بھوڑوں نے تری جیوں بھوڑ کیا  
 تجھ چشمِ نیرۂ باز کی جرات کوں دل میں رکھ  
 تیری بھوان کی تیغ کی دھشت کوں دل میں رکھ

پلکن کے خلیجوں کی صلیبت کون دل میں دیکھ  
 تیری نگہ کے تیرے ہی عیبت کون دل میں دیکھ  
 سورج نے تنہا اُس کا سانس سہرا کیا  
 ہے تجھ کوں مرتبہ منوں ، کیوں سوں بر توی  
 تجھ مکہ کون دیکھ دنگ میں : کیا حور ، کیا پری  
 ناعید میں کسی نے نہ دیکھی ، یہ دلبری  
 تجھ مہر کا ہوا ہے ، دل ، جان سوں ، مشتہی  
 جب سوں ، تیرے جمال پہ مہ نے نظر کیا

---

داؤد

مرزا داؤد ، داؤد ، اونگ آبادی ، کلم ، زبان ے ساتھ سہرا  
 و گداڑ میں ممتاز ہے - سن وفات ۱۹۸۸ء -

---

عزیزان ! خواب میں دیکھا ہوں ، آج اُس سہرا قامت کو  
 ہوا معلوم : وقت آیا : نے مودی صفاہی کا

---

ہوا ہے اب کیوں ، دیکھ مودی چشم کیوں  
 پیرا ہے شور دریا میں ، مے اس اشک جاری کا

---

قانون شناس ، نطق میں ہے یار کے موجود  
 اے دل ، نہ ہو محتاج طبیبان کی دوا د

سند پہ بس ہے تجھے مصرعے ولی ” داؤد“  
کہ تجھکو شرر قیامت سے بے نیاز کیا

---

مسند ہے اہل دل کو بساط زمیں کا فرش  
ہے بے ریا کو ، بوعے ریا ، نقش بوریا

---

لالہ رو کو دیکھ کر ، لالہ کا پھول  
داغ دل لے ہاتھ دکھلانے لگا  
ہجر میں ابرو کے ، ابر چشم رخ  
اشک کا برسات ، برساتے لگا

---

دیکھ تجھ جام چشم کا اک دور  
دل کے تئیں نشہ شراب ہوا

---

گل بدن ہنستا ہے ، مجھ رونے کو دیکھ  
خندہ گل گریہ شبنم ہوا

---

رنگ کاغذ ہوا ہے فاختہ  
جب لکھوں سزوقد کے تئیں مکتوب

---

کرو مت وعدہ کل جان من عشاق بیکل ہیں  
جو آپہ کل سوں بیکل ہے اسے کیا کام ہے کل سوں

---



ہے شراب و کباب و فصل بہار کوئی اس وقت میں پیا ؟ دو

---

کیوں نگہ کا قدم دھے بیجا  
مکہ پہ تیرے صنم صفائی سوں

---

بہر جام چشم مست جسے تم دکھاؤ گے  
تا حشر اُس کو ہوش سے اُس کے بھاؤ گے

---

محمّد مصطفیٰ کی یاد سیتی میرا دل قطعہ احمد نگہ ہے

---

اُس صنم کے خیال ابرو نے ناتواں مجھ کو جوں ہلا کیا

---

مجھے بزم میں ، رقیب عبث سرکشی نہ کر  
شعلہ پڑا ہے ، شمع پہ مجھ سے سوز آہ کا

---

کہتے ہیں عاشقان مرا 'حوال' دیکھ کر  
شاید تو دل دیا ہے کسی بیوقوف کے عات

---

دست رنگیں کو ، دیکھ کر تیرے  
رنگ مہلدی چہپا ہے پاتوں پات

---

کیونکہ میر چاندنی کرنے کو نکلے وہ صنم  
دیکھتے مہ کا تماشا ، آفتاب آتا نہیں

---

نیم اُس کا اوروں کے رضو کرنے سے افضل ہے  
کیا ہے جن نے حاصل خاکساری کی عبادت کو

---

مرا احوال ، چشم یار سے پوچھ  
حقیقت درد کی ، بیمار سے پوچھ  
مردے حال پریشاں کی حقیقت  
صنم کی زلف کے ہر تار سے پوچھ

---

اے زاہداں ! اُٹھاؤ جبین کو زمین سے  
جو سرِ نوشت ہے اُسے کان لگ مٹاؤ گے

---

#### عزت

سید عبدالولی ، سعداللہ سوہتی کے بیٹے تھے - ۱۱۱۰ھ میں  
پیدا ہوئے - فارسی اور بہاشا میں بھی شعر کہتے تھے - موسیقی  
اور مصوری میں مہارت رکھتے تھے - ۱۱۶۳ھ میں دہلی آئے اور  
خان آرزو کو کلام دکھاتے رہے کچھ عرصے بعد اورنگ آباد جا کر سکونت  
اختیار کر لی - ۱۱۸۹ھ حیدرآباد میں وفات پائی اور وہیں میر مومن  
کے دائرے میں دفن ہیں -

---

سیدہ روزی میں ، میری قدر کہ احباب کیا جانیں  
اندھیری رات میں ، اس کم کوئی پہچانتا ہیگا

---

اس کم پہنچتی خبر ، کہ مہتا ہوں  
نسی دشمن سستی سل۔۔۔ عوہ

---

بجز رفاقت تنہائی ، آسا نہ رہا  
سوائے بے کسی ، اب اور آشنا نہ رہا

---

جلایا مصحف دل تو نے ، کیوں برق نفاہل سے  
جو سچ بولیں ، تجھے جھوٹی قسم کھانے کے گاہ آتا

---

”عزمت“ گمان یوں تھا ، نہ جل کر ہوا بے راختہ  
پھر دود کہ دل میں ، مرا دیدہ نہ کیا

---

کدھر بہتا بہتا ہے ، اے گدیہ غم  
کہ آنکھیں سے ، تیرا خبیثا ہوں میں

---

چین ابروے سجن میں ، مرا دل الجھا ہے  
دل کھلے کہ کبھی ، دونوں میں گہ پو جائے

---

سدا رہے گل کہاں ، سونے پڑے ہیں گلستاں اپنے  
گٹی ہیں بلبلوں کیدھر ، چلا کر آشیاں اپنے

دیکھ مت رنگیں چمن کو ، دل مرا غمناک ہے  
گل کے ہانہوں ، خون بلبل کا ، گریباں چاک ہے

اے بلبل ! اتنی روکے دعا ، ہر سحر تو مانگ  
حق تیری آہ سرد ، چمن کی ضیا کرے [۱]

### سراج

سراج الدین نام - قوم سید ، اورنگ آباد وطن تھا ، اورنگ آباد  
کے مشہور بزرگوں میں تھے ، فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں  
مشق سخن کرتے تھے -

بعض اہل راء کے نزدیک اس دور میں ولی کے بعد تمام  
خصوصیات میں سراج کا دوسرا درجہ ہے -

فارسی اور اردو کے دو دیوان ہیں - حمزہ دکنی کے شاعر  
تھے [۲] سنہ ۱۱۲۷ھ [۳] میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۱۷۷ھ میں [۴]  
وفات پائی -

[۱] چمنستان شعرا -

[۲] تذکرہ میر حسن - نکات الشعرا - میر تقی -

[۳] تاریخ زبان اردو -

[۴] چمنستان شعرا -

نوٹ — ” بوستان خیال “ نام کی ایک مثنوی بھی ان کی طو  
منسوب کی جاتی ہے - اپنے دیوان کا ایک انتخاب بھی طیار کیا تھا - مرتب -

تجھ بنا ، اے 'سراج' ، بعد ولی  
کبھی صاحب سخن ، نہیں دیکھا

---

شکر للہ ، ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا  
شیوہ جور و ستم ، فی الجملہ کم ہونے لگا

---

دورے نہیں ہیں سرخ ، تری چشم مست میں  
شاید چوہا ہے خون ، کسی بے گناہ کا

---

آہ سوزاں سے مرے ، دامن صکرا میں 'سراج'  
قبرِ مجنوں پہ ، چراغِ نل ہوا تھا مہ ہوا

---

یار کا دیدار با کر ، اے 'سراج'  
شکرِ رحمن کرے ، قہ واصل ہوا

---

تیا پیا ، شراب کا پیدائہ ، پیا ہوا  
دل کی دیرے جوت کا کاجل ، دیا ہوا

---

تجھہ قبا پر ہے ، نوکسی بوٹا  
کویا نوکس کا پہوئل ، ابھی توٹا

---

لعل تیری بھوون کے ، سچے ہیں  
کیوں نہ یاقوت کو ، کہوں جھوٹا

عشق میں شوخ سنگدل کے ، ” سراج “  
شیشہ ناموس و ننگ کا ، پھوٹتا

---

سب جگت دھونڈتے پیرا ، پیو کو نہ پایا ہرگز  
دل کے گوشے میں ، مکان تھا مجھے معلوم نہ تھا

---

تو احد ہے ، نام تیرا احمد ہے میم ہے  
زیب پایا ، تجھے صفت سوں ، ہر ورق قرآن کا

---

نہیں ہے تاب مجھے ، سامنے ترے جانناں  
کہاں ” سراج “ کہاں آفتاب عالستاب

---

شہید خنجر الفت ، ہوا ہوں  
سلامت ہے ، سلامت ہے ، سلامت

---

نیں حقیقت میں حسن و عشق جدا  
طوق قسری ہے ، طرۂ شمشاد

---

اے ” سراج “ آرزوے قند نہیں  
شعر تیرا ہے ، جون نبات لذیذ

---

ہائے وہ گئی ، دل میں دامنگیر یوں کی آرزو  
سبزۂ تربت سرا ہے پنچنے لگا ہوا حضور

---

کیا شراب محبت نے ، دل کے خم میں جوش  
عجب نہیں ، جو قیامت تلک رہوں بیہوش

---

جام سے الست ہے ، بیخود ہوں اے ” سراج “  
دور شراب ، شیشۂ پومل سے ، کیا غرض

---

عجب وہ سرو گلزار ادا خوش قد ہوا واقع  
پر بلبل ، نشان گل کو دست دہ ہوا واقع

---

شعلہ خو ، جب سے نظر آتا نہیں لوگتا ہے تب سے ، انگڑوں پہ دل

---

مجھے نگین داغ دل پر ، نقش ہے حرف وفا  
عشق کی اُمت میں ہوں ، مہر نبوت کی قسم

---

کافر ہوا ہوں ، دشتۂ زنا کی قسم  
تجھہ زلف حلقہ دار کے ، ہر تار کی قسم  
ہرگز مریض ہجر کا ، بن وصل نہیں علاج  
اس کے ادا کی نرگس بیمار کی قسم  
درشن دکھا کے ، آتش غم کو مری بجھا  
میں نشہ لب ہوں ، درشن دیدار کی قسم

---

ۛ بیچہو ، خود بخود کرتا ہوں تعریف اس کے قامت کی  
کہ یہ مضمون ، مجھکو عالم بساا سے آتے ہیں

—

کیا چلے ، دام نگاہ مہربانی سے ترے  
صید ہو جاویں یہاں ، صیاد کی صیادیاں

—

یاد رکھ اے دل خوں گشتہ ، کہ جوں نکمہ لعل  
جامہ زیبوں کے گریباں کا گلو گیر نہ ہو

—

مدت سے تم ہوا ، دل بیتانہ اے ” سراج “  
شاید کہ جا لگا ہے ، کسی آشنا کے ہاتھ

—

تم پر فدا ہیں ، سارے حسن و جمال والے  
کیا خط و خال والے ، کیا صاف گال والے

—

: تیر عشق میں ، نہ جنوں رہا ، نہ پری رہی  
نہ تو رہا ، نہ تو میں رہا ، جو رہی سو بے خبری رہی  
بے خودی نے عطا کیا ، مجھے اب لباس برہنگی  
نہ خرد کی بخیہ گری رہی ، نہ جنوں کی پردہ دری رہی  
سمت غیب سے اک ہوا ، کہ چمن سرور کا جل گیا  
مگر ایک شاخ نہال غم ، جسے دل کہیں سو ہری رہی  
تغافل پیار کا ، گلہ کس زباں سے بیاں کروں  
کہ شراب حسرت و آرزو ، خم دل میں تھی ، سو بھری رہی



کیا خاک آتش عشق نے ، دل بے نہاے ” سراج “ کو  
نہ خطر رہا ، نہ حذر رہا ، مگر ایک بے خبری رہی

( رباعی )

تجہ غم میں ہے ، رنگ زردیاں میرا  
دشوار ہے ہر کسی کو پاناں میرا  
درکار نہیں ، کہ تجہ گلی میں جاؤں  
آناں تیرا بھی ہے ، جاناں میرا

مادام

( میر ، عبدالکئی نام ، مصاص الملک خطاب ، اورنگ آباد  
وطن تھا ، سلطنت دکن میں سب سے پہلے ” قلمدان بردار  
تھے “ [۱] -

کلام میں ذومعین اور ایہام کا عنصر غالب ہے - سنہ ۱۷۲ھ  
میں وفات پائی :-

اک آن میں ، حیف کہل گئیں یہ آنکھیں  
پیر موند پلک ، میں وہ نہ دیکھا رویا

از بسکہ تم ، اب عشق کی سیکیں گھاتیں  
سب بھول گئے شادی کی باتیں

مجھے ، کُر جاں کفی کا حکم ، وہ شیریں دہاں کرتا  
 کہا اس کا ، خدا کی سوں ، اڑے یارو بچاں کرتا

نہیں کھلتا ، بہار و باغ سوں دل  
 یہی عقدہ ، مجھے مشکل رہا ہے

### شیدا

نوازش علی ، شیدا - کلام میں روانی کافی ہے ہندی کا  
 غلبہ کم ہے - ان کی دو مثنویاں مشہور ہیں - ۱ - اعجاز احمد -  
 حضرت رسول اللہ صلعم کی سوانح عمری ، دو جلدوں میں  
 ۲ - روضۃ الطہار - واقعات کربلا کو نظم کیا ہے -

لکھے راویاں ہیں ، روایت صحیح  
 میں کرتا بیاں ہوں ، سنو تم صریح  
 کہ بیٹھے تھے ، اک دن امام الرسل  
 مہاجر و انصار حاضر تھے ، کل  
 یہودی اک ، آتا ہے با احتشام  
 تیا نام اُس کا ، عبداللہ ابن سلام  
 شرافت میں اُس سا نہ تھا دوسرا  
 اتھا عقل میں ، علم میں ، وہ دسا [۱]

اول ، حمد خدا سے ہو سرافراز  
 کروں میں ” روضۃ الطہار “ آغاز

دو عالم : نام پر ہے اُس نے شیدا  
شہادت کا نیا عالم وہ پیدا

دیکھے عباس ' سرور کے علمدار  
مورے بھائی پڑے ہیں سارے بیمار  
کسی کا سر نہیں ہے تن کے اوپر  
کسی کے مات کت کتے ہیں ' سراسر  
کسی کا تن ہے ' سب زخموں ستمی چور  
پورا نزدیک کوئی ہے ' کوئی دور [۱]

وقت [۱]

نورالعین ' وقت - ان کے کلم میں صائی ہے ' آورد اور  
تصنع کا عنصر غالب ہے ' ذومعنی النافذ اکثر استعس کرتے ہیں -  
آئی ہے بڑے خوں مجھے اُس "لہزار" میں  
اے باغباں ! یہ کس کے شہیدوں کا تہیمت ہے

تجھے دماغ نہیں تو مجھے ہٹنے کا  
کس سے پوچھ نہ کیا حال ہے فتنے کا  
بہار دیکھی ہے س باغ کی ' خزاں دیکھی  
کوئی بھی ایک قباہی نہیں زمانے کا

[۱] روشہ "لہزار" -

[۲] وقت ' شفیق اورنگ آبادی نے ہم عصر فیہ -

ففس میں دھوم مچا خوب سی تو مرغ اسیر  
کہ تجھکو فکر نہیں کچھ بھئی ، تب دانے کا

---

### عزیز

عزیز اللہ ، عزیز ، اورنگ آبادی ، اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے -  
مجھ ناتواں میں کیا سکت ، جو بولیں ولیاں کی صفت  
” عاجز “ عزیز اللہ پر دکھن کے سب پیراں ، مدد

---

دوتا نہیں ہوں بانک و کٹاری کے زخم سے  
بانکی نگاہ دیکھ تری تال گیا ہوں میں

---

### عاشق

میر یحییٰ نام ( ' عاشق علی خاں ' خطاب ) برہان پور  
دکن کے رہنے والے تھے - کلام میں ایہام کا عنصر غالب ہے -  
طبییب عشق میں پوچھا زلیخا نے علاج اپنا  
کہا تجھ پر بھلا ہے سورۃ یوسف کا دم کرنا

---

جام کو لب سے آشنا مت کر نام اس کا ، پیا ، کتورا ہے

---

جیت ہے میری عشق بازی میں  
جب سے دلبر نے مجھ کو ہار دیا

---

جس وقت جان نکلی ، مجھ پاس دوا ہی نہ آیا  
شمشیر قیدی ، اک دم ، بیدار تھی تھی میرے پاس

---

صاف دل اُسی سا کوئی نہیں  
ایک ، منہ پر لکھی اشدائی ہے

---

نکلے ہیں اُجلے بال ، چلتے ہیں تب سے تم  
بڑھوں کے بیچ ، ہم بھی جوان چلندے ہیں

---

”مہدی“

مستند سرکاری ، مہدی ، میر دولت سی فوج میں مقرر  
تھے ، مہاتموں کے مقابلے میں سنہ ۱۹۷۳ء میں مارے گئے - سید  
عبدالولی ” صاحب “ نے شاکر تھے - نظم میں آورد زیادہ ہے -

---

نان ، داغ دل ہمارا : تب ، انکھوں کا شاک  
عشق کی دولت سے تم نے خواب اچھے خواب پڑے  
چار دن بچپن پر قیداست آئی  
”مہدی“ حیرت نے کہ تیرا خضاب تک نہیں دیا

---

ہر کسی مکہم کا تاب دیدہ ہوا  
میں جہو آئینہ تاب دیدہ ہوا

---

نہم جوشی ستی خورشید لقا گھر سے نکل  
ہو گئی صبح ، دم سرد کے بہرتے بہرتے

---

کے ہے آج چشمِ غنڈلیہاں روشن ، آئینہ  
ہوا ہے اُس کے عکس دو سے رنگ گلشن ، آئینہ

---

### مرزا

محمّد بیگ یا محمد علی بیگ ، مرزا ، دکن کے باشندے  
تھے ۔ مضمون آفرینی کی کوشش کرتے ہیں ، طرز ادا میں  
بیساختگی زبان میں شیرینی ہے ۔ ان کے شاگردوں میں مہر علی  
” مہر “ مشہور ہیں ۔

---

مرا غم نامہ ، اے قاصد ! سجن کے ہاتھ دو ، دیجو  
یہی مضمون ہے اُس کا کہ انجواں میں لکھو ، دیجو

---

” مرزا “ کو آج حاجت قاصد نہیں رہی  
پیغام بھیجتا ہے نگاہِ رسا کے ہاتھ

---

### مہر

مہر علی ، مہر ، اورنگ آباد کے رہنے والے اور مرزا کے شاگرد  
تھے ۔ کلام میں زندانِ مضامین اکثر لاتے ہیں ۔

---

پتہ نماز با دیا ، ہو وقت ہندوں کو نہ چھو  
تجربہ کو اے زائد پوائی کیا پتی ؟ اپنی نئی  
میکدے کی راہ ، اے زائد ! نہ جا : جاے خضاب  
وند داڑھی کو تہی دیہیں گے "ئی سے لہجہ

---

خاک ہونا کیمیاے عشق کی تدبیر ہے  
پارہ بیتابی دل مارا ، اسید ہے

---

آبرو پائی شجاعت نے عطاے خضر ہے  
موج ، لٹش بوریائے جوش شمشیر ہے

---

نیش روئی سے ہوئی زائد کو نیاسی تیرش  
اس بہانے اس کو میں دارو پٹاؤں تو مہی

---

دیکھ چشم "مہر" ہے ، اے باغیاں ! وقت خزاں  
عذلیہاں پہ کھل ہو یہ بہاؤں پھر نہاں

---

### ظہا

مرزا عطا ، غریبا نے سڈ "م" میں وفات پائی - آج نے  
کلم میوں مریدوشی کے مضمون انشائیے ہیں -

---

دیکھتے ہی اس کے حظ کی شان ، دل مرجھا گیا  
اس دھڑپ کو دیکھ آنکھوں میں اندھارا چھا گیا

---

تجھے کیا یاد ہے ساقی دو عالم بے حجابی کا  
ادھر تو جا کا ہنسنا اُدھر رونا گلابی کا

---

ادھر تو تم بھڑوں کو تان کر تیوری چڑھاتے ہو  
ادھر میں دل میں ' بسم اللہ بسم اللہ ' کہتا ہوں

---

کرنا ہے حشر برپا ، ساقی سے جلد کہنا !  
گردن اُٹھا اُٹھا کر شیشے کا دیکھ رہنا

---

اے ساقی ! غم کی ماروں کی تسلی کر شتابی سے  
گلابی کا بھرا آنا ہے منہ دو بے حجابی سے

---

رنگ اُڑ گیا سمن کا ، نرگس بھی تک دھبی ہے  
گلشن میں گلاب بن کھچڑی سی پک دھبی ہے

---

ندی تنکھوں کو ، ساقی ! دیکھ شاید جان جاتی ہے  
گلابی بیٹھی ، منہم میں جام کے ، پانی چراتی اہ

---



### فضلی

شاہ فضل اللہ ، فضلی ، اورنگ آبادی بڑے پائے ے درویش تھے  
اور غازی الدین خاں فیروز جلدگ ان کے بڑے معتقد تھے ۔  
شاہ صاحب فارسی میں بھی شعر کہتے تھے ۔ کلام میں 'یہام' کی  
کثرت ہے ۔

—

دیکھا ہوں نیم جاں جانان تصدق تجھ پہ کرنے کو  
کہا سب تن کو میں درپن ، اچھوں درشن نہ پائے ہیں

—

دو بھواں دیکھ کر کہا میں یوں  
دو ٹھٹھری رات دن میں آئی کیوں

—

تجھ ملاحات کے لون کی لذت  
جس کا دل ہے کدب ، سو جانے

—

مصرعہ کی تری تصویر کو جانے نہ اب نہیں ہے  
لڑا دے ایک سارا چاند چہرے کے مٹانے نہ

—

زلف کے سنسے ے صلب نہ  
بیچ دے کہ مرید کیسے عین

—

## مغور الدولہ

امراے دین کے درباریوں میں تھے - کلاہ میں گداز اور صفائی  
دونوں موجود ہیں -

گریباں چاک مطعون جہاں بدنامِ عالم ہو  
پیرے خاک اس طرح کے ، ہاے ! اسرائیلی کے جینے میں

صلم نے میرے سخن کو سن سن ، کہا کہ اتنا نہ مضطرب ہو  
جو ابعدا کو نہیں سمجھتا ، تو کیا خبر ہوگی انتہا کی

## شفیق

لچہمی نرائن ، کاؤستہم ' شفیق ' اور ' صاحب ' تخلص کر  
تھے - اُردو اور فارسی کے نامور شاعر تھے -  
کلام میں کثرتِ مشق کا ثبوت زیادہ اور اثر کم ہے - مہ  
غلام علی آزاد پلگرامی کے شاگرد تھے -  
ان کی تصنیف تذکرہ چمنستان شعرا مشہور ہے -  
۱۱۵۸ھ میں پیدا ہوئے [۱] -

بہار آئی جنوں نے سر اٹھایا ہے ، خدا حافظ  
نسیم صبح نے دل کو ستایا ہے ، خدا حافظ

میرے بس میں ہیں ، ہمیں تو چھوڑ دے یا قید رکھ  
 آپ سے اب دام میں تدبیر کیا کیا ہے ۔

---

بس ڈھاپی دھلے دویہ بات ، میں ! مت بولو  
 ہم تمہیں دیکھ لیں اور تمہارا اٹھنا

---

جیوں جی آگ کا آتش سستی ہوتا ہے بیٹا  
 عشق کے درد کو تکتیق دیا عین عشق

---

شیخ جو آئے ہیں کس دلعج سے پتہ نہیں تو ہاتھ  
 ماریہ گردن میں لیسا لے لے جو مقرر ذہن

---

کیا کریں خوش حال نیکے پاس  
 ہم تو دل میں ، سچے دماغ نہیں  
 کوئی بچھاؤ بچھے کہاں تھوکتے ؟  
 ایسا ۔ جب ۔ کا ۔ نہ ۔ ہی ۔ سب ۔ نہیں

اے جواب وہ کوئی صاحب ! ہے شمع ؟  
 جس کو نہ کھن کھن ، فک و تپ ، ہم

---

ہمیں نلج چمن میں چھوڑ کر ، عہد جا ۔ ہے  
 خدا جانے نہ ہم سے خوش ہے یہ لڑکھانہ ہے

---



# دور اول

حصہ دوم

( شعراء دہلی )

آرزو

ہراج الدین علی خاں ، آرزو ، مشائخ اکبر آباد کے خاندان سے  
ہے ، علوم و فنون کی تحصیل لی اور ۲۳ سال کی عمر میں  
سمند فراغت حاصل کی ، اور فرخ سیر بادشاہ کی طرف سے گوالیار  
میں ملازم ہوئے ، شاعری : چمن بچپن سے تھا ۔

آرزو میں ان کے قلم کی تعداد بہت کم ہے لیکن جو  
کچھ ہے تغزل کے اعتبار سے بہتر ہے ، زبان سلیس ، بندش  
چست ، درد اور جذبات سے لبریز ، اس لئے اثر انداز ہے آرزو  
میں فارسی مکاورات کا غلبہ ہے ۔

ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں :—

۱۔ تنبیہ الغافلین ۔ اس میں حزیں کے مقام پر اعتراضات

کئے ہیں ۔

۲۔ مویہبت عظمیٰ ۔ فن موانی میں ۔

۳۔ عطیہ کبر ۔ فن دعا میں ۔

- ۴ - سراج اللغت - لغت اور فزہنگ میں -  
 ۵ - چراغ ہدایت - فن اصطلاحات میں -  
 ۶ - مکندہ زمہ اور قصائد عرفی کی شرح -  
 ۷ - فارسی شعرا کا تذکرہ -

۱۱۹۶ھ میں وفات پائی [۱] -

وأت پروانے کی الفت مہتی دوتے دوتے  
 شمع نے جان دیا صبح کے ہوتے ہوئے  
 داغ چھوٹا نہیں ، یہ کس کا لہو ہے قاتل  
 ہاتھ بھی دکھ گئے دامن ترا دھوتے دھوتے  
 کس پرہیز سے ہوئی شب کو مری چشم دو چار  
 کہ میں دیوانہ اُٹھا خواب سے سوتے سوتے

عبث دل بیکسی اپنی یہ توں ہر وقت دوتا ہے  
 نہ کر غم اے دوانے عشق میں ایسا ہی ہوتا ہے

میخانے آج جاکر شیشے تمام توڑے  
 زاہد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

تجہہ زلف میں لٹک نہ دے دل : تو کیا کرے  
 بھگار ہے اٹک نہ دے دل : تو کیا کرے

—

جان تجہہ پر تجہہ اعتماد نہیں  
 ہندوئی کا کیا بھروسہ ہے

—

ہر صبح اوتا ہے نیسی برابری کو  
 کیا دن لگے ہیں دیکھو خورشید خاوری کو  
 دل مارنے کا نسخہ پہونچا ہے عاشقوں تک  
 کیا کوئی جانتا ہے اس ٹیمپا کی کو  
 اس تلخ خو صم سے ملنے لگا ہیں سر سے  
 ہر کوئی مانتا ہے میسری دھڑولی کو  
 ایلہی فسون کی سے اب ہم تو ہمارے بیٹھے  
 یاد صبا یہ کہتا اس دل ربا پی کو  
 اب خواب میں ہم اُسکی صورت کو ہیں تارے  
 اے آرزو... ہوا کیا ہشتوں کی یاروی کو

—

فلک نے رنج نیم آہ سے میرے بس کھینچا  
 لبوں تک دل سے : شب نالہ تو میں نے نیم رس کھینچا  
 دھا جوش بہا اس فصل گر یوں ہی : تہ بدل نے  
 جن میں دست ٹکچوں سے عجب رنج اس برس کھینچا  
 کہا یوں صاحب محفل نے سن کر شہر معجزوں کا  
 تکلف کیا جو نالہ ہے : کہ مثل جس کھینچا

نواکت رشتہ الفت کی دیکھو سانس دشمن کی  
خبردار ”آرزو“ تک گرم گر تار نفس کھینچا

---

کھول کر بند قبا کو ، ملک دل غارت کیا  
کیا حصار قلب ، دلبر نے کھلے بندوں کیا

---

دکھائی چشم مست اپنی جو اس رند شرابی نے  
نہ دم مارا کنوڑے نے نہ ہچکچی لی گلابی نے

---

### بہار

ٹیک چلد ، بہار ، کلام میں صفائی اور سوز و گداز بھی ہے  
سراج الدین علی خاں آرزو کے شاگرد تھے -  
بہار عجم مشہور لغت ان کی تصنیف ہے - غزل میں  
درد اور بلاغت دونوں ہیں ، زبان بھی اُس وقت کے اعتبار سے  
سلوس ہے -

کرے وہ ساطلت یہ عشق میں شیریں کے سر دیوے  
تکلف بر طرف ! خسرو کو کیا فرہاد سے نسبت

---

کہتے ہیں علولیب گرفتار ، مجھ کو دیکھ  
امید جیونے کی نہیں اس بہار میں

---



تمہی زلیخا مبتلا یوسف کی اور لیلیٰ کا قیس  
یہ عجب مظہر ہے جسکے منتہا ہیں مرد و زن

---

وہی اک دھیمائے جس کو ہم تم ناز کہتے ہیں  
ہیں تسبیح کا رشتہ کہیں ناز کہتے ہیں

---

ناز ہے جا و لطف ہے موقع  
دلبروں کی ادا ہے کیا کیا کچھ

---

کریں ہیں یہ سنگرِ قتل ہے تقصیر کیا کیجئے  
جو انکے ہاتھ یوں مرنے ہوا نقدیر کیا کیجئے

---

نہیں معلوم کیا حکمت ہے شیخ اس آفیلش میں  
ہیں ایسا خدایتی کیا تجھکو مذاحتہ [۱]

---

### آصف

یہی خاں نامہ آصف اور امیرِ نخلص [۲] ہوئے جنگ  
آصف الدواہ آصف جاہ القاب اور خطاب عین شجاع الدواہ  
نواب اودہ کے بیٹے تھے -

---

[۱] چغتای شہ -

نوٹ - چونکہ سراج الدین علی خاں نے ہم نامہ اور شاگرد تھے اس وجہ  
سے کہ و بیش سنہ ۱۱۶۹ ہجری ان کا زمانہ قیام کیا جاسکتا ہے - مرتب -  
[۲] تذکرہ مصطفیٰ میں ان کی فائیں امیر نے تخلص سے درج ہیں - مرتب -

سنہ ۱۸۷ھ میں شاہ عالم بادشاہ کے زمانے میں فیض آباد کے وزیر ہوئے ، کچھ دنوں کے بعد لکھنؤ آئے ، ان کا نام ' سخاوت ' کے لئے ' حاتم ' کی طرح مشہور ہے -

غزل میں بہتر رنگ ہے ، آمد کی نرالی شان ہے ، معلوم ہوتا ہے جو کچھ کہتے ہیں دل کی زبان سے کہتے ہیں سلاست ، روانی سب کچھ موجود ہے ، الفاظ کے پیر میں معانی کو گم نہیں کرتے ، سنہ ۱۲۱۰ھ میں وفات پائی -

جنس طاعت سے کچھ اپنے تو نہیں پاس " امیر "

مگر احمد کا ہوں ، اور ہے احمد میرا

یا تو ہے مجھ تیرا کہ میں کچھ نہیں کہتا  
یا حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا  
کہتا ہے بہت کچھ وہ مجھ چپکے ہی چپکے  
ظاہر میں یہ کہتا ہے ، کہ میں کچھ نہیں کہتا

کیا تو نے دیا تھا مجھ کو سانی  
شیشے میں تو واہ کچھ نہ نکلا

موا ہے تیرے لئے تیرا عاشق غم کش  
ذرا تو فائتہ پروہ چل کے ، تا کجا وسواس

جب مرنے لگی بلبل شہزیدہ قفس میں  
 "آصف" یہی کہتی تھی کہ تکرار دم نزع  
 صہاد تجھے بخش دیا خون میں اپنا  
 تک جا کے دکھا "محبوبہ کُزار دم نزع

—

کل ہنس نے بوئے نالہ بلبل بہ یوں پتنگ  
 تم طرف دیکھہ ہم بھی تو آخر ہیں زارِ شمع  
 "و" کے یہ جواب دیا عبدالعزیز نے  
 انصاف دل میں کیجیو اے دل فگارِ شمع  
 ہے شمع نے بھی دل میں مصیبت پتنگ کی  
 کبر ہے پتنگ سوختہ جس بیتور شمع  
 پروانے تم جتنے ہوئے شمع بھی تمام  
 جیتا بغیر یار کے ہے نلک و عارِ شمع  
 گل مہرباں سزا ہے نبی عبدالعزیز پر  
 نو شکر کہ مہر و وفا ہے شعارِ شمع  
 میں آہ و نالہ "نہ دھینچوں تو لیا ہوں  
 جلتی ہیں ہم سے میری رئیس" مثل تارِ شمع

—

جہاں تیغ اس کی علم دیکھتے ہیں  
 وہاں اپنا ہم علم تم دیکھتے ہیں  
 جو جلوہ سلم تجھ میں ہم دیکھتے ہیں  
 خدا کی خدائی میں ہم دیکھتے ہیں

بتوں کی گلی میں شب و روز ” آصف “  
تماشہ خدائی کا ، ہم دیکھتے ہیں

---

دل ہمارا خانہ اللہ ، گر مشہور تھا  
سو بتوں کے عشق میں اب وہ بھی بت خانہ ہوا

---

بہی شکوہ سے جانا ہے قافلہ دل کا  
چمکے گا رو برو کس کے ، معاملہ دل کا

---

” آصف “ نہ چھتے عشق بتاں دل سے ہمارے  
سو بار اکر پھر بھی بنائیں اسے گھڑ کر

---

شوخی چشم کی شہرت کو تری ، سن سن کر  
شب سے باغ میں نرگس نے چھپائیں آنکھیں

---

مرے دل کو ، زلفوں میں زنجیر کیجیو  
یہ دیوانہ اپنا ہے ، تدبیر کیجیو  
مرے دل نے زلفوں میں مسکن کیا ہے  
یہ مہمار ہے اے شانہ توقیر کیجیو

---

جس جگہ آنسو گرے ہے ، آبلہ پڑ جائے ہے  
آب سے آتش ہوئی کیوں کر بہم ، کیا جائے

---

پوچھتے کیا ہو شب ہجر کی حالت ! یادو !  
میں جس ! اور رات ہے اور بسترِ نقہائی ہے

---

” آصف “ نہ چھوڑ دست سخاوت تو زیلہاؤ  
لایا ہے کچھ نہ ساتھ ! نہ جائے گا تو لے

---

یاں تلک داغِ مصیبت ، دل نے کھائے ہیں کہ بس  
سر سے ہا تک ایک گویا صورتِ طریس ہے

---

ہزاروں مردے جیتے دیکھے تیرے بات کرنے سے  
لبِ معجزِ بیاں میں تیرے شاید آبِ حیات ہے

---

تیرے گھر جانے سے یاں اپنا تو گھر جاتا ہے  
اے مری جان کے دشمن ! تو کدھر جاتا ہے

---

سرخ چہمِ ایسی ! نہیں مہتی ہے نیداری سے  
لبمِ انا ہے نہی آنکھوں میں ! سے خواری سے

---

جس گھڑی تیرے اُستار سے گئے  
ہم نے جانا نہ ! دو جہاں سے گئے  
تیرے کوچہ میں نقشِ پا دی طرح  
ایسے بیٹھے کہ ہم نہ واں سے گئے

شمع کی طرح رفتہ رفتہ ہم  
سنیو اک دن کہ جسم و جاں سے گئے

تو اپنے شیوہٴ جور و جفا سے کیوں گزرے  
نبی بلا سے ، میرا دم دھ دھ نہ دھے

ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے  
پر ہمکو چاہئے کہ تگ و دو لگی دھے [۱]

#### آبرو

تجمل الدین نام ، شاہ مبارک لقب تھا ، لقب ہی سے  
مشہور تھے ، حضرت محمد غوث گوالیاری کی اولاد میں تھے ،  
خان آرزو سے قرابت تھی ، ابتداءً جوانی میں دہلی آئے اور  
آخر تک رہے ۔ دیوان مختصر ہے لیکن بہتر ہے ، طبع نہیں  
ہوا ہے ، اس کا ایک نسخہ ”الاصلاح“ لائبریری دسٹنہ ، ضلع  
پٹنہ میں موجود ہے ۔

کلام میں گو سلاست نہیں لیکن درد ہے ۔ متحاورات میں  
لطف موجود ہے ، زبان کا خیال زیادہ کرتے ہیں ۔ خان آرزو  
سے نلسن تھا [۲] ۔

[۱] خم خائفہ جارید - گلشن ہند - سخن شعرا - تذکرہ مصحفی -

[۲] گل رعنا -

کم مت گلو ، یہ بخت سیاہونہ رنگ زرد  
سونا وہی کہ ، جو ہو کسوتی کسا ہوا

---

انداز سے زیادہ نیت ناز ، خوش نہیں  
جو خال اپنی حد سے بڑھا سو مسا ہوا  
قامت کا سب جگت میں دوڑا ہوا ہے نام  
قدر اس قدر بلند تمہارا ، ہمارا ہوا

---

جدائی کے زمانے کی سچیں کیا یادتی کہئے  
کہ اس ظالم کی ہمہر جو گہری بیتی ، سو تنگ بیتا

---

چہرے نے سرخ تیرے ، سارے جگت کو موہا  
ای لعل ، تیرے س پر یہ آج خوب سوہا

---

بخسارے نکل اوپر شلم ہے یہ پسینا  
کیا سبج ڈانک پر ہے الماس کا نگینا  
خجالت سے تھپتھپا کر ہے مہر ہو گئی ہے پانی  
کہنا بچا ہوا ہے ، شہسہ نو آبگینا

---

مشتاق عذرا خواہی نہیں " آہ " تو کیا ہے  
یوں روٹھ روٹھ چلنا ، چل چل کے بہر تھپکنا

---

یہ سبزہ اور یہ آبِ رواں اور ابرِ یہ کُہرا  
دوانا میں نہیں ، کُہر میں رہیں کیوں چھوڑ کر صحرا

—

ہوسد لبان سے دیکھے کہا ، کہہ کے پہر گیا  
پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا

—

نین سے نین جب ملا گیا  
دل کے اندر مرے سہارے گیا  
تیرے جانے کی سن خبر ، عاشق  
یہی کہتا ہوا ، کہ ہاے گیا  
سہو کر بولتا تھا مجھے سیتی  
بوجھ کر بات کو چبائے گیا

—

سُ گئیں آپس میں نظریں ایک عالم ہو گیا  
جو کہ ہونا تھا سو کچھ آنکھوں میں باہم ہو گیا  
ساتھ میں تیرے جو کچھ تھا سو پیارے عیش تھا  
جب سے تو بچھوڑا ہی تب سے عیش سب غم ہو گیا

—

نور دیدہ کم ہوا یعقوب کا گریہ کا جانا ہے ، خالی قافلا

—

حق میں عاشق کے مگر لطف ، ستم تھا یا رب  
دل لیا جب سے ، مجھے تب ستمی آزار دیا

—



دنانے بھی لگے مرنے پکڑنے کسب سیکھا چماری نے نہی کا

دل تو دیکھو آدم ہے پاک لا عشق سے بیدار ہے ، پتلا خاک کا

بہرہ کی راہ میں جو کوئی گدا ، سو پہر نہ اٹھا  
 قدم پہا نہیں یاں آگے دستگیروں  
 وہ اور شکل ہی ، کرتی ہے دل کو جو تسخیر  
 عبث ہے شیخ تو! تنش یہ لکیروں کا

دل نے غنچوں کو کیوں جب دیکھا  
 شوق پایا تمام نتیجہ لب کا  
 "آہو" اب زندگی سے لذیذ  
 حان لیتا ہے جام نتیجہ لب کا

یہ رسم ظالمی کی ، دستور ہے کہاں :  
 دل چھین کر ہمارا ، دشمن ہوا ہے جاں کا

بیتابی دل آج میں دلد سے کہوں گا  
 ذرے کی تیش ، ہر منہ سے کہوں گا

ہر گدا گوشہ قضاعت میں شاہ ہے ، ملک ہے نیازم کا

لائی ہے جب سے بات چمن کی زباں اُپر  
رنگیں ہوا ہے تب سے بیاں عدلیب کا

---

سے ہو زیب ذاتی . اسکے تئیں ہے عیب آرائش  
کرے ہے بد نما البتہ حسن ماہ کو گھٹا

---

ہم سے چرا کے اور سے آنکھیں ملا گیا  
ظالم کسی کو مار ، کسی کو جلا گیا

---

بیٹھے وہ زرد پوش ، جھلک سے بنا بستت  
چاروں طرف سے آج اٹھی جگمگا بستت

---

دل نے پکڑی ہے یار کی صورت  
گل ہوا ہے بہار کی صورت  
کوئی گل رو نہیں تمہاری شکل  
ہم نے دیکھی ہزار کی صورت  
رمل کے پیچھے ہجر جائے بھول  
جوں نشہ میں خمار کی صورت  
کچھ تھہرتی نہیں کہ کیا ہوگی  
اس دل بے قرار کی صورت

---

۱۔ طرف عشق کی لگی ہے عات  
دل ہمارا ہوا ہے تارو بات

---

زندگی ہے شراب کی سی طرح  
باو بندی حباب کی سی طرح  
تو ن چاہے گا تیرے سے تجھ کو  
مجھ سے خانہ خراب کی سی طرح  
تجھ سے اوپر خون ہے گناہوں کا  
چہرہ بہا ہے شراب کی سی طرح

---

بلبل سے دل کو بھول نہو کل سے نکھلے  
پھر "تیرو" کا وقت تھا : جب گئی تیرا

---

آج پھر ہم سے کر دیا ہے اداس  
غیر صحبت میں اب لگے جانے  
ان رقیبوں کا جانے ستمیاداس  
چہرہ کی اپنی "تیرو" کا پاس

---

نہیں تارے بھرے "عین شک" ے نقط  
"اس قدر نسخہ فلک" ے نقط

---

سانپوں نے "تیرو" ے دل ہمارا داغ داغ  
دیکھ لو گالے ے آئے آج جلتا ہے چراغ

---

سب زلیخا شہر میں رسوا ہوئی • مجنوں سے کم  
مرد ہو یا زن کوئی ' ہے سب کے تئیں بدنام عشق

---

'فسردگئی یاس سے ہم کو ہوا وصال  
پکڑا ہے آد سرد کے کانٹے سے ہم نے لال

---

جلتا ہے اب نلک نری زلفوں کی رشک سے  
ہر چند ہو گیا ہے چمن کا چراغ کل

---

جلتے تھے تجھکو دیکھ کے غیر ' انجمن میں ہم  
پہونچے تھے رات شمع کے ہو کر بزن میں ہم

---

دلدار کی گلی میں مکرر گئے ہیں ہم  
ہو آئے ہیں ابھی تو پھر آکر گئے ہیں ہم

---

جبکہ ایسا ہو گندمی معشوق  
نت ٹٹھکار کیوں نہ ہو آدم

---

غم کیا ؟ اگر شراب کی مجلس میں ہم نہیں  
ہم کو تمہارے عشق کا یہ کیف ' کم نہیں

---

عشق ہے 'اختیار' کا دشمن ہوش و صبر و قرار کا دشمن

---

لٹایا چاہتے ہیں خاک و خون میں مبتلا ہوتا ہے کس  
مجتہدا ہوں نہ شمشید آہو کے اشارے کس

---

سر سے لڑکے کے پاؤں تلک دل ہوا ہوں میں  
یاں لگ ' ہنر میں عشق نے کامل ہوا ہوں میں

---

ایذا جہاں ' ' آہو ' ' کو تک دہاؤ تہ  
مدت سے آہو ہے درس نہی ہوتا ہے کس

---

جب چن میں جا کے پیارے تم نے وائیں کھولیں  
اے لکھی یاد صرا ' خوشام کی بھر یہ جھولیں

---

درد مندی سے آہو دل کے ' ہونے ہو مکتوب  
رحم فرما ے مے شہ نہ اظہر نہ

---

جلوۂ حسن نہ دلدار کے ' فلوار نہو  
شوق نہو دل ے مے ' مستثنیٰ سوش نہو  
یار سے جانے مے درد کا بستار نہو  
غم نہو ' رنج نہو ' حسرت دید نہو

---

کس نے ، آ باغ میں حیران کیا نرگس کو  
نہیں معلوم کہ یہ دیکھ رہی ہے کس کو

---

کرے گی شہر میں فتنہ ، سجن ! خواہی نخواہی یہ  
تربی ، آخر کو سر کھینچے گی ظالم کج کلاہی یہ

---

کیوں ملامت اس نذر کرتے ہو بے حاصل ہے یہ  
لگ چکا ، اب چھوٹا مشکل ہے اس کا ، دل ہے یہ

---

شوق ہے اس کی اشکباری کا ” ابرو “ چشم تر ، قیامت ۛ

---

تم ، نے بجاؤنے کو جب ہاتھ بیچ ، نے لی  
محبزون ہو گئے سب ، یہ کس طرح کی ، لے ، لی

---

کرم فرما ! کہ تیرا نقش پا ، ہم خاکساروں کو  
چمن میں سر بلندی کو ، گل دستار ہوتا ہے

---

پہرتے تھے دشت دشت دوانے کدھر گئے  
وے عاشقی کے ، ہائے زمانے کدھر گئے

---

تمہارا دل اگر ہم سے پہرا ہے تو بہتر ہے ، ہمارا بھی خدا ۛ

---

تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے  
کہے ضد سے تمہیں ہر دے سوائے

زلف کی شان مکہ اور دیکھو  
کہ گویا ' عرش میں لٹکتی ہے

نہارو ' لوگ کہتے ہیں کہ ہے  
کہاں ہے ' کس طرح کی ہے ' کدھر ہے !

دل کب آراؤ کی کو بہو ہے خاک اٹھ ہو گیا ' بگڑا ہے

ندانی تو ہر طرح گائی مرنے پہر جھونا ' قیامت ہے

تسم سے مجھے اس کو نظر سے  
کیا ہے دو کو دامن کس ہڈ سے [۱]

مفسدین

شرف الدین نام ' تکریم کے دھم والے تھے - ابتدائے شباب  
میں دھلی گئے اور وہیں رہ گئے -

کلام میں سلاست اور نود ہے ، ساتھ ہی ساتھ زبان کی  
چاشنی اور متحارہ بلندی بی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ،  
خان آرزو کے معاصر اور شاگرد تھے [۱] -

افسوس مار چھٹ پٹ ، دل کو رکھے ہیں اٹکا  
کن ساحروں سے سیکھا ، زلفوں نے تیری ، لٹکا

—

خوبوں کو جانتا تھا ، گرمی کرینگے مجھ سے  
دل سرد ہو گیا ہے ، جب سے پڑا ہے پالا

—

نہیں ہے زاہدوں کو مے سستی کلام  
لکھا ہے اُن کی پیشانی میں ، سر کا

—

ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں ، آئے محبوب کیا  
مبصر ایوب کیا ، گریۂ یعقوب کیا

—

کوچے میں بیوفا کے مارے گئے ہیں عاشق  
نکلا ہے ایک ”مضمون“ بھاگوں سے اپنی جیتا

—

ترا مکھ ہے ، سر چشمہ آفتاب  
نہاؤے تری حسن کی ماہ ، تاب

—



وہ ہے سونا جو ہووے خوب ، کس میں  
وہ ہے دلبر ، جو ہووے اپنے بس میں

---

دے ہے دار بھی کمل کو سرتاج  
ہوا مقصود سے یہ نکتہ حل آج

---

جس طرح سے رہے ہے مال نے اوپر کا  
یوں رہے زلف تیرے مغم کے ، پر مار کے پیچ

---

نتیجہ بن رہا کہ پانی ، حارہ کئے ہیں دو بے  
چشمیں سے میں اب اپنی بیٹھا ہوں ہانپ دھو بے

---

نہیں عین ہونٹہم تیرے پاؤں سے سب  
ہوا ہے خون میرا آئے لبریز

---

تیرے منہ کے بستے عین منہ پر  
آب پیکل کا اس طاف ہے ڈھال

---

کہا سمجھ بلبل نے بندھا ہے چمن میں شیل  
ایک تو گل ہے وفا ام نس یہ جو باندھیں

---

وہی دلدار خوں آتا ہے جو ہووے بانکا  
خوب لگتی نہیں وہ تیغ جو خمدار نہیں

---

کیا ہوا جو خط مرا پڑھتا نہیں  
جانتا ہے خوب وہ ”مفسون“ کو

---

چلا کشتی میں آگے سے جو وہ محبوب جاتا ہے  
کبھی آنکھیں بھر آتی ہیں کبھی چہ قلوب جاتا ہے  
یہ میرا اشک قاصد کی طرح اک دم نہیں ٹھہرتا  
کسی بیتاب کا گویا لئے مکتوب جاتا ہے

---

یاد کے قول کو نہیں ہے قرار اس سستی دل کو بیقراری ہے

---

میرا پیغام وصل، اے قاصد کہیو سب سے اسے جدا کر کے

---

ہم فقیروں میں تمہارا اے میاں کیا کام ہے  
تم تو طالب زر کے ہو اور یاں خدا کا نام ہے

---

کرنا تھا نقشِ روے زمیں پر ہمیں مراد  
خالہی اگر نہیں تو نہیں یوریا تو ہے

اُس دھار بیچ سٹھن دھتتا ہوں  
مجھ یہ اس بات کو اثبات کر،

جب سے چاہا ہے نہا چاہا ذقن  
اب چشموں سے مہر جاری ہے

نظم آنا نہیں وہ مادہ ہو کہوں  
گذرتا ہے مجھ یہ چاند خالی

میرے آئینہ دل سے نہا نقش  
جو دیکھا تو کسی صورت نہ جاوے

”مضمون“ تو شک کر کا نہا نام سن رکھو  
قصے سے بت سا ہو گیا لیکن جلا تو ہے

نہ یہی فتنہ قد و قامت ہے  
ہنس نے پہ دیکھا قیامت ہے [۱]

[۱] چمنستان شعرا، مشرقِ نواب، نجات الشعرا، تذکرہ میر حسن -

گلشنِ ہند - تذکرہ مصطفیٰ -

### ناجی

محمد شاہر زام ، امیر خان محمد شاہی کے داروغہ نعمت خانہ تھے ۔ لیکن تیز اور ذہین تھے ، نوجوانی میں انتقال ہو گیا ۔ ان کے کلام میں ہند و نوائے تغزل ، محاورہ بندی کے پھولوں کے ساتھ کسی قدر ابتذال کے ڈالتے بھی ہیں ۔

لفظی ایہ پیر میں اکثر معلیٰ کی قربانی کر دیتے ہیں [۱] ۔

روا کب بے مجھ اوپر تیغ کو ہر دم علم کرنا  
میری تصویر بھی کچھ کی ہے ثابت ، یا ستم کرنا

بلند آواز سے گھڑیاں کہتا ہے کہ اے غافل  
کتری یہ بھی کڑی تجھے عمر سے اور تو نہیں چیتا

نمکوں حسن دیکھ کر پی کا رنگ گل کا مجھے لگا پھیکا

تیری نگاہ کی کثرت سے اے کساں ابرو  
ہمارے سینے میں تودا ہوا ہے تیروں کا

مجھ کو ہاتھوں میں لگا ، معلوم نہیں کیا کہم گیا  
لے چلا جب دل کے تئیں منہم دیکھتا میں دے گید

دوب گئے کئی ملک . جب کھولی لب دریا پہ زلف  
حیف ” ناجی “ کو نہ پہچا کس لہر میں بہ گیا

---

نہ پوچھو ، خود بخود ہے عارض خوشید کی خوبی  
لیا ہے ذرہ ذرہ حسن مہریاں سے کر چلدا

---

قوس قزح سے ، چرچا کرتا ہے تجہم بیواں کا  
شاید کہ سب پہوا ہے ’ب پہ، کر آسمان کا

---

مت کر آزاد دام زلف سے دل بے مال ساندھا غلام ہے تیرا

---

سخن سن ، اس بت کافراد کا جیا ہوا کوئی بلدا خدا کا

---

رنگ تیرا گلدی دیکھ او بدن مختل صاف  
ہوش کہو کر آدمی بیباک میں اپنے خوب و خوب

---

دیکھ ! ہم صحبت کی دولت سے نہ ہٹہ چشم گم  
لب صدف کے ت نہیں ، ہ چند ہی گھر میں اب

---

محدث سوں غنی کی دیکھ ” ناجی “  
ہوا ہے دل مرا ، اب حیدر آباد

---

تو سلیمان کا تخت دیں ، مت لے  
کہ سب آخر کو جائے گا بربان

---

’غلّیا کے دو بدو‘ ، مقدور جب تک ہو ، نہ جا  
سخت حاجت ہو تو جا ، لاچارگی ہے جا ضرور

---

چاہئے اشراف کو ، منسل ہو ، مجلس میں نہ جا  
گو کہ وہ دہلا نہ ہو پر بوجھتے ہیں سب حقیر

---

انگوٹھی لعل کی کرتی قیامت آج اگر ہوتی  
جنہوں کی آن پہونچتی لڑ مرے وہ ایک چہلے پر

---

دیکھ دلبر تیری کمر کی طرف  
پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف  
حشر میں پاک باز ہیں ” ناجی “  
بد عمل جائیں گے سقر کی طرف

---

کبلے دم اے مہربان ، پھر ہم کہاں اور تم کہاں  
نہیں دیکھ سکتا آسمان ، پھر ہم کہاں اور تم

---

مٹنے کو نہ خطاں کے ، واعظ برا کہے تے  
مجھواں ہیں یہ باتیں ، ہم خوب جانتے ہیں

---

نہ کس کی نگین میں ہوگا ، لڑتا نہیں نظر میں  
دیکھی ہیں میں نے آخر پہاڑے تمہاری آنکھیں

---

نہ سید باغ ، نہ ملگا ، نہ میٹھی بانہوں میں  
یہ دن بہاؤ کے اے جانِ مفت حاتے ہیں

---

عید ہوتی ، جو کوئی افطار کتا جس نے گھر  
اب بتائیں ، یہ کا ، وہاں دیکھ کر مہمان بہ

---

ہے غرض ملے میں نہ الفت کچھ اس بیدار نہ  
بہجتا ہے کان نہ ، عاشق کے رنگ نہ نہ

---

آج تو " ناجی " سجن سے ، نہ ابدا غرض حال  
مارنے جیلے کا نہ ک ، سہاس ہوئی جو سم ہو

---

الف کہوں نہایت ہم دن کہ صہ  
مکہ دکھایا ہے تو نہ نہ رات ک

---

عم نہیں ک دلی سے دل نہ نیت نہ ہے ،  
پاس میں نہ کہ نہ تھا ، نہ نہ نہ ہے ،

---

کیا قودا کا وعدہ سرو قد نے  
قیامت کا جو دن سلگتے تھے کل ہے

وظیفہ رائی کے سر میں زاہد! کفر ہے پڑھ مت  
نہیں تسبیح تیرے ہاتھ میں یہ راگ مالا ہے

اناالحق بولتے لگتا ہے اس کے زخم کا بسمل  
کتاری آبدار اس شوخ کی ' منصور خانی ہے

اس کے رخسار دیکھ جیتا ہوں  
عارضی ' میسری زندگانی ہے [۱]

لے پیوے ہے سو نہروں سے کھولے ہے لب ہزار زوروں سے

ان بتوں کو ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہے  
یہ تو طالب زر کے ہیں اور یاں خدا کا نام ہے

ور سے ترے رخ کے ' گئی ہے نیند آنکھوں سے  
مقابل جس کے ہو خورشید کیونکہ اس کو خواب آوے

[۱] مصطفیٰ نے اپنی تذکرے میں لکھا ہے کہ یہ شعر میر عبدالرسول نثار  
' میں نے ان کی زبان سے سنا ہے - مرتب -



## مختصر

تضا سے بچ گیا مرنے نہیں تو تھانا تھا  
 کہ میں نشان ے بدعتی پر نشان تھا  
 نہ پانی پیلے کو پایا وہاں نہ ٹھانا تھا  
 مٹی تھی دال • جو شکر تمام چھانا تھا  
 نہ طرف و مطبخ • نہ دکان • نہ علقہ بقال [۱]

## یکونگ

مصطفیٰ قلی خان نام • خان چہاں لودھی کے نواسے تھے •  
 سلسلہ ملازمت شامی میں وابستہ تھے -

اشعار میں آمد کا رنگ غالب ہے • تغزل میں نڈا مہجود  
 ہے • اکثر اشعار میں سلاست اور محذاتی کا ٹیختہ لٹا دیتے ہیں -  
 بعض نے آبیو اور بعض نے آرزو کے شائد لکھا ہے بعض مضہ کا  
 شائد بتاتے ہیں -

لب شیریں سے تلخ دلوں کو بولتا نلح • کام ہے تیرا  
 ہائیم آٹھا چہر اور جنا سے تو یہی گویا سلام ہے تیرا

## نرف عاتق میں • نلگ و نام کید

نام ایذا جو تھا • تمام کیا

اس قدر کیا ہے حمایت غیر کی  
 ہم بھی تو تم سے کبھی تھے آشنا

---

جب ستمی ، گلوں سے یار ہوا  
 خلق کی میں نظر میں خوار ہوا  
 خلق ”یک رنگ“ کی ہوئی دشمن  
 جب سے تیرا وہ دوستدار ہوا

---

سنتا نہیں ہے بات ، کسی کی تو اے سجن  
 تجھ کو ترا غرور ، نہ جانوں کرے گا کیا

---

خون دل ، مجھے شراب ہوا جگر سوختہ ، کباب ہوا

---

مجھے مت بوجھ پیارے اپنا دشمن  
 کوئی دشمن بھی ہوگا اپنی جاں کا

---

اگر آوے مرے گھر وہ پیارا کروں اس ماہ کو پتلی کا تارا

---

مرا دشمن ہوا ”یک رنگ“ وہ شوخ  
 کیا کیوں عشق میں نے آشکارا

---

وصال اور ہجرت اس صدمہ کا مجھے پ یکساں ہو گیا  
 دہرہ میرا ہی مجھے آخر کم دہراں ہو گیا  
 مجھ کو اس دل سے توقع تھی مدد کی " وقت پر  
 تیرے خوابوں کا تو وہ " یکنگ " پیکل ہو گیا

—

کم نہیں کچھ بولے کور سیتی فغانِ عذلیب  
 برگ گل سے ہیگی نازک نہ زبانِ عذلیب

—

میں روز و شب " وصال سے تیرے جس کامیاب  
 کیونکہ کہیں نہ تیرے سے یہ بہتر ہے افتاب

—

بیانِ شکوہ ہے ملہدی کا عمرِ بات  
 نہ خوابوں میں " لٹاے ہیں مجھے ہات  
 خدایا چشم و ابرو د کے تیرا  
 کوئی مسجد کیا " کوئی خرابات  
 مستحسین کے " شاہ و گدا ہیں  
 رکھے ہے خوابوں " ظلم و ستمات

—

یاد تری ہے نہ کسلی بہا  
 دیکھ " ہے خشک خارِ فی صیوت  
 سچ نہ جو کوئی سو مارا جائے  
 راستی ہیگی دہا کی صو

—

مجھ کو معلوم یوں ہوا گل سے  
پھول جاتے ہیں اس سے دولت مند

---

کیوں ہوے ہو تم ' کہو ! دشمن ہمارے ' اس قدر  
دوست کا دشمن کوئی ہوتا ہے پیارے ' اس قدر

---

ہوا نہ راحت جان مہرباں حیف  
میری مصلحت کئی سب رائگاں حیف

---

بنا پر مصلحت ہے یہ جو تم سے  
رہا ہے روٹھ دن دو چار "یکرنگ"

---

محبت کا عجب "یکرنگ" ہے رنگ  
کبھی عاشق کبھی معشوق ہیں ہم

---

روٹھتا ہوں اس سبب ہر بار میں  
تا کُلے تیرے لگوں اے یار میں

---

بزرگ شمع ' دائم تجھ لگن میں  
سجھن دوتے پھرے ہم انجمن میں

---

کدوؤں کھینچتے ہو تیغ ، منہ منجم میں دم نہیں  
 پنہاں نگہ تمہاری یہ ، گپتی سے کم نہیں  
 لہکتے ہیں ہم پدا ، مدمو کان دھت سسجن  
 کو غیر سے ملو ئے نو دیکھ ئے ، ہم نہیں

---

تجہ زلت کا یہ دل ہے گرفتار بال بال  
 ”یکونگ“ نے سسجن میں خلاف اینت ہم نہیں

---

دل مرا لیکے چہ دبدہ میں پڑے ہم اس بوالت  
 کیا سسجن ؟ اس کا کہنی جگ میں خیدار نہیں  
 چاہتا تھا کہ ہم عشق کی رائیں ”یکونگ“  
 کیا لے لے لے اے نفاقت نمدو نہیں

---

ہرگز تم اب لبو کے سسجن اشفا نہیں  
 سب خویداں ہیں تم میں لے آت وفا نہیں

---

پاؤسائی اور حیوانی ٹھونک ہم  
 ایک مدائے نگ پانی ٹھونک ہم

---

کہہاں چاہئے سشا کے اداس  
 نہی آنکھوں سے دل ٹھونک خدا ہم

---

اس پیری پیکر کو مت انسان بوجھ  
شک میں کیوں پوتا ہے اے دل ! جان بوجھ

---

برگ خدا پیر لکھو احوال دل مرا  
شاید کبھی تو جا لگے اس دلربا کے ہاتھ

---

جو کوئی توڑتا ہے غلچہ گل دل کو میرے شکستہ کرتا ہے

---

نہ کہو یہ، کہ یار جاتا ہے میرا صبر و قرار جانا  
کے خبر لینے ہو تو لے صیاد ہاتھ سے یہ شکار چانا

---

لگے ہے جا کے کانوں میں بتوں کے  
سخن ”یکرنگ“ کا گویا گھر ہے

---

کیا جانئے کہ وصل ترا کس کے ہو نصیب  
ہم تو ترے فراق میں اے یار مر گئے

---

اس کو مت بوجھو سخن اوروں کی طرح  
”مصطفیٰ خان“ عاشق ”یکرنگ“ ہے

---

نہ تو ملنڈ کے اب قابل دعا ہے  
نہ مجھ کو وہ دماغ اداں دل دعا ہے

---

میں نے دود دل میں کچھ تائیہ ہے  
کو چوہاں بھی ہو نہ میوہ پیدا ہے

---

دوئی اسلام تیرے رو سے ہے  
نہا کا رشتہ نئے کیسہ سے ہے  
بے قراروں کے نہیں نام دل  
اے مے پھارے تے پہلو سے ہے

---

جدائی سے ہی اے منڈائی رنگ  
مجھ سے اندائی دود سا ہے

---

یک رنگ " پاس کیا ہے سخن اور کچھ سامان  
دکھتا ہے دو نیس جو کہو نہ نظر نہ ہے

---

ہوا معلوم یہ غنچے سے ہم کو  
جو کوئی از دار ہے مہ سنگدل ہے

---

(مرثیہ)

بخشی بزرگ گل ہیں، شہودانِ کربلا  
 گلزار کی طرح ہے، بیابانِ کربلا  
 اندھیرے جہاں میں کہ اب شامیوں کے ہاتھ  
 ہے سرسبزیدہ، شمع شہستانِ کربلا [۱]

شہید

محمّد حسین نام، دہلی کے رہنے والے تھے میر تقی سے  
 قربت تھی۔ نظم اور نثر دونوں پر قدرت تھی۔

شاعری کے علاوہ اپنی فضل و کمال علمی میں بھی مشہور  
 تھے، اشعارِ گہچہ صاف اور سلیس نہیں لیکن مضمون کے اعتبار  
 سے بہت بلند ہیں۔

بیدل کی طرز کے پیرو تھے۔

فصوص الحکم کا ترجمہ اردو میں کیا تھا عروض و قافیہ  
 میں ایک رسالہ اردو میں لکھا۔ ایک کتاب نثر رنگیں میں  
 بھی لکھی ہے۔

ہر تار پیچ زلف کا، عالم کی جان ہے  
 گویا یہ اڑدھا تھا کہ سب کو نکل گیا



نہ کچھ برا ہوا پرویز کا نہ شہرین کا  
توڑے ہی سہ پر اے فہر د جو عوا سہ ہوا

—

نشان مجھ دل کا مت پہچھو : یہ مستحسین  
نہیں اس طرف دیکھنے کے ہو ؟

—

نقاب اپنے رخ کا جو تو ہاں کرنا  
جو گل اپنی خوبی پہ کیا نا، نہ

—

نعم بوق خاں سے کہ دیا جہ حیا ہے : حق کو تلف نہ کر  
یہ اُن کے دن سے نصیب ہے کف پاتے آبلہ دار کا

—

لگا جب عید سیتی : ہم طلق ہونے وہ مہمان کش  
وہ ایذا ہاتھ دھونا تھا میں ایذا ہاتھ ملت نہ

—

دیا ہوا اُتار سے کرہ کھولی میرے سر کا تو یہ تیرا نہ دیا

—

وہی اک ہے جو ان دونوں ٹھہروں میں خلق ڈھونڈی ہے  
پس اے زاہد اثر مسجد سے بت خانہ ہوا تو کیا

—

زبانِ موج سے، یوں بتدر کہتا تھا حبابوں سے  
 ”کہ اپنا سر ہی کھاتا ہے جہاں میں جن نے سر کھینچا“

---

اے شمعِ تیرے باری ہے شب کو، کہ شامِ تک  
 اپنے دنوں کو، جتنا میں رونا تھا رو چکا

---

وہ نازک تنِ لطافت سے کسی کو نہیں نظر آتا  
 مقرر ایک جا تو ہے نہ کیا جانے کہاں ہوگا

---

تو روضۂ رغواں کو میں اک ان میں دیکھا  
 جب گل کی طرح جہانک گریبان میں دیکھا

---

لگتی ہے اب تو قلقلِ مینا سے دل کو تھیس  
 وے دن گئے ”کلیم“ کہ یہ شیشہ سنگ تھا

---

قبر میں بھی لئے ہمراہ گیا اپنے ”کلیم“  
 آہ کیوں دردِ دل اپنا نہ کسی کو سونپا

---

عبرِ رفتہ کا نہ پایا کھوج ہوگز اے ”کلیم“  
 آپ کو جوں شمع، میں ہر انجمن میں کم کیا

---

کس پریشان نے قدم دکھا ہے بیچ و تاب سے  
جادہ آتا ہے نظر جوں زلف لہجہ

باس ناموسِ محنت ہے مجھ کو ہے "ذبیحہ"  
باغ میں جاؤں نہ ہونے والے غنائے عذرا لیب

دکھتا ہے زلف یار کا کوچہ غور بیچ  
اے دل مستحکم کے جائیداد ہے واہ منہ بیچ

زلف کو خواب میں دیکھا تھا جنوں سے شہ ن  
صبح بیدار ہوا پائی گئی میں اسچند

ہو گیا حق ، کٹی دواغ ، تنگ نہ خلق  
وہ دنیا میں نہ لے کوچہ میں گرفتار غم

تو یار مل کے ہم سے ، جب ایک ہم نوا ہو  
نس کو بعید مانیں نس تو نہیں قریب ہم  
تم ہو تو ہم کہاں ہیں ، ہم عین تو تم نہیں ہم  
یا تم ہی سب ہو ہم میں ، یا سب نے سب ہمیں ہم

تو جھاب میں آیا ہیں اے اے نہ پوچھ  
یہی کہ بخش دے اور منہم سے منہم کذاہ نہ پوچھ

اب دم شمر دگی سے مجھے کاروبار ہے  
ہر دم مرے حساب میں روز شمار ہے

---

سو زخم کیا چکا ہے دل، اس پر جگر چکا  
کہتا ہے زخم، مجھ کو ہے اک آرزو ہفتوز

---

غم ہو گئے ہیں ضعف سے جوں ہومیان باغ  
پہرتا ہے رنگ گل، کہ ہمارا کرے سراغ

---

پوچھ مت غم کی داستان اے دل  
گر پوا، توت آسماں اے دل

---

طریق عشق میں مجذوب و کوہکن کو نہ کہہ  
ہزاروں ہو گئے نصارت، سو ایک دو معلوم

---

پیری کی بھی سیر کر گئے ہم  
اس پل سے بھی بس گزر گئے ہم  
واں غصہ ہوئے رقیب پر تم  
یاں مارے ادب کے مر گئے ہم

---

درازی شب ہجڑوں و زلف یار " کلیم "   
 نہ مجھ سے پوچھ کہ کتنی ہے ، ات آنکھیں میں

---

مانند سو ہوں کہ نہ کل ہے نہ ہو مٹنے   
 سہذا باغ ہوں نہ سزاوار باغ ہوں

---

نے اور طلبور میں ، یہ سو، تو معلوم ہے مطرب !   
 کسی کا دل ہوا ہے شاید اس پردہ میں آ نال

---

غور حسن ممکن کیا ؟ کسی کی داد تو پہنچے   
 غرض تم من چکے احوال ، ہم زیاد کو پہنچے

---

تجھ میں آنکھیں میں کیونکر دکھوں کہ ہے برسات   
 یہ ایسا گہ ، کہ یہ خانہ خراب تیرے ہے

---

اس کے ابو کی اٹھ نصیب کھینچا چاہئے   
 اہل اپنے قتل ب شمشید کھینچا چاہئے

---

ادبیاتی

دنیا کے ہاتھ سے جو دل یش میں ہم   
 اس واسطے یہ عاقبت اندیش میں ہم

دنیا داری و نوکری ، محنت و کسب  
جب کچھ نہ بنا ، کہا کہ درویش ہیں ہم [۱]

وائف

(شاہ) وائف نام ، دعلی کے رہنے والے تھے بلند پایہ درویش  
تھے - منطق ، معانی و بیاض ، رمل وغیرہ کے ماہر تھے -  
اشعار میں روانی اور درد دونوں ہیں یہ دونوں صفتیں  
مشعل سے جمع ہوتی ہیں [۲] -

خیال وعدہ ترا بسکہ شب نظر میں رہا  
تمام رات مرا جی صدائے در میں رہا  
جلایا مجھ کو مرے ضبط آہ نے جوں شمع  
اٹھا جو شعلہ جگر سے تو پھر جگر میں رہا

کبھی ایسا بھی اے خدا ہوگا وہ صنم ہم سے آشنا  
روز و شب مجھ کو ہے یہی دھڑکا نہ ملوگے ملوگے کیا

یہ دل پھر آہ مژگان بتاں سے بے طرح اٹکا  
مجھے جس خار کا در تھا سو پہلو میں مرے کھٹکا

[۱] نکات اشعار - معجزات نکات - تذکرہ صید حسن - سخن شعرا -

[۲] میدان حسن کے سوا اور مشہور تذکرہ نویسوں نے ان کو معلوم  
کیوں نظر انداز کر دیا ہے - مرتب -

داؤں میں شکہ اگر تھی ہے وفائی کا  
 جہاں میں نام نہ کر کوئی ، تشدائی کا  
 ہی حواس بھی ثابت مجھے نہیں تھے  
 خدا نے واسطہ مت نام کر جدائی کا

---

قاصد میں پہنچ سکتا ہے اب واں ، نہ گم ایذا  
 ابھی مضطرب ہوں اس طاح ، ہیبتوں بچاؤ ایذا  
 بہت موقوف شکہ ، صاف پا ابھی اس جناح سے  
 کیا سم اک نگہ نے اس ہی ، قصہ ہی تمام ایذا

---

دام سے نکلے ، پہ در نو چھایا نہ گیا  
 سب سے اس بہت سہل کا سب سے سہل نہ گیا  
 اچھا عت اسے لہتے ہیں نہ شوخی سے ، شبنم  
 مہدی اکبریں ہی تصور میں سہل نہ گیا

---

دیارِ عشق میں تک دیکھ نہ تیرے حتم "وقت"  
 دہیں عین متہم اس سے ، نہیں عین جس سے ہم وقت

---

نیمہ لطف سے وابستہ ہیں یاں ہم  
 جوں ناکس دوا بھیدے میں ، واں نہ ہم  
 کبہ لہتے ، کبہ جلتے ، حقائقوں سے  
 جوں حایہ جہاں نہ آیا ہے دوست ، ہاں ہم

---

اُن رقیبوں سے کٹے گزرے ہیں کیا اے یار ہم  
وہ شریک بزم ہوویں اور نہ پاریں بار ہم

---

خون آنکھوں سے ہم جو روئے ہیں  
تیری مڑگل کے کانٹے بوئے ہیں  
جو 'منم تنجہ' سے دل لگاتے ہیں  
سو وہ ہم سے 'خدا کے کہوئے ہیں

---

بیار کی باتیں سوا 'ہم بھی تو رہ سکتے نہیں  
دل مہیں آنا ہے کہ کچھ کہتے 'پہ کہہ سکتے نہیں

---

مڑگل تری ادھر ہے کدھر پھر کے رو کریں  
اب کس کے دل میں دیکھئے ناحق فرو کریں  
ہرچند وہ جمال ہے آنکھوں کے سامنے  
لیکن کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں

---

کبھی کبھی جو کرم کسی نگاہ کرتے ہو  
غرضکہ جان موی! دل میں راہ کرتے ہو  
ہمارا تھوڑے دنوں میں یہ حال پہونچایا  
بہا رقیب سے کیوں کر نباہ کرتے ہو  
یہ کون دھب ہے کہ "واقف" سے میں نہیں واقف  
وہی نہ جس پہ کرم کی نگاہ کرتے ہو

---



ہو اُن ہم سے کیوں ہے عیث بدکمان تو  
 ایذا سا اور کو نہ سنبھ مہیبی جان تو  
 اک روز کی بندائی میں مرتے ہیں یا نہیں  
 یکبارہ جی یہ کہلے ما امتحان تو  
 کیا کیا کہا تھا کیونکہ لیا تھا ہمارا نام  
 قصد خدا کے واسطے پہر ک بیان تو

---

صبا تھیو چمن نے غلغلیدانِ علیکوں تو  
 دو نہ چہنچہ ہم دام میں ہو جائیں زنداں کو  
 دھڑکن آج کا بھی اور نہ آیا تو تو پہر ہم نے  
 چائے آگ سے روشن کیا شامِ عریاں تو

---

جلت و سایہ تلپے نہیں درکارِ منجھ  
 بس ہے اے یادِ تبا سایہ دیوارِ منجھ  
 ہوس سیرِ چمن! اے تو چلی ہے یاں سے  
 پر کسی دام میں مت کیجیو گرفتارِ منجھ

---

خوسرو ہوئے با وفا ہوئے میں نہ مانوں ، اک خدا ہوئے

---

جنب نہ پاں ہے ٹلشن میں مرا کلامِ منجھ  
 خضر ہا بے خودی ہوئی ہے نل ٹی بو منجھ

---

وڌائج يارڻي دل ۾ ملال هه سو هه  
ڀاڻ ۾ ڪو نه ڪها جي ڪا حال هه سو هه

---

نه پوڇه حسن سلوڪ آه منجهن ۾ اُس بت ڪا  
وهي ستم وهي ايذا ڪي چال هه سو هه

---

تم تو شب، وعده ۾ آيو گهو ۾ چل ڪر ره گئو  
صبح هون هون هم جون شمع جل ڪر ره گئو

---

آن مني ملني ڪا اُس ڪي ياد آتا هه سمان  
اک قدم رکها تو دس جائه مچل ڪر ره گئو

---

جب تڪ وه مقابل بت مغرور نه هوو  
بيتابي دل ڪوئي طرح دور نه هوو  
سرگوشي ۾ جو سامني ڪرنا هه مري، بات  
ڌرتا هو اُسي ڪا ڪهيون مذڪور نه هوو

---

درد جو بے اختيار، هم ۾ هم افش هه  
ياد ۾ ”واقف“ تو آڇ ڪي فراموش هه

---

غیب کی جستجو کہ اللہ ہم سے بھولے ہے یا ہم سے  
 عکس سے بھولے ہیں؟ یہاں تک کہ اللہ انہما میں  
 سب سے مٹنے کو رقم طلبہ میں اپنے دھندلے ہے مٹتی  
 کہیں مستحکم ہے۔ اسکا دھندلے ہو، اسکا وقت ہے

میں لکھنا چاہتا ہوں کہ اللہ ہے  
 لکھا جائے لکھا تم سے دل نہ تعب ہے  
 اللہ نہ ہو کہ قریب کام ہو بہت "وقت"  
 اس نے دل میں نہیں لکھا حق غیب ہے

ہجرت سے پہلے اس طرح تھا  
 یہ وہی ہے کہ اس طرح تھا  
 نہ کہیں میں کہیں "وقت"  
 لکھی دل ختم اس طرح تھا

صالح ہوا، مصلحتی ہوا، اس نے پہلی  
 اس نے پہلی اس نے پہلی  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس نے پہلی  
 صلی اللہ علیہ وسلم میں اس نے پہلی  
 صلی اللہ علیہ وسلم میں اس نے پہلی  
 صلی اللہ علیہ وسلم میں اس نے پہلی

روزِ خزاں ' چمن میں جو دیکھا ہزار کے  
 اک مشیت پر ' پڑے تھے تلے شاخسار کے  
 آوارہ ہو کے دل سے شکیب و قرار و صبر  
 یارب کہاں بسیں گے یہ اُجڑے دیار کے  
 یارانِ ہمنشین و رفیقانِ دوستدار  
 سب آشنا ہمیں زندگیِ مستعار کے  
 جب مُند گئی یہ آنکھ ' تو اے دوست بعد مرگ  
 پہنکے ہے پاس کون کسی کے مزار کے

---

صبا گلشن میں جاوے گی تو یہ کہم دیبجیو گل سے  
 تجھے اے بے وفا کیا فائدہ ہے خونِ بلبل سے  
 شکیب و طاعت و صبر و توان و دین و دل اپنے  
 سبھی آوارہ ہو کر اُنہم گئے تیرے تغافل سے

---

کہوں کیا اُس کے وعدے کی حقیقت پوچھتے کیا ہو  
 وہی شام و سحر ہے اور وہی امروز فردا !

---

توقعِ زندگی کی دوستانِ رکھئے گا کم ' ہم سے  
 کہ جوں نقشِ قدم چھٹتا نہیں کوئے صنم ہم سے  
 ہے جس کی خرمی سے زندگانی اپنی وابستہ  
 خفا دھتا ہے وہ ساعتِ بساعت دمبدم ہم سے

---

نہ ہوجھو فتنہ برپائی کو میرے سر و قامت کی  
تہا مجالس سے وہ اور اہل مجالس پر قیامت، لی

جگر میں آہ ہے آنکھوں میں نم ہے  
خدا جانے یہ کس کا تار غم ہے

حو صم شامل نہ ہونے عاشق و محبہ کی  
ایسے منہ سے بھلی صاحب سلامت دور کی

### حاج

ظہور الدین نام \* دہلی میں سکنت تھی - پہلے ابتداً تخلص  
ہمہ کیا اس کے بعد حاتم \* ان کا دیوان بہت مستقیم تہ حسن  
میں تمام اصناف شاعری شامل تھی \* آخر میں اے تمام نام \*  
انتخاب کر کے اس کا نام دیوان دادہ دیا - ان کا تلامذہ \* قد  
کا انش خانہ ہے \* غزل میں خاص رنگ ہے \* آمدنی دہلی  
موجزان ہے بعض اشعار \* ایک ایک لفظ پختہ تھی \* اور  
نشد تھی -

ان کے اشعار غزل \* الخاقانیات \* ہند \* تصنیف \* خصایات ہے  
ہندی سے معلوم ہیں لیکن سب کا ایک رنگ ہے - \* صدائے ان  
کے شاگردوں میں شاعری ہے ہندی آئندہ آتے ہیں - سنہ ۱۱۱۰  
میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۰۰ء میں وفات پائی -

شام کو دُتا ہے عزمِ قتل اور بخشے ہے صبح  
 لاکھ ایسے دورنگہ سے نہ ہوتا آشنا  
 کرم ہو ملتا ہے سب اہل جہاں کا بے ثبات  
 آشنا چاہے تو ہو ”حاتم“ خدا کا آشنا

---

ہر کُل اُس باغ کا نظروں میں دھماں ہے گویا  
 صورتِ غنچہ جو دیکھو تو زباں ہے گویا  
 ”حاتم“ اب اس کے سبھی منہ کی طرف دیکھیں ہیں  
 شیشہ مجلس میں یہاں پیرِ مغان ہے گویا

---

صنا کر دل کے ٹپکتے کو ”حاتم“  
 کیا چاہے اگر اُس کا نظارا

---

شانہ نہ کیجیو زلف کو زہار دیکھنا  
 بہتوں کے دل ہیں اس میں گرفتار دیکھنا  
 دیکھا تھا دور سے میں اُسے چھپ کے، ایک روز  
 نظروں میں پا گیا وہ ستمگار دیکھنا

---

نہ بلبل میں نہ دیوانے میں دیکھا  
 جو سودا اپنے دیوانے میں دیکھا  
 کسی ہندو مسلمان نے خدا کو  
 نہ کعبے میں نہ بت خانے میں دیکھا

---

اس قیغ نگہ سے غم متبادل  
یسا توئی ہے جسکے نہ ایک

—

رات ہم خواب میں اس آفت کو پہچان دیکھ  
مستندہ حال دل آئے ڈھانسیں دیکھ  
شوہر اس حسن کا یک چوہہ ہم سفلے تھے  
چشم بد دور اب آنکھوں سے دوچندال ایک  
میرے اشکوں نے دیا آج وہ عالم وہ بہا  
کے لہجہ ہم نے سنا ہے آج یہ موقوف دیکھ  
تعبہ و دیہ میں اے نام نہاد اے خد  
توئی آف ہے توئی ہم نے مسلمہ دیکھ

—

نوا اعدوں کی طرح اپنے گھر میں مت ملام  
نکل کے قید سے اب دید نہ خدائی و

—

ہمارے حوصلے سے وہ ہے متادب کا شکوہ  
ہم کہتے گداری ہم نڈاری دید ایوں ہمتدار ہمدیات ؟  
شران ہمیں معصیت - مے تمہارے آئے تمہارے  
کے یہ حسرت و شوہے ملنڈا - آئے " حسرت و

—

فنس میں پھینک ہم تم " پیچہ و عین صیاد حنا ہے  
منا شفق ہے نسیں ہوں ہماری ہم ہوں

—

دیکھتے ہیں بغداد کی طوطی کا ”حاتم“ ہے غلام  
فارسی میں خوشہ چیں ہے بلبل تبریز کا

---

حمارالودہ ہوں ساقی نلک ظرفی نہ کر ظالم  
میں نیرے ہاتھ سے مشتاق ہوں جام لبالب کا

---

اے یاد مت آرا تو گریباں کی دھجیاں  
لے ھ جنوں ‘ حساب یہاں تار تار کا

---

نہیں معلوم میرے کام کا انجام کیا ہوگا  
یہی ھ فکر ہر دن صبح کیا اور شام کیا ہوگا  
خبر قاصد کے آنے کی سنے سے جی دھڑکتا ھ  
خدا جانے کہ اُس بے مہر کا پیغام کیا ہوگا

---

”حاتم“ دیا ھ شیخ نے اب دل صنم کے ہاتھ  
دیوانہ میں تو تھا یہ سیانے نے کیا کیا

---

دیکھو شعور اُس دل خانہ خراب کا  
عاشق ہوا ھ کس بت مست شراب کا  
”حاتم“ تعینات کا گد وہم دور ھو  
اتھ جائے درمیان سے پردہ حجاب کا

---



عساکر جن قیدِ محب سے تیرا بھی نہ کدا  
 یہ کیا غضب ہے کہ تم نے نکلا یوں نہ لیا  
 میں اپنے دل کو بڑا دواں سمجھتا تھا  
 یہ ایک کلمہ مرا سے لیا بھی نہ لیا

—

امتداد اس مریے تیرا کا دست پہچھ طہیب  
 وہ میثاقِ ننگ تیرا ہوں میں کا لہا لہا  
 ہے بوجھِ فکرمندوں اپنے ایک طالعِ ہوا  
 دھنس بدداؤں کا سدا ہوں میں کا لہا لہا

—

عساکری سپر کو کٹھن سے نکلے رو بہک تھا  
 خیمہ بشارت سے لٹکھائے تیرا بہک تھا  
 دیہو بیجا، حکمِ وہ عداوت کو نہ آتا تھا  
 ہمیں اپنے پہلے شہرے سے وہ تیرا بہک تھا

—

عساکر دل کی شیدا نہ ہوا  
 تو ایسا عشق د چاچا نہ ہوا  
 بڑا ہوا جو عداوت عشقِ معذور  
 تھا ہوتا جو میں پیدا نہ ہوا  
 نہ چاند چاندِ شام نہ آقا ہیں  
 خدا جانے نہ ہوتا یا نہ ہوا

—

میرے بغل میں رات وہ مست شراب تھا  
 حسرت کی آگ میں دل دشمن کباب تھا  
 وقت سحر چمن میں وہ گل بے نقاب تھا  
 ہر ذرہ اس کی تاب سے جوں آفتاب تھا  
 ہر حال اپنے حال کے تئیں بوجہ مغتلم  
 آئندہ ہے خیال جو گذرا سو خواب تھا  
 نامے کو میرے دیکھ کے خاموش ہو رہا  
 قاصد کے تئیں جواب نہ دینا جواب تھا  
 فانی ہوا جو بھر میں، خود بھر ہو گیا  
 وہم حباب، پردہ چشم حباب تھا  
 مجلس میں رات گریہ مستان تھا تجھ بغیر  
 ساغر بھرا شراب کا چشم پر آب تھا

---

نامہ بر دل کی تسلی کے لئے بھیجوں ہوں  
 ورنہ احوال مرا قابل مکتوب نہ تھا  
 طاقت اب طاق ہوئی صبر و شکیبائی کی  
 کب تلک صبر کرے دل مرا ایوب نہ تھا

---

کچھ حسن کی ہوتی نہ یہاں قدر نہ قیمت  
 جو عشق کبھو اس کا خریدار نہ ہوتا

---

ہیں اپنے دست پر، شب خواب میں دیکھا کہ آخگر تھا  
 سحر کو کھل گئی جب آنکھ، میرا ہاتھ دل پر تڑپا

چلا جانا تھا " حاتم " آج کوچھ وہی نداہی سا  
جو دیکھا حاتم میں اس نے تے شکے کا دقت تھا

مستوں میں جو شمع آ بیٹھا تھا  
میں خدائے میں طافہ ملتا تھا  
مدت سے خبر نہیں تھیں اس کی  
اک دل بھی مٹا تھا

درد محتاج کو تے وصل نے دہریں بٹھا  
لنك الحمد لله محتاج طویل نہ

یک بعد ایک سے آیا وہاں سے  
یعنی لکھا اس کا قصہ اور ہم اس پر  
آئے سی ماندگی سے اُسے لیتا آگئی  
تو اندھا جان ہوا میں دندا ہم کب  
میں تب ادب سے اس کے لئے پائوں دل  
سوئے مے نصیب وہ پیدا ہم کیا  
حاتم " عجب ہے وہ یہ قلم عشق میں  
پائوں وہ حاتم لکھ لکھتا وہ

ایک نے پائی اب تک اس کی افتادہ  
درد میں تختہ مشق پائوں ہم

مسجد میں آج وعظ کا ہنگامہ گرم تھا  
 میرے قدم سے بزم حریفانہ ہو گیا  
 ”حاتم“ کا دل تھا شیشے کے مانند بزم میں  
 ساقی کے فیض دست سے پیمانہ ہو گیا

---

وصف کہنہ میں ترے حسن کے شرمندہ ہوں  
 اس کے قابل نہ زبان ہے نہ دہاں ہے اپنا

---

اے رونے سے ناصح تو جو ناخوش ہے تو کیا باعث  
 دل اپنا، دامن اپنا، دیدہ اشک، رواں اپنا

---

کیا تھا دن کا وعدہ رات کو آیا تو کیا شکوہ  
 اے بھولا نہیں کہتے جو بھولا گھر کو شام آیا  
 جواں مارا گیا ”حاتم“ بقول میرزا مظہر  
 برا تھا یا بھلا تھا الغرض جیسا تھا کام آیا

---

نہر تو کس طرح آوے وہاں نیند  
 جہاں خورشید رو ہو آکے ہمنواب  
 ہمیں بہتر ہے سونا جاگنے سے  
 بھلاتا ہے ہمارا درد و غم خواب

کہاں جاتا ہے ہمیں چہرے کے اے رونق بزم ؟  
 نیرے اُتھ جاتے سے ہو جائیگا کاشانہ خراب  
 دل صد چاک مراد راہ یہاں کب بساویے  
 کوچہ الف میں پھرتا ہے تیرے شانہ خراب

ساقی کے تئیں بلاؤ ، اُتھاؤ طیب کو  
 مستوں کے ہے مرض کی جہاں میں دوا ، شراب

طالبِ یاراں نہیں "حاتم" عداوی کشتِ عشق  
 اپنی چشموں سے وہل عم میغم بدساتے ہیں آپ

شہر میں پھرتا ہے وہ میشتوارِ مست  
 کیوں نہ ہو ہر کوچہ و بازارِ مست  
 میکشو "حاتم" کو متباہ! کہو  
 ایسا عم دیکھا نہیں ہشیوارِ مست

عشق میں یاس جاں نہیں ہے دوست  
 اس سخن میں نال ہیں ہے درد

دے کے دل اس کے عاتق اپنے عاتق  
 ہم نے سودا کیا ہے دستِ بدست

اُج اس بن ہوں بے قرار عبث ہاتھ سے دوں ہوں اختیار عبث

تعویذ کر کے تجھ کو، گلے سے لگا رکھوں  
دل چاہتا ہے اس کا بتا دلربا علج

کوئی بتلاتا نہیں عالم میں اس کے گھر کی راہ  
مارتا پھرتا ہوں اپنے سر کو دی-وادوں سے آج

ایک دن ہاتھ لگایا تھا ترے دامن کو  
اب تک سر ہے خجالت سے گریبان کے بیچ

نقد دل کھریا ہے ہم نے جان کر اس راہ میں  
فی الحقیقت عاشقوں کو سود ہے نقصان کے بیچ

غلچے کہیں ہیں، سر کو جھکا کر چمن کے بیچ  
یعنی نہیں ہے جائے سخن اس دھن کے بیچ  
اس دھن پہ ہم کیسا بے گریبان کو تار تار  
شاید لگے کوئی بھی ترے پیروہن کے بیچ

دل تو کوچے کی ہوا سے تری ایسا پھولا  
کہ سماتا ہی نہیں ارض و سماوات کے بیچ

بافہاں مجھ سے متابل نہ ہو گل چینی میں  
جائے گل ، لخت جنگر میں میرے دامان کے بیچ

—

یار نکلا ہے آفتاب کی طرح  
کون سی آنکھ ہے خواب کی طرح

—

ہر قدم عمر چلی تڑپ ہے ایسی ”حاتم“  
جیسے حنائی ہے اُڑی دیکھ بیداری پر باد

—

اسی کو خلق کہے ہے جہاں میں طالع مند  
کے دم دست گدا کی طرف کو دست بلند  
ہوا جو رزق متدر سو ہو نہ بیش ، نہ کم  
تلاش ، فکر و تردد کیا کرو ہے چند

—

عمر گزری ، کہ ہے کبلی ”حاتم“  
چشم دل انتظار کی خاطر

—

عطر کو مل کے نہاؤ ہم پاس  
واجب القتل تمہارا میں ہوں  
دل سے ”حاتم“ بخدا بلدہ ہے  
دور خدمت سے ہے گو ، بلدہ نواز  
ذبح کرتی ہے یہ ہو بلدہ نواز  
اور گا ناؤں نہ ہو بلدہ نواز

—

سُندے کو شاد کرو، بندہ نواز ورنہ آزاد کرو، بندہ نواز

---

مسجد میں سر پٹکتا ہے تو جس کے واسطے  
سو تو یہاں ہے دیکھ ادھر آ خدا شناس  
پکڑا نہ جائے ان کے گناہوں میں تو کہیں  
سائے سے میکشوں کے پرے جا خدا شناس  
”حاتم“ پہرے ہوں دھونڈھتا عالم میں کوہکو  
آوے کہیں کوئی بھی نظر ناخدا شناس

---

ٹپا ہے جب سے نکل کر تو میرے ہاتھوں سے  
ملوں ہوں تب سے میں حسرت زدہ، کف افسوس

---

پھڑکوں تو سر پہٹے ہے، نہ پھڑکوں تو جی گھٹے  
تلگ اس قدر دیا مجھے سیاد نے نفس  
”حاتم“ جہاں کو جان کے فانی خدا کو چاہ  
اللہ بس ہے اور یہ باقی ہے سب ہوس

---

عمر میں باقی نہیں اور ہجر کو پایاں نہیں  
”حاتم“ اتلی زیست پر عاشق ہوا ہوتا نہ کاش

---

”حاتم“ اس بے وفا کا نام نہ لے ایسے نا آشنا سے کیا اخلاص

---



عاشقی کے فن میں ہیں اُستاد ہم  
 لے لگے فہاد و مستجاب ہم سے فیض

---

پایا نہ ہم نے آئے کہیں زندگی کا حظ  
 گمیا کہ اس جہاں میں نہیں زندگی کا حظ

---

عالم ہے کامیاب نہ باب فیض سے  
 ایسا کیا ہے حق نے تیرا آستان وسیع

---

جب وہ دیکھ ہے مہدی جاں کی طرف  
 دیکھتا ہوں میں آسمان کی طرف  
 بلبلو! چہچہہ مبارک عسوں  
 وہ گل آتا ہے گلستان کی طرف

---

دشت وحشت میں مرا دست جلیں اور خار عشق  
 یہ ہے دامن کا حریف اور وہ گیدل کا حریف  
 دیکھتے ہی رنگ تیرا اُڑ گیا ہے گل کا رنگ  
 کیوں ہوا تم اس قدر ظالم گلستان کا حریف

---

حدم کو چھوڑ کے اس دم، طوافِ دل کا کیوں  
 جس آنے نے مہرے دل میں جا کرے معشوق

---

اے زنجیر کی حاجت نہیں ہے ہے پابندِ جندوں دیوانہ عشق

---

قیامت پر قہامت ہوئے گی روز جزا ظالم  
اُتھیں گے دادِ تجہ سے مانگتے جب صف بہ صف عاشق

---

جانے نہ دونٹا ہاتھ سے اُس کو کسی طرح  
مقدور میرا ہوئے گا ”حاتم“ جہاں تلک

---

کرچکے شرطِ بندگی، ہم سے ہوئی جہاں تلک  
دل تو کباب ہو گیا حقِ نمک کہاں تلک

---

سالہا گذرے پر اب تک سر پٹکتے ہیں پڑے  
تیرے ماروں کو نہیں آرام یکدم زیرِ خاک

---

کھونکر ہو میکشوں کے تئیں اس ہوا میں صبر  
کیا ابر ہے، نظر تو کرو آسماں کا رنگ  
”حاتم“ کسو میں گرمی صحبت نہیں دہی  
دل دیکھ دیکھ سرد ہوا ہے جہاں کا رنگ

---

اے حسن کے گلزار و بہارِ چمنِ دل  
گلشنِ ترے آفے سے ہوا انجمنِ دل

---

اُنے تھے ہم اِس باغ میں مائلد غنچہ ، سر بہ جیب  
 اور چلے جاتے ہیں اب جوں گل گریبانِ خاک ہم  
 رحم تیرا ظلم ہے ، حق میں ہمارے اے اجل  
 دیب کیا کرتی ہے کیا جی کو کریں گے خاک ہم

جب آپ سے ہی ، کڈ گئے ہم      یہ کس سے کہیں کدھر گئے ہم ؟  
 دیا نعبہ و دیبر و دید خرابات      تو ہی تھا غرض جدھر گئے ہم  
 آئے تھے مثالِ شعنے سر کدہ      جاتے ہوئے جوں شرر گئے ہم  
 کچھ اپنے تئیں کیا نہ معلوم      کیا آپ سے بے خبر گئے ہم  
 اِس دجہ ہوئے خراب کسے      جسی سے اپنے اُتر گئے ہم  
 فیض اس لب عیسیٰ ؟ ” حاتم “      بالعکس ہوا کہ سر گئے ہم

کس جگہ اے جائیں تیری ظلم کی فریاد ہم  
 تجھ سے ہی تیرے ستم کی چاہتے ہیں داد ہم  
 بکس و بر میں ہے ، ہمسای شہرت دیوانگی  
 عاشتی کے کام میں مجنوں کے عین استاد ہم  
 سوکھ کر کاٹا ہوئے پنجروے میں ، تب چپوڑے ہے تو  
 کہہ ! کہاں لے جائیں اب یہ مشمت پر صیاد ہم  
 دیکھ لے سارے گنہگاروں میں جی دینے کو آج  
 سر سے حشر ہیں تری خدمت میں اے جلاں ہم

لبریز جب سے عشق کے ساحل ، پٹے ہیں ہم  
 کرتے نہ تھے جو نام ، وہی سب گئے عین ہم

فانوس تن کے بیچ عین روشن، مثال شمع  
 جو داغ دل پہ عشق میں تیرے دئے ہیں ہم  
 شمشیر عشق کے جو تھے ”حاتم“ کے دل میں داغ  
 سوزن پنگ کی تار نگہ سے سنئے ہیں ہم

---

اس ابر اس ہوا میں، یوں آؤتا ہے دل پر  
 پی پی شراب، ہوویں بے اختیار ہم تم  
 ”حاتم“ کا اس گھڑی سے دشمن ہوا ہے حاکم  
 جس روز سے ہوئے ہیں اے یار! یار ہم تم

---

اُڑے ہے تو جو ایسی آسماں پر، ہر سحر شبِ نیم  
 تجھے خررشد کے دیکھ سے، کہا لگتے ہیں پر؟ شبِ نیم!

---

خدا بغیر نہیں، دل کو اب توقعِ غیر  
 کسو سے کام نہیں مجھ کو، کام سے کیا کام  
 مثال گنگ ہوں خاموش، مجھ سے مت بولو  
 جو بے زبان ہو اس کو کلام سے کیا کام

---

کسو کو قید کرے ہے کسو کو باندھے ہے  
 اُسے ہے اپنے عمل بیچ بندوبست سے کام

---

مدت غویٰ، پلک سے پلک آشنا ہوئے  
 کیا اس سے اب زیادہ کبے انتظار چشم  
 ظالم خدا کے واسطے "حاتم" کو ملے دکھا  
 مدت سے دیکھنے کی عین امیدوار چشم

### قطعہ

ایک دن "حاتم" میں جانا تھا بیدیاں کی طرف  
 رگھو اک گم، اوپ جاہا میا قدم  
 خاک سے اُس شخص کی آواز تنی کان میں  
 یعلیٰ وہ یہ بیت پڑھتا تھا : بصد سور و الم  
 "از قریب راعبا غافل مشہ اے عذلیب  
 پیش انہی من ہم دیں باغ : آشیانے داشتہ"

—

اس درجہ دلدوں سے کئی رسم دلیری  
 دل ہاتھ پر لگے ہوں : کوئی دلستان نہیں

—

میں کس امید پر "حاتم" مذاں گھر کو یہاں  
 جہاں میں عمری بنیاد پائدار نہیں

—

ایک ہم عین کہ تے ظلم : جنا سے خواہیں عین  
 ورنہ نتجہ سے کوئی بیزار کہاں ہے : کہ نہیں

—

چلو شراب پئیں بیٹھ کر گزارے آج  
کہ ہووے رشک سے ماہی کباب ، دریا میں

جدا ہوتا نہیں یک آن ، صدقے اُس کی الفت کے  
نہ دیکھا درد سا ہم نے کوئی غمخوار دنیا میں

#### قطعہ

ایک دن گذرا میں گوستان میں  
دیکھ کر مردوں کو آیا دھیان میں  
یہ وہی سب ہیں کہ جن کہ واسطے  
حق نے سب پیدا کیا اک آن میں  
کس طرح یہ جامہ زیبان جہاں  
یوں پڑے ہیں خاک کے دامن میں  
کون اس میں نیک ہے اور کون بد  
کون خوش ہے کون ہے زندان میں  
تھا اسی غم میں کہ ناگہ پیر غیب  
کہم گیا آہستہ میرے کان میں  
رحمت حق سے نہیں کوئی ناامید  
دیکھ لے ”لاتقنطو“ قرآن میں  
سنتے ہی دل کو تسلی ہوگئی  
پھر کے اُئی جان میری جان ، میں

بسکہ میں تشنہ شہادت ہوں دل کو اپنے شہید کرتا ہوں

---

میکدے میں صاحب جام و شواب و شیشہ ہوں  
محتسب! دہنوں جہاں کے غم سے بے اندیشہ ہوں

---

تجھ نو اپنی عبادت پر ہے نظر لیکن  
میں اس کے فضل کے اوپر نگاہ کرتا ہوں

---

افسوس کہ آپ مجھ کو اب تک معلوم نہیں کیا کہ کیا ہوں

---

جنوں جب سے ہوا ہے آشنا اے ناصح مشفق  
خدا دیسانہ اک مدت ہوئی دست و گریباں ہوں

---

قیامت تک جدا ہوئے نہ یارب جنوں کے دست سے میرا گریباں

---

منہ سے تک دو کر نقاب کے نہیں  
اے غلامی میں آفتاب کے نہیں

---

گالہوں میں غریب پرور ہے میرے بد و خد بدذریاں کی زباں

---

آرزو ہے ، مجھے میاد اگر دے رخصت  
ایک پرواز کروں تاسر دیوار چمن  
معدلیبو! تمہیں گلگشت مبارک ہو وہ  
ہم سے اب دشت نوردوں کو کہاں بار چمن

---

ہاتھ سے ، دشت جلوں ! میں ترے ، عاجز آیا  
خار پانوں سے نکالوں میں کہ خار دامن  
کس طرح چاک کروں آہ ، کہ ہے پاس ادب  
ہے گریباں میں نشانی تری ، تار دامن

---

چڑھایا آسمان پر ہم کو ، آخر خاکساری نے  
بگولہ کی طرح گو خانماں برباد رکھتے ہیں

---

بجز صبح قیامت ، رات اُس زلفوں کے عاشق پر  
نہیں کوتاہ ہونے کی ، درازی اُس کو کہتے ہیں  
اتھا کر خاک سے ” حاتم “ چڑھایا آسمان اُوپر  
مرے اللہ کی ، بندہ نوازی اُس کو کہتے ہیں

---

لطف اُس کا ، ستم سمجھتے ہیں  
ایسی باتوں کو ، ہم سمجھتے  
جس کو ہستی کہہ ہیں اہل جہاں  
ہم تو اُس کو عدم سمجھتے ہیں

---



میں پیمائش کیا م۔ لہوں صفت یکسر بیابان کو  
نہ پہنچا دامن صحرا مے چاکِ کُریباں کو

—

تم کہ بیٹھے ہوئے اک نَفَسِ حیات  
تہم کہتے ہو تو ' کیا قیامت ہو ؟

—

" حاتم " اب کس کی منجھ کو یہاں ہے  
کونسی میرا خدا نہیں تو نہ ہو

—

ڈیٹا کہیں اس ڈنڈے نے کتنی دو،  
بھک لئے ہم سو را سے بوجھو  
حسن سے نیکوں کے عشق کا دعویٰ  
حق ہے شامد کسوا سے بوجھو

—

فدوی ہے ' جاں نثار ' ہے غلامِ قدیم ہے  
" حاتم " کی ہمدانی نے فراموش مت نہ

—

اُس کے ہاتھوں سے نہ جیتا میں نہ میں مونا ہوں  
کس مصیبت میں گرفتار ہوں اللہ اللہ

—

مے وحدت کا طلبگار ہوں سبحان اللہ  
کس خرابات کا مہجوار ہوں سبحان اللہ

—

آنکھوں کو چھوڑ تیری نظر کس طرف کروں  
دھتتی ہے میکشوں کی سدا جام پر نگاہ

---

ترا دھن ہے گویا انگشتی کا حلقہ  
اور ہونٹہ رنگ پاں سے، ہے لعل کا نگینہ

---

تو سیر کرے ہے جس چمن کی  
ہر گل میں صبا! اُسی کی بو ہے

---

کاملوں کا یہ سخن مدت سے مجھ کو یاد ہے  
یعنی بے معشوق جینا زندگی برباد ہے

---

تنہا نہیں چلا ہوں میں ”حاتم“ بتان کے شہر  
ہمراہ اس سفر میں مرے، آہ و نالہ ہے

---

خواب میں تھے جب تلک، تھا دل میں دنیا کا خیال  
کہل گئیں آنکھیں تو دیکھا ہم نے سب افسانہ  
معتکف ہو، شیخ اپنے دل میں مسجد سے نکل  
صاحب دل کے بغل میں دل، عبادت خانہ

---

مدت ہوئی کہ مر کر میں خاک ہو گیا ہوں  
جینے کا بد گماں کو اب تک مرے گماں ہے

آپ ہی میں دیکھ "حاتم" وحدت کے بیچ کثرت  
تو ایک ایک جا ہے اور دل نہیں کہاں ہے

---

یوم میں کس کے نئیوں قربت میں ہوشی ہے  
نگہ مست تہی، داروئے بے ہوشی ہے

---

بے خود اس دور میں ہیں سب "حاتم"  
ان دنوں کیسا شراب سستی ہے ؟

---

جس کو تیرا خیال ہوتا ہے اس کو جیسا محال ہوتا ہے

---

خاکساروں کا دل 'خزینہ' ہے  
اس زمین میں بھی کچھ دفینا ہے  
اس کے وعدے سبھی ہیں سچ "حاتم"  
دن برس ہے 'تہی' مہینا ہے

---

بخشی ہے مجھ پر بڑائی نے اسی  
آہونچ شتابی، مے صیاد کہاں ہے !  
کس کو ہے توقع کا ہو آزاد قفس سے  
احوال اسید کا، اُسے یاد کہاں ہے  
"حاتم" میں جسے دیکھوں ہوں بند ہے خدا کا  
کھلے کو ہے آزاد، پر آزاد کہاں ہے

---

ہماری عقل بے تدبیر پر ، تدبیر ہنستی ہے  
 اگر تدبیر ہم کرتے ہیں تو تقدیر ہنستی ہے  
 اسیروں کا نہیں غل یہ ، جو تم سلتے ہو زنداں میں  
 مرے دیوانہ پن کو دیکھ کر ، زنجیر ہنستی ہے

---

مریض عشق ہوں ، مطلب نہیں مسیتکا ہے  
 تو منہ دکھا کہ مرے درد کی دوا تو ہے

---

دل سے بوئے کباب آوے ہے کون مست شراب آوے ہے

---

اے صبا کس طرف کو گذری تھی تجھ سے بوئے نگار آوے  
 تک ادھر بھی گذر کہ اُس بو سے میرے دل کو قرار آوے  
 اِس قدر بس ، کہ روز ملنے سے خاٹروں میں غبار آوے

---

عشق کے شہر کی کچھ آب و ہوا اُدھتی ہے  
 اُس کے صحرا میں جو دیکھا تو فضا اُدھتی ہے

---

تو ، ہم سے جس طرح مل جانتا ہے  
 زباں سے کیا کہیں ؟ دل جانتا ہے  
 مرے کیونکر نہ تیرے غم میں ، عاشق  
 یہی جینے کا حاصل جانتا ہے

---

تک کہوں زلف اپنی ' زانچہر ہے تو یہ ہے  
 دیوانہ ہیں لی میرے تدبیر ہے تو یہ ہے  
 میں راستی کہوں ہوں تم ہتھکڑیاں نہ ہتھکڑیاں  
 دل چاہتا ہے تمکو ' تصدیق ہے تو یہ ہے  
 کس کام کی ہمارے یہ کیمیا ہے ہستی  
 محتاج یک نظر ہوں ' اکسیر ہے تو یہ ہے

ہر قدم پر ہمیں ہے سیر بہشت اُس کا ہم نقش پا ' کلاں ہے

نکلے سے جس کے "حاتم" شہزادوں میں عید آئے  
 سارے برس میں مجھ کو ' ایک ماہ ' اس ہے

سہ پتکتے ہیں پتے ' کلج قفس میں مجھ سے ہو  
 ایک مہر ہے پیر پیر سے نیا ہو مستحضر

مزا لے لے کے حلقہ کی طرح سے جمع وقت ہے  
 چلے تو ہے ' پیر اس لذت ہے نہیں پیر سے نیا چلے

دو دو ہوں حشک یہاں تک ' کہ دیکھ لو  
 آندو بھی اب نہیں نہ مری چشم ' تو کے  
 دعویٰ کیا ہے شیخ نے "حاتم" سے عشق میں  
 دونوں میں دیکھئے یہ مہم ' توں سے دے

جو اپنے کام کو سوچے خدا کو تو ”حاتم“  
 تو سب سے خوب تر کام ‘ کارساز کرے

---

دل مرا لے کے پھر مکتے ہو تم تو ایسے نہیں ، خدا نہ کرے

---

گردن اُپر مرے سر پرشور ‘ بوجھ ہے  
 اُبرو کو ٹک دکھا کے ‘ سبک بار کیجئے

---

ابھی مسند نشین طائر افلاک ہو جاوے  
 جو سب کچھ چھوڑ دل ‘ تیرے قدم کی خاک ہو جاوے  
 چمن میں خون سے بلبل کے گل آسودہ داماں ہے  
 اگر شبم اُسے دعوے تو شاید پاک ہو جاوے

---

جہاں کے باغ میں کرتا ہے سیر اُس واسطے ”حاتم“  
 کبھو شاید محبت کی ‘ کسو بھی گل سے بو آوے

---

دل کی دعاؤں سے ہے مری اُس کو سب خبر  
 درکار نامہ بر نہیں پیغام کے لئے

---

کبھو دیکھی نہ اُس سے ”حاتم“ نے  
 دلبری ‘ دل دھپی و دل جوئی

---

جانتے تھے، اپنے ہمیں ہوش و حواس  
 یک نگہم میں سب تمہارے ہو گئے  
 جب ہوئے ”حاتم“ ہم اس سے آشنا  
 دوست بھی دشمن ہمارے ہو گئے

تمہارے عشق میں ہم ننگ و نام بھول گئے  
 جہاں کے نام تھے جتنے، تمام بھول گئے

معلوم ہے کسو کو کہ وہ آج شعلہ خو  
 مجھ کو لگا کے آگ لگائے کدھر گئے

کیا مدرسہ میں دھر کے، الٹی ہوا بھی  
 واعظ نہی کو امر کہے، امر کو نہی [۱]

#### امامی

خواجہ امامی نام، شاعریاں آباد کے دھننے والے تھے۔ مہیہ  
 خوانی اپنا پیشہ بنا لیا تھا۔

کلم میں ذہانت اور شوخی ہے، سادست اور زبان کا لطف  
 نہیں، مضمون آفرینی بھی کم ہے۔ سنہ ۱۸۱۸ء میں مرشد آباد  
 جاتے ہوئے انتقال کیا۔

اس کے نوپے ”ستی“ غبار آتیا کون سا، وان سے خاندان تھا  
 عمدلیو! بساؤ اب صکرا بساخ سے موسم بہا، تھا

عجکیاں سے گلا بیاں روئیں بزم سے جب وہ مے گسار اُٹھا  
عزم رخصت ہوا جب ہی اس کا میرے دل سے وہیں قرار اُٹھا

وائے اپلی اس بصارت پر، کہ ہو ذرے میں آہ  
جلوہ گر ہے آفتاب، اور تاب بینائی نہیں

کون سا دن ہے کہ مجھ کو یاد تو آتا نہیں  
کون سا دم ہے، کہ آنکھوں بیچ پھر جانا نہیں  
عشق میں کس کے ”امانی“ مبتلا ہے، جس بغیر  
تجھ کو نظارہ گلوں کا ان دنوں بھاتا نہیں

چمن سب لہلہاتے ہیں پتے، بادل برستے ہیں  
شتاب آساقیا! ہم بادۂ نوشی کو ترستے ہیں  
زمانہ جائے عبرت ہے، چمن کا حال چل دیکھو  
تجمل جن گلوں کا کل تھا سو وے آج جھرتے ہیں  
مسراوی جانیو خروش طاعی و بدنصیبی کو  
”امانی“! ملعم و مفلوک سب کے دن گذرتے ہیں

”امانی“ تو ہوا تیغ تغافل ہی ستی بسمل  
بہلا بتلائیے کس پر کمر اب آپ کستے ہیں

ہم ترا نزع تلک، جوور سہے جاتے ہیں  
یاد آویں گے بہت اُنٹا کہے جاتے ہیں



وایے واماندگی اپنی ' یرمہ آنکھیں آئے  
کاروان 'و میں ہے ' ہم پیچھے رہ جاتے ہیں

---

اثر ہو سنگ میں کیا ' کیونکہ اس کو رام کہیں  
بتوں کے دل ہو ' تو یا رب یہ آہیں ہم نہیں

---

دیکھ تو ' کیا ہے وہ بت ' سنگ دلی پر ناپاں  
تجہم میں اے نالہ جاننا ! اثر ہے کہ نہیں

---

یادو گر دار پہ منصوبہ نہیں دیکھا ہے  
نوک مڑگل پہ مرے لشت جگر کو دیکھو

---

صف مڑگانی آغوشم کا ہوں کشتہ ' اے یاں  
سر تربت پہ چن دیجو می ' خار بیابان نہ  
زبان پر وار عاشق کا نہ 'نا سب کتا دینا  
سر شتہ کس سے ہاتھ آیا ہے یہ شمع شبستان کو

---

میں نے پہلو سے گم کیا تجہم کو  
آہ دل ! کن نے لے لیا تجہم کو  
اشک ! آوارسی سے تو نہ تھا  
میں نے آنکھوں میں ٹہر دیا تجہم کو

---

”نہرے صنم! یہ تری خود نمائیاں  
اس حسن چند روزہ پہ اتنا غرور ہے

---

دم بدم اس کی خلش سے اب مجھے آزار ہے  
دوستان یہ دل نہیں، پہلو میں میرے خار ہے

---

چاہ میں کس کی، دل دبو بیٹھے  
آہ! ہم کیسے دل کو ادو بیٹھے  
کہیں ”امانی“ گیا نہ آخر دل  
کف افسوس اب ماسو بیٹھے

---

ہم سا جو ناتواں عتب کارواں رہے  
جون نقش پا وہیں کے ہوئے پھر جہاں رہے

---

صدمے جو پڑے ہیں دل پہ غم کے  
آنسو نہیں تھمتے چشم نم کے  
خوش خواب میں ہیں مگر، جو اب انک  
جائے نہیں خفتگان عدم کے  
ہے صبح کو غم رفتن یار  
تک نکلیو آفتاب تہم کے

---

آنکھیں نہیں موندتی عیوں ، عجب جی بہ تعب ھے  
یارب دل حیراں کو مرے کس کی طلب ھے

---

دم لیٹے نہیں دیتے عیوں ، پیہم کے یہ نالے  
کیا جائز کیا دل کو مرے درد کدھب ھے  
ہجراں کے شب و روز کا مت پوچھو گذرنا  
دن کٹ گیا سوں توں کے ، تو پھر رات غضب ھے  
مدت سے سروکار قدم ہجرا سستی ھے  
کچھ عیش سے تو کام نہ آگے تھا نہ اب ھے

---

### غزل

اشرف علی خاں نام ، احمد شاہ (بادشاہ) کے کوکا تھے ، شعر  
و شاعری کی مہارت کے ساتھ لطیفہ گوئی اور بدلتہ سنجی میں  
بھی طاق تھے اسی وجہ سے احمد شاہ نے اُن کو ظریف الملک  
کا خطاب دیا تھا - دہلی میں سکونت تھی ، درانیوں کے حملے  
سے پریشان ہو کر مرشد آباد اپنے چچا کے پاس چلے گئے ، وہاں  
سے فیض آباد آکر نواب شجاع الدولہ کے خاص مصاحب ہو گئے  
پیسے سے ہاتھ جلنے کی وجہ سے نواب سے خانا بہ کو عظیم آباد  
راجہ شتاب رائے کے دربار میں آ گئے ، باقی عمر عزت سے یہیں  
بسر کر دی -

اُن کی شاعری ، گداہ کا آئینہ اور کہنہ مشتی کا ثبوت ہے ، زبان  
انہی صاف ہے کہ دور موجودہ میں بھی 'نثر شعر' نے پس سے باقی ہے -

چھوٹے چھوٹے الفاظ کے کوزے میں معانی کا دریا بہر دیتے  
 ہیں - لطف متحاورہ میں بے ساختگی، بندش کی چستی یعنی  
 غزل کے تمام لوازم موجود ہیں اور بہتر صورت میں موجود ہیں -  
 علی قلی ندیم کے شاگرد تھے [۱]، سنہ ۱۱۸۶ھ میں  
 وفات پائی -

---

صدم بتا تو خدائی میں تجھ کو کیا نہ ہوا  
 ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

---

زخم دل تو سیا نہیں جانا بن سیٹھے بھی رہا نہیں جانا  
 اے ”فغان“ دیکھنا سمجھ لیتا دے کے دل، پھر لیا نہیں جانا

---

ایسی نگاہ کی، کہ مرا جی نکل گیا  
 جھگڑا مٹا، عذاب سے چھوٹے خلل گیا

---

عالم کو جلاتی ہے تری گرمٹی بازار  
 مرتے ہم، اگر سایۂ دیوار نہ ہوتا

---

جب گلشن بہار کو رنگخزاں نہ تھا  
 مشفق ہمارے حال پہ تو مہربان نہ تھا

---

دل بستگی قفس سے یہاں تک ہوئی مجھے  
گویا کبھی چمن میں مبرا آشیل نہ تھا

---

و کو فداے خنجر بیداد کرچہ  
پھونچا میں اپنی داد کو فدا کرچہ

---

ابھی مٹا نہیں دعویٰ ستم رسیدوں کا  
کفن ہوا نہیں میلا تیرے شہیدوں کا

---

کہا تو شب فراق میں جیتا دھا " فغان "  
یاں تک کمان نہ تھا تیرے صبر و قیاد کا

---

بے سبب شمع کب جلے ہے " فغان "  
لطف سوز و گداز میں پایا

---

مت قصد کر صبا تو دل داغ دار کا  
ظالم ! یہ ہے چار کسی کے مزار کا

---

ساتھی نہ میں ، یاں آپ سے کچھ چشم تر آیا  
دل دیکھتے ہی ابرو کو بے ساختہ بہ آیا

---

آوارہ پریشان و شکستہ دل و بد نام  
سلتے تھے ”فغاں“ جس کو سو آج ہی نظر آیا

---

اس قدر طاقت نہیں، جو بال و پر بھی وا کروں  
کس گرفتاری میں آیا ہوں الہی کیا کروں؟

---

نہ اے قاصد، میں دو دو یار کی فریاد کرتا ہوں  
ترے دیکھے سے، میں اپنے لکھے کو یاد کرتا ہوں

---

میری طرف سے خاطر صیاد جمع ہے  
کیا اُڑ سکے گا طائر بے بال و پر کہیں؟

---

کاش! آ جاوے قیامت اُڑ کہے دیوانِ حشر  
وہ ”فغاں“ جو ہے گریباں چاک فریادی کہاں

---

صیاد! راہِ باغ فراموش ہوگئی  
گلچِ قفس سے، آمت مجھے آزاد کیجیو

---

نقویت ہے داغ سے میرے دل بیمار کو  
اے فلاطون! کہ تو، کیا کہتے ہیں اس آزاد کو؟  
چہر کر مجھ کو کہاں جاتا ہے، اے خانہ خراب  
سونپتا ہے کیا مرے سر سے درو دیوار کو

---

نالا خط، ہمیں پیغام کیا ہو ؟ اب اس آغاز کا ، انجام کیا ہو  
 نہ اُلفت ، نے محبت ، نے مروت تیری خاطر کوئی انجام کیا ہو

مجھ مبتلا کی چشم، کہاں تک پر آب ہو  
 اے دل ! خدا کے ترا خانہ خراب ہو

اس کے وصال و حضور میں یوں ہی گزر گئی  
 دیکھا تو ہنس دیا جو نہ دیکھا تو دم دیا  
 کیا پوچھتے ہو حال ”فغان“ کا سنا نہیں  
 خانہ خراب عشق نے دنیا سے کھو دیا

ہستی کے خرابے نظر آتے جو عدم میں  
 ہو گز کوئی اس خواب سے بیدار نہ ہوتا

ممکن نہیں کہ غیر نہ ہو وہ رعب میں  
 تجھ کو خدا نہ لائے ہمارے مزارِ ب

یہ امتحان نہ کر، اے میرے مہربان عزیز !  
 جہاں میں کوئی بھی تجھ سے رکھے گا شانِ عزیز

پائوں چلتے ہوئے دیکھ، تو بیاباں کی طرف  
 ہانہ اُٹھتے نظر آئے تو گریباں کی طرف

کہتا ہے یہ ، بہشت میں مستوں کی جانہیں  
 زاهد کا کیا خدا ہے ہمارا خدا نہیں ؟

---

خط دیجیو چھپا کے ، ملے وہ اگر کہیں  
 لیٹا نہ میرے نام کو ، اے نامہ بر کہیں

---

نے زندگی میں وصل میسر ، نہ بعدِ مرگ  
 عاجز ہوا ہوں اے دل ناشاد ، کیا کروں ؟

---

ملہ ہے غیر سے ، ہوگزر ایسے حجاب نہیں  
 کہوں تو کہ نہیں سکتا ، دھوں تو تاب نہیں  
 خراب دیکھ ، کہے گا مری خرابی کو  
 ہزار حیف ! کہ وہ خانماں خراب نہیں

---

عاجز ہوں ترے ہاتھ سے ، کیا کام کروں میں ؟  
 کر چاک گریباں تجھے بدنام کروں میں

---

مت کوئی روشن کرو ، مجنوں کی تربت پر چراغ  
 روح جل جائے گی ، دیوانے کی پروانے کے ساتھ

---

بک گیا اب تو یہ دل کافر خوں خوار کے ہاتھ  
 بندہ کئے رشتہ الفت سے ، گنہگار کے ہاتھ

---



منم کہنے سے کیا خوش ہے وہ کافر  
 خدائی کا تصور ' بلند رہا ہے  
 "فغان" کو وصل میں آرام کیا ہو  
 جدائی کا تصور ' بلند رہا ہے

---

عبث ! تو ترپے ہے ' گلچ قنس مہوں مرغ چمن  
 اسی ترپے سے تو یہ بال و پر گئے اپنے

---

شب فراق ' نہ تنہا مجھے دلتی ہے  
 یہ صبح وصل بنی ' آنسو سے مژدہ دھلتی ہے

---

اگر میری زبان پر ' بار دیگر انتظار آوے  
 ابھی رونے پہ ظالم دل ' برا ہے اختیار آوے

---

دل ' زلف میں الجھا مجھے آرام یہی ہے  
 میں صید بلاکش ہوں ' برا دام یہی ہے

---

نار کی طرح تمہیں زلف بکڑ سے ٹوٹے  
 یا الہی ! دل بیمار بلا سے چھوٹے

---

ضعیف ہے دل بیمار ، اس قریب سے  
اُٹک کے آہ نکلتی ہے میرے سینے سے

---

عشاق تیرے ، گرمی بازار کس گئے  
اس جنس کو گراں ، یہ خریدار ، کس گئے

---

اُنہم چکا دل مرا ، زمانے سے اُڑ گیا مرغ ، اشیانے سے  
ہم نے پایا ، تو یہ ستم پایا اس خدائی کے کارخانے سے

---

غیر از دوستی کے ، مانع دیدار کون ہے  
وہ یار ہو گیا تو پھر اغیار کون ہے ؟  
بہم غضب ، رکھ ہے ہمیں مغفرت سے دور  
نر وہ کریم ہے تو گلہکار کون ہے

---

مجھ سے جو پوچھئے ، تو بہر حال شکر ہے  
یوں بھی گزر گئی ، مری ووں بھی گزر گئی

---

صلح نامہرباں ہے اس قدر ، اے میرے رب ! کیا ہے ؟  
مری نقص کچھ ثابت نہیں ، وجہ غضب کیا ہے ؟

---

بہو لیجئے ! دامن میں " فغان " لاشمت جگر کو  
 ہم خانہ بدوشوں کا ' سر انجام یہی ہے

---

نیرے ہی دل سے پوچھئے ' اس غم کو ہاں " فغان " ..  
 النہت ' بڑی بلا ہے ' کسی کو خدا نہ دے

---

یہ دل ' تیرے وصال کا مذکور کیا کرے ؟  
 مقدور جب نہوے ' تو مجبور کیا کرے ؟

---

تیرے فراق میں ' کیوں کر یہ درد ناک جئے  
 مرے تو مر نہیں سکتے ' جئے تو خاک جئے

---

اثر کرتی نہیں ' اس بت نے دل میں آہ ' کیا کیجے  
 عجب حالت ہے میہی ' اے مرے اللہ ' کیا کیجے

---

مجھ دل ناشاد کو ' ہر وقت غم سے کام ہے  
 کیا خوشی یارو زمانے میں اسی کا نام ہے :

---

کت گئی ساری عمر ' غفلت میں  
 کچھ تیری بلندی ادا نہ ہوئی

---

عکس میرا ، شب ہجراں میں تماشائی ہے  
ایک میں آپ ہوں اور گوشہ تنہائی ہے  
میں تو وہ ہوں ، کہ مرے لاکھ خریدار ہیں اب  
لیکن اس دل سے میں درتا ہوں کہ سودائی ہے

لالاں نہ ہو تو ، یار کے شکوے سے باز آ  
سن پائیے گا ”فغاں“ کوئی فریاد رس ابھی

قاصد ، جو نا امید پہرا کوئے یار سے  
خفت مجھ ہوئی ، دل امیدوار سے

دل میں اس شرح کے ہو پاس وفا ، سو معلوم  
کہنے سننے کے لئے ، بات بنا رکھا ہے

#### مظہر

شمس الدین نام ، جانچاں لقب تھا - ان کے والد مرزا جان  
عالمگیر کے منصب دار تھے ، نسب ، ماں کی طرف سے محمد بن  
حنفیہ تک پہنچتا ہے ، باپ کی طرف سے تیموری خاندان سے  
تعلق تھا -

جب یہ پیدا ہوئے تو عالمگیر نے ”جانچاں“ کا خطاب  
دیا اور کہا کہ ”پسر جان پدر می باشد“ ۱۸ برس کے ہوئے  
تو ان کے والد نے انتقال کیا ، تقدیر یاور تھی شیخ محمد افضل

سیالکوٹی شیخ المتحدین سے حدیث کی تکمیل کی - ایس برس تک مشائخ تشبندیہ سے فیوض حاصل کئے -

مرزا صاحب ہدایت خوش تقدیر ، اور صاحب فضل و فضل نے ، مستغنی ایسے تھے کہ کسی میر نے سائل نہ دہی حاجت لے گئے اور نہ کسی کو خاطر میں لائے -

چونکہ فارسی تغزل میں خاص پایہ رکھتے تھے ، اور دل میں تصوف نے گداز پیدا کر دیا تھا ، عشق حقیقی کی کھٹک دل میں تھی اس لئے اردو کی غزلیں شاد کیف کے پیمانے ہیں ، معانی کا جوش ، الفاظ کی بندش سے باہر ہوا جاتا ہے -

مرزا صاحب نے اردو تغزل سے آب حیات میں سب سے پہلے تصوف کی شیرینی ملائی ہے - ان کی زبان بھی سلیس ہے ، بندش کی چستی ، لطف دہلا کر رہی ہے -

انعام اللہ خاں یقین ، - میر محمد باقر حزیں - خواجہ احسن اللہ بیان - بساویں لعل بیدار - ہیبت قلی خاں حسرت - محمد فقیہ درد مزد - مشہور تلامذہ تھے - مرتب کل دلا نے ان کے شاگردوں میں "یکرنگ" کا نام بھی لیا ہے -

ان کے علاوہ بھی ، بعض شاگردوں کا نام لیا جاتا ہے - بقول بعض تذکرہ نویس ، ان کی تصانیف کے سلسلے میں "خفیہ جواہر" شعراء فارسی کے دلا کا انتخاب ، فارسی کا منتخب دیوان ہے -

شاہ شاہد علی صاحب سبز پوش ، خلیفہ فانی رئیس گورنمنٹ کا بیان ہے کہ مرزا صاحب کا مکمل دیوان اردو قلمی ، کتب خانہ

نقداء جونپور ميں موجود هے ، اس كے علاوہ اور كوئي نشان  
هيں ملتا ۔

۱۱ رمضان سنہ ۱۱۱۱ھ ميں پيدا هوئے اور ۱۰ محرم سنہ  
۱۱۹۵ھ ميں شهيد هوئے ۔

چلے اب گل كے هاتھوں سے لقا كر كاواں اپنا  
نہ چھوڑا هائے بلبل نے چمن ميں كچھ نشان اپنا  
يہ حسرت رہ گئي ، كس كس مزے سے زندگي كرتے  
اگر هوتا چمن اپنا ، گل اپنا ، باغبان اپنا  
الم سے يياں تلڪ روئيدں ، كه آخر هو گئیں رسوا  
دبويسا هائے آنكهوں نے مژہ كا خانماں اپنا  
جو توتے كي ، سو دشمن بهي نهیں دشمن سے كرتا هے  
غلط تھا ، جانتے تھے تجھ كو جو هم مهرباں اپنا  
مرا جلتا هے جي ، اس بلبل بيكس كي غربت پر  
كه جس نے آسري پر گل كے ، چھوڑا آشياں اپنا  
كوئي آزرده كرتا هے سجن اُپے كو ، هے ظالم  
كه دولت خواہ اپنا ”مظھر“ اپنا ”جانجواں“ اپنا

گر چه الطاف كے قابل يہ دل زار نہ تھا  
ليكن اس جور و جفا كا بهي سزاوار نہ تھا  
لوگ كهتے هيں موا ”مظھر“ بيكس افسوس  
كيا هوا اس كو ، كه اتنا بهي وہ بيمار نہ تھا

جوان مارا کُیا خوبیاں کے اوپر، میرا "مظہر"  
 بیلا تھا یا برا تھا زور کچھ تھا خوب کام آیا

—

بخسی تھی نگہ کا، اک پل جیسا تو پہر کیا  
 صیاد تھی بغل میں، تک دم لیا تو پہر کیا

—

اس گُل دم بھیجتا ہے مجھے خط، صبا کے ہات  
 اس واسطے لگا ہوں چمن کی خوا کے سات  
 "مظہر" چھپا کے دہم، دل ناک کے نشیں مے  
 یہ شیشہ بیچتا ہے اسی میرا نے ہات

—

سب یہ کہتے ہیں مر کُیا "مظہر"  
 فی الحقیقت میں، گھر کُیا "مظہر"

—

ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار  
 تھامے بس چلتا نہیں، دیا منت جاتی ہے بہار  
 ہم گرفتاروں کو، اب کیا کام ہے گلشن میں، لیک  
 جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں، تھی ہے بہار

—

انہی فرصت دے، کہ بخصمت ہو لیں، اے صیاد، ہم  
 مدد تو اس بارگ کے، سایہ میں تھے آزاد ہم

—

کبر، گل کو گل کہوں، تو ترے دو کو کیا کہوں؟  
 بولوں نگہ کو تیغ، تو ابرو کو کیا کہوں؟

---

توفیق دے، کہ شور سے اک دم، وہ چپ رہے  
 آخر، یہ میرا دل ہے، الہی! جرس نہیں

---

مت اختلاط کر، اے نو بہار تو ہم سے  
 چمن میں ہونے کا اس خاک کو دماغ نہیں  
 یہ بلبلسوں کا، صبا! مشہدمقدس ہے  
 قدم سنبھال کے رکھیو ترا، یہ باغ نہیں

---

آج مت رنگ حنا سے کف پایا، لال کرو  
 اے بتان اس دل پر خون کو، پامال کرو

---

کسی کے خون کا پیاسا، کسی کی جان کا دشمن  
 نہایت منہم لگایا ہے صنم نے بیوۂ پاں کو

---

آتش کہو، شرارہ کہو، کوٹلا کہو  
 مت اس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو

---

الہی! مت کسو کے ہمیش، رنجِ انتظار آوے  
 ہمارا دیکھئے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

---



تجلی ' کبر نبی ' ہست و بلند اُن کو نہ دیکھاتی  
 فلک یوں چرخ کیوں کھاتا : میں کیوں فاش ہو جاتی  
 خدا ' تیرے کٹ پا کو ' نہ اس شوخی سے سہلاتی  
 یہ آنکھیں ' کیوں لہو روئیں اُنہوں کی نیند ' نہیں جاتی ؟  
 الہی ؟ درد و غم کی سر زمین کا ' حال دیا ہوا  
 محبت گر ہمارے چشم نہ سے ملے نہ ہر سانی

یہ دل ' کب عشق کے قابل رہا ہے ؟  
 کہاں ! اس کو دماغ اور دل رہا ہے  
 نہ تو ملنے کے اب قابل رہتا ہے  
 نہ مجھ کو ' وہ دماغ و دل رہتا ہے  
 خدا کے واسطے اس کو نہ تو کو  
 یہی ' اک شب میں قابل رہا ہے

خدا کو اب تجھے سونپا اے دل یہودی اک تھی ' ہماری زندگی

اگر ملے تو رخصت ہے ' نہ ملے تو قیامت ہے  
 غرض ' نازک مزاجوں کی محبت محبت ' آفت ہے

#### حسرت

میر محمد حیات نام ' عظیم آباد وطن تھا ' ہیبت فنی خاں  
 کے لقب سے مشہور تھے -

نواب سراج الدولہ ، ناظم ہنگالہ کی سرکار میں داروغہ تھے ، لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی میں شہرت رکھتے تھے ، اُردو شاعری کو ترقی دینے ، اور سلیس بنانے میں اُن کا نام بھی مشہور ہے بعض جگہ اُن کے کلام میں تعقید ہے - مرزا مظہر جانِ جان کے شاگرد تھے [۱] -

کیا پہلے عزیز اتنا ، کرایا آنکھ سے آخر  
قیامت دور لے جا کر ، مجھے اے سرو قد پتکا

عشق پوشیدہ ، نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا  
چاک دل ، چاک گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا

طلب نہیں مجھے ، حسرت ، بتوں سے دل کا کام  
کہ عہد ہے مجھے ، دیدار کی گدائی کا  
ہزار حیف نہ سمجھا تو ، رسم دلدارِ  
رہا ہمیشہ ، تجھے ذوق دلربائی کا

مہربانی سے نو گھر کس کے نہ آیا تھا  
اک ہمیں نے ترا سایہ بھی نہ پایا تھا

---

[۱] مظہر کے شاگرد ہونے کی وجہ سے اُن کا نام دہلی کے شعرا کے سلسلے میں لکھا گیا ورنہ لب و لہجہ ، بعض خصوصیات زبان و ترکیب کے اعتبار سے اُن کو دہلی کی شاعری سے کوئی نسبت نہیں - مرتب -

ات اُس خانہ بوند! نے ، بزمِ اپنی سے  
اور سب بیٹھے تھے مجھ کو اُتار تہا

---

سیر دکھتا ہے تمہارا شیوہ دیوانگی  
عشق نے ، داغِ جلوں سے ہم کو ٹنڈستہ کیا  
عالمِ بالا سے ، حسرت ! پہنچے ہے فیضِ سخن  
فکرِ قد نے اُس کی ، ایذا شعِ بوجستہ کیا

---

ترے سلوکوں سے ، دلِ اب تو سیر ہے جاں سے  
قریبِ لطف کا ، ہو کر نہیں میں تھانے کا

---

نظروں میں اُس کی ہیں ، کس کے لبِ خنداں "حسرت"  
کیا بلا جوش میں ، یہ نیدہ دایاں ہے آج

---

دلدار کا وصال ، مہرِ ہم یا نہ ہم  
مشتاق کو ہے شامِ مستحب ، انتظارِ فہم

---

خواری نے مجھے عشق کی ، جینے سے کیا سید  
جی جائے کہیں ! تاکہ مگر یہ خلشِ دل

---

میں تھوے قول کا قائل ہیں ، ناصحِ مشفق  
وئے قرارِ دل ہے قرار ، ہے مشعل

---

نسبت رکھے ہے اُس سے جفا ، اور جفا سے ہم  
 نالاں رہے ہیں ہم سے وفا ، اور وفا سے ہم  
 ہم خاک کوئے یار رکھیں ہیں ، وہ بویے گل  
 سودا کرے ہے ہم سے صبا ، اور صبا سے ہم  
 اس کی امید وصل میں ، از بس ہے ناقبول  
 ہے ہم سے شہر، سار دعا ، اور دعا سے ہم

برہمن ہونے کو آتا ہے ، بتا سچ آج کون ؟  
 ہو رہی ہے ہر طرف ، ” حسرت “ صنم خانے میں دھوم

کب تلک دیکھیں تجھے دور سے ، حیراں ہیں ہم  
 کیا کوئی حسن کی دولت کے ، نگہیاں ہیں ہم  
 کون دیوانہ بد مست کی ، رمزین پساوے  
 حسرت اس چشم سختن گو کے ، زباں داں ہیں ہم

تپا کرتا ہے دال ہر لحظہ ، لب پر رہتی ہیں آہیں  
 نگاہیں تہک گئیں ، تکتے ہی تکتے یار کی راہیں

ہم سے وحشت ، اسے کیا کہتے ہیں ؟  
 سب سے الفت ، اسے کیا کہتے ہیں ؟  
 لسی اُٹھا ، چشم مروت ہم سے !  
 بے مروت ! اسے کیا کہتے ہیں ؟

اس کے دل میں ' کبھی تائید نہ کی  
اے محبت ! ابے کیا کہتے ہیں

---

یاں بھی آ آ کر ستاتے ہیں ' ملامت کر مجھے  
چھوڑ کر جاؤں میں یا رہ ! کلج تنہائی کہاں :

---

میں جدائی میں بھی ' دلدار سے مہجور نہیں  
دل میں بسنا ہے وہ ' آنکھوں سے مری ' دور نہیں

---

ہاتھ سے اپنے نہ دے ' وصل کی فرصت راحت  
پھر خدا جانے ' کہ ہم ہوویں کہاں ' یا کہاں ؟

---

گرچہ ہیں فواصر دریائے ستن ' " حسرت " ا سبھی  
نہر قلم کدو ' دست گد گدے افشای نہیں

---

توقع ' عشق میں ' کس سے دیکھوں میں درست داری ہی  
ہماری ہمدردی ہے ' بداد خطاب آؤ و افعال دم

---

کم نگاہی سے ' کم ادھر دیکھو دیکھتے ہو تو ' بہر نظر دیکھو

---

دل مرا لے کے ' میاں ! جاں طالب کرتے ہو  
لوٹ تم نے تو مچائی ہے ' غضب کرتے ہو

---

جسکو ہوتا معکرم راز رموز عاشقی ، ” حسرت “  
وہ ان طرزوں کو کیا جانے ، وہ یہ انداز کیا سمجھے

---

مقید زلف کا ہوں ، اُس کے رخ سے مجھ کو کیا نسبت ؟  
ہو اے سیر گلشن کو ، اسیر دام کیا جانے ؟

---

میری بات سنتا ہے اُس طور سے  
کہ کہتا ہوں گویا کسی اور سے

---

سر مرا خاک ہوا ، راہ وفا میں آخر  
شکر ! ضایع تو مری ناصیہ سائی نہ گئی

---

عاشق زار کی عرض ، اے شہ خوباں سن لے  
دل پر درد کا آزار برا ہوتا ہے

---

بلا کش عشق کے ، اجر وفاداری کے طالب ہیں  
بتوں کو ، حسن توفیق جفا کاری ، خدا دیوے

---

اے دل ! نہیں سیٹھے میں ، قرار اب تجھے اک دم  
پھر کس سے ؟ تری ، خانہ خراب آنکھ لگی ہے

---

بہرا ہے دل ، مڑا اشک بار ہے اب کے  
 اماں ہے ، گریہ ہے اختصار سے اب کے

---

عشق میں ، خواب کا خیال کسے ؟  
 نہ لگی آنکھ ، جب سے آنکھ لگی  
 یار آتا ، نظر نہیں آتا  
 ہے ادھر میڈی کب سے آنکھ لگی

---

حسد سے ہم صغیروں کے چمن ہے تنگ اب ہم پر  
 دعا تک میڈی ، اے باد صبا ! صدا کو پہنچے

---

جو دلدار ایذا ، کولی اور تیرے  
 محبت میں ، کچھ بیست کا طور تیرے

---

تمہیں اے مے کشو ، تو نوش جاں پیمانہ عشت  
 لبالب خون دل سے ، ہم تو ایذا جام کر بیٹھے

---

ایک پر خوں ، ایک ہے پر اشک ، تیرے ہنجر میں  
 یعنی چشم و دل کا پیمانہ ، یہاں لہجہ ہے

---

عشق کی ، عاشق و معشوق میں نسبت نہیں ایک  
 طرز سوزش ہے جہد ، شمع سے پسوانے کی

---

دشوار پروا سخت ، تیرے کوچے تک آنا  
ہر روز مری راہ میں ، اک سنگ نیا ہے

---

موجود بھی نہیں ہوتے ہیں منکر ، بت پرستی کے  
بنایا جس نے تجھ سا بت ، میں اُس اللہ کے صدقے

---

یہ دوستی ، یہ مروت ، یہ غم گساری ہے  
کہ ناخوشی میں ہماری ، خوشی تمہاری ہے

---

اتنا نومید نہ ہو ، دل کو خوشی رکھ ، ” حسرت “ !  
صدر کدر ، دیکھ تو کیا ہوتا ہے ہوتے ہوتے

---

### یقین

انعام اللہ خاں یقین ، مرزا مظہر کے خاص شاگردوں میں  
تھے - ۲۴ برس کے سن میں انتقال کیا ، لیکن اس عمر میں  
بھی طبیعت قیامت تھی ، اپنے زور طبیعت کے ساء نے کسی کی  
حقیقت نہ سمجھتے تھے ، میر تقی میر کی یہ رائے صحیح نہیں  
کہ ” ذائقہ سخن فہمی نہ دارد “ -

ان کے کلام کو دیکھتے تو معلوم ہوگا کہ ” مرتبہ استادی “  
میں کسی سے کم نہیں ، کلام میں سلاست اور گداز ہے ، مختصر  
الفاظ میں مضمون آفرینی کی شان نمایاں ہے - دیوان شایع  
ہو گیا ہے -



سریر سلطنت سے ، آستانِ یار بہت تھا  
 ہمیں ظلِ ہما سے ، سایہ دیا بہت تھا  
 مجھے زنجیر کرنا ، کیا مناسب تھا بہاؤں میں  
 کہ گل ہاتھوں میں اور پاؤں میں میرے خار بہت تھا

---

”یقین“ : امید جینے کی نہیں تیری ان نگہوں سے  
 اثر پرہیز تو کرتا ، تو یوں بیمار کیوں ہوتا ؟

---

شکوہ حسن سے آنسو ہمارے سکھ جاتے ہیں  
 ”یتیم“ : سوچ کے تھے کب اثر ہوتا ہے شہنشاہ کا ؟

---

رہا میں نے خبر ، افسوس ، لذت سے اسیری کی  
 جو میں یہ جانتا ، کتبِ قنر میں آئینا ڈبنا  
 کیا مجھ کو ”یتیم“ : اس ناتوان نے خجستہ بزم  
 گلی کو یار کی ، اپنے ہو سے آستانِ شان

---

اُس گل سے کچھ حجاب ، تمہیں دمیاں نہ تھا  
 جس دن کہ یہ بہار ہے تھی ، آستانِ نہ تھا

---

یہ کوہِ طور ، سرمہ شوکتِ سب کی ، دنیا نہ ہم  
 کوئی پتھر بھی ہم ہوتا ، نہ دیوے نے نہ آنا

---

نہیں معلوم، اب کے سال، مے خانے پہ کیا گذرا  
 ہمارے توبہ کر لیتے سے، پیمانے پہ کیا گذرا  
 مجھے زنجیر کر رکھا ہے، ان شہری غزالوں نے  
 نہیں معلوم، میرے بعد ویرانے پہ کیا گذرا  
 برہمن سر کو اپنے پیٹتسا تھا، دیر کے آگے  
 خدا جانے، تری صورت سے بت خانے پہ کیا گذرا

---

ہیں زخم مرے کاری، اس سینے سے کیا ہوگا؟  
 اب مرنا ہی بہتر ہے، اس جینے سے کیا ہوگا؟

---

پاؤں کو اپنے، ”یقین“ کی چشم گریاں پر، نہ رکھ  
 مت کر اے گل، آب جو میں دامن رنگیں خراب

---

تری آنکھوں کی کیفیت کو، میخانے سے کیا نسبت؟  
 نگہ کی گردشوں کو، دور پیمانہ سے کیا نسبت؟  
 یہ جیوے ہجر میں، وہ وصل میں بھی جی نہیں سکتا  
 تکلف برطرف! بلبل کو پروانے سے کیا نسبت؟

---

تصور کر کے لیتا ہوں مزہ میں اُس کی باتوں کا  
 مرے اِس چپکے دھڑے کا ہے، وہ شیریں دھن باعث  
 محبت کا نہیں ہے ظلم بھی، خالی عدالت سے  
 ہوا پرویز کے جینے کا، مرگ کوہ کن باعث

---

نک گل کی آگ پر، دامن نہ مار اے باد صبح  
 کیا کہیں گی بلبلوں، پھر اُشیدانے کا صبح  
 شیشہ دل کے تئیں اپنے، سنبھالے رکھ "یتیم"  
 پھر کہے گا کون، اس کے پھرت جانے کا علاج

فصل گل بھی آن پہنچتی، دیکھتے کیا ہو "یتیم" !  
 اب کے چلتا ہے جنوں پر، جی تمہارا بے طرح

باغبان بے رحم اور درہند، دیواریں بلند  
 بلبل بے بال و پر، گلشن میں جاوے کس طرح

کہے ہے آئینہ، بے طرح نکتہ چینی حسن  
 نہ کہ تو اس کو، اب اُٹھا اپنی زورِ مستراح  
 ترے ادب سے، جنوں کو کیا ہو ایسا حال  
 کہ ہاتھ جیب سے گویا نہ تھا کہیں مستراح

پتھر کو جی نکل جاوے گا، بلبل کی طرح میرا  
 کیلا بند گریباں کو نہ رکھ اے نسلِ بدن سے دم

بہار آخر ہوئی ہے، اب تو سینے دے دیواریں ہم  
 "یتیم" ! کرتا ہے کوئی اس قدر دیوانہ بن، اس ن

ایک شب، تو یار کے کوچے میں رہنے دے ہمیں  
اس قدر بھی پاسباں! بے خانمانوں کو نہ چھوڑ

---

آپ سے ہم نے مقرر کی ہے، اپنی جا، قفس  
دوڑنے تک پھڑکیں، تو ہو جاویں تمہو بالا قفس

---

جٹوں کے ہاتھ سے محفوظ اک دم رہ نہیں سکتا  
دھوکہ کرنا ”یقین“! میرے گریباں کے نہیں لائق

---

کہیں عبث سمجھتا ہے ناصح! تو ”یقین“ کا چاک جیب  
ہاتھ اس کا چھوڑتا ہے کب، گریباں کا خیال

---

ہمارے درد کی دُارو، اگرچہ ہے تو دُارو ہے  
یہ سب کچھ سن کے ساقی! بات پی جانے کا کیا حاصل؟

---

بے مقدار جفائے یار، بڑھتی ہے وفا میری  
کوئی چاہے تو آدیکے محبت اس کو کہتے ہیں

---

درد بن، ہم کو کچھ اس آگ سے مقصود نہیں  
عشق پھیکا ہے اگر داغ نمک سود نہیں

---

ہم تو حاضر ہیں ، عشق یار کہاں  
خار و خس جمع ہیں ، شراد کہاں

---

کرتا ہے کوئی یارو ، اس وقت میں تدبیریں  
مرتا ہے یہ دیوانہ ، اب کہوں دو زنجیریں

---

گلی میں عشق کی ، دل بھول جاؤا تھا ” یقین “ !  
پھر ان دنوں سے دولے کا کچھم سراغ نہیں

---

عمر آخر ہے ، جنوں کر لوں ، بہاراں پھر کہاں  
ہاتھ مت پکڑو مرا یارو ! گریباں پھر کہاں  
ہے بہشتوں میں ” یقین “ ! سب کچھم ولیکن درد نہ  
پھر کے دل دو لیجئے ، یہ چشم گریاں پھر کہاں

---

کوئی دن اور کرنے دو جنوں ، مجھ کو بہاراں میں  
عبث سیتے ہو اُس کو ، کیا رہا ہے اس گریباں میں

---

بلائے عقل سے ، کچھم چھوٹنے کی راہ نہیں  
بغیر مے کدہ ، یارو کہیں پناہ نہیں

---

بتان خدا کی خدائی کے سب مظاہر میں  
جو ان کا بندہ ہوا ہے تو کچھم کتا نہیں

---

اسیرانِ قفس کی ناامیدی پر ، نظر کھینچو  
 بہار آوے ، تو اے صہاد ! مت ہم کو خبر کھینچو  
 کہا جاتا نہیں مجھ سے ، جو کچھ تیں کہہ سکے کھینچو  
 مری اس بے زبانی پر نظر ، اے نامہ بر کھینچو

---

جنا کے ہڈر میں ، اے ظالمو نہ دیر کرو  
 مری زبان کو ، شکایت پہ مت دلیہ کرو

---

یہ معصرا ب نماز بے خودی ہے زاهدان ! سمجھو  
 خدا کے واسطے ، مستوں کے پیمانے کو مت چھیڑو

---

عمر میں ، تیں نے تو دیکھی ہے ، بہت غم خواری  
 اب تو اے چرخ ! تک اک اس دل ناشاد کو دیکھ

---

جو نہ جی سکتے ہوں بے تابي سے پھر ، وہ کیا کریں  
 جی نکل جانے میں کیا ہے بے قراروں کا گناہ

---

کسو کا دست کوتہ ، اس کے دامن تک کہاں پہونچے  
 تمنا کی زبان ، مت کر دراز اے بوالہوس چپ رہ

---

کیا دھوم مچائی ہے ، صحران میں دوانوں نے  
 اس فصل مبارک میں ، آباد ہے ویرانہ

---

بدلہ ترے ستم کا ، کوئی تجھ سے کیا کرے ؟  
 ایذا ہی میں دریافت ہوئے ، خدا کے  
 قاتل ہماری "ش کی" تشہیر ہے غمور  
 اُٹھو ، ناکوئی نہ کسی سے وفا کرے

---

اس اشک و آہ سے مجھ کو ، ہوا [ ] یہی معلوم  
 یہ دل کچھ اب رسیدہ ہے ، کچھ جا بھی ہے

---

حق ، مجھ باطل آشنا نہ کرے  
 میں بتوں سے پہوں ، خدا نہ کرے  
 نامتو ! یہ بھی کچھ نصیحت ہے  
 کہ "یتیم" یاد سے وفا نہ کرے

---

اپنے بندوں کو جہ کم خاک دے ہیں "یتیم" !  
 ان بتوں کی ضد سے خوجاں مسلسل نو مہی

---

جہ آگ سے جب کشتی میں ، وہ محتوب خانہ ہے  
 کبھی آنکھیں نہ آنی ہیں کبھی دل داب خانہ ہے

---

نوٹ - "ا" مصطفیٰ نے اپنے تذکرے میں یہ منہاج اس طرح لکھا ہے —  
 اس اشک و آہ سے سودا بٹو نہ خانے نہیں ، صائب ۔

بہار آئی ، بجاؤ عدلیاں ساز عشرت کے  
گئیں حسرت کی وہ راتیں گئے وہ دن مصیبت کے

---

انا ہوں میں ، جی دیئے میں مجنوں کے سلیقے کا  
مڑا لے لے کے ، مرنے کی طرح ، فرہاد کیا جانے

---

اجل نہ چھوڑے گی آخر ، ”یقین“ کو لازم ہے  
کہ اپنے سر کو ، ترے پاؤں پر نثار کرے

---

اگر اس کی جگہم ، پہلو میں ہوتا خار ، بہتر تھا  
بہت دیتا ہے میرا دل مجھے آزار ، کیا کہیے

---

بے قراری کب تھہرنے دے ہے مجھ کو ، زیر تیغ  
مارنا سیناب کا مشکل ہے ، قاتل کیا کرے

---

نہ دے فرصت کہ ان ہاتھوں سے کچھ کام اور ہی نکلے  
ہم آخر ہوں گے دامن گیر اس چاک گریباں کے

---

عجب سچ سے کیا ہے قتل مجھ کو ، کوئی مت توکو  
طلب کرتا ہے ایسے قاتلوں سے خوں بہا کوئی

---



نہ نکلا صبر سے کچھ کام اب فریاد کرتا ہے  
میری فریاد ہی شاید 'میری فریاد' کو پہنچے

---

اکثر زنجیر میرے پاؤں میں ڈالی : تو آیا ہوا  
بہار آتے ہی میرے ہاتھ ہیں : 'اور یہ کڑیباں ہے

---

کڑیباں چاک کرنے سے کسوتے ' یہ کچھ ناصح ؟  
ہمارا ہاتھ جانے ' اور عمارت یہیں جانے

---

منّت کب آزاد کرتی ہے : گرفتاری مجھ  
جان آخر لے کے چھوڑ گئی یہ بیساری مجھ

---

عاشق جو ہے جیتا : معشوق نے نام آئے  
کیا لطف ہے جتن تار پیرائے کہ کیا تھوڑے

---

سبزے میں "یتیم" : تھوڑا حیرت سے بہاتے ہیں  
قدوس نہ کہتے نہ دیتے تو کیا کہیں : ]

---

ہیں

'خوابتہ' احسن اللہ نام : آزاد : 'احمد' : 'میں' : 'کس' : 'نہا' :  
دھلی میں پیدا ہوئے : 'آغا' : 'میں' : 'حیدر' : 'آغا' : 'کے' : 'اور' : 'میں'

زندگی بسر کی ، وفات بھی وہیں ہوئی ، خلیق ، پاکیزہ مزاج ،  
 طریف الطبع ، کثیر الاحباب اور متواضع تھے ، شاعری کے فنون پر  
 عبور تھا ۔

کلام میں سادگی ، سادگی میں لذت اور کشش ہے ، جابجا  
 نمکینی دل کے زخم پر نمک پاشی کرتی ہے ، محاورات کی بگدھ  
 چست اور بے ساختہ ہوتی ہے ۔ مرزا مظہر کے شاعر تھے ، راے  
 گلاب چند ، ان کے مشہور شاعر ہیں ان کا قلمی دیوان انڈیا آفس  
 میں موجود ہے سنہ ۱۲۱۳ھ میں وفات پائی [۱] ۔

مت سمجھتے بے حواس ، اے ہمد  
 شکوہ ہجر ، میں جو سر نہ کیا  
 گو کہ خسرو نے ، سو بنائے قصر  
 دل میں شیریں کے ، ایک گھر نہ کیا  
 کیا غبار اُس کے دل میں تھا ، کہ ”بیاں“ !  
 خاک پر بھی مری ، گذر نہ کیا

اس راہ عاشقی میں چلنا اسے روا ہے  
 سر اول قدم پر ، جو شخص کہو سکے گا  
 تقلید کر ”بیاں“ کی رویا تو بوالہوس بھی  
 پر سخت دل ، مژہ میں کیونکر پرو سکے گا



جو خدا، آشنا نہیں۔ کوئی  
کشتی توٹی ہے اور ساحل دور

---

م سرگذشت کیا کہیں اپنی کہ مثل خار  
پامال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر

---

جہانک، تک باغ دل میں اپنے ”بیان“  
اُس چمن میں بھی، کم بہار نہیں

---

چراغ صبح ہوں، یا آفتاب وقت آخر ہوں  
کوئی ساءت کا مہساں ہوں، کوئی دم کا مسافر ہوں  
تمنا بادشاہی کسی، کسی سفلے کو ہووے گی  
مرے دل میں خدائی کا بھی خطرہ ہو تو کافر ہوں

---

مد حیف کہ دریا کے کنارے ہوں تشنہ  
خم پاس اور افسوس کہ مجبور پڑا ہوں

---

کہتا ہے کون، ہجر مجھے صبح و شام ہو  
پر وصل میں بھی لطف نہیں، جو مدام ہو

---

بوسے کے نام ہی پہ، لگے کاتلے زبان  
کتنی عمل سے آگے، مکافات بڑھ گئی

---

نوئی ایسا ، جہاں میں ملے  
 نہ دوست ، امتحان میں ملے  
 سو اس میں ، نہ ملے دل کی خاص  
 اور انکس ، نہ ملے آن میں ملے  
 کچھ یہ نام نہیں ، نہ جنس عیب  
 نہ کسی دلی زبان میں ملے

دسوا کہ ، خدا ہے ، اے چشم کی مندی  
 آن کی اس ہی نام میں ، نہ ملے مندی  
 میں دست گوا ، قدس ، نور ، نور ، نور  
 تمہا کہ چھوڑ جائیں نہیں ، نہ ملے مندی  
 ساقی نبی ، خدا ہے ، مندی ، میں ، ایک نام  
 دہلیں جہاں ہی ، خدا ہے ، نہ ملے مندی  
 جنت نام کے ، "جاہل" نام میں ، نہ ملے مندی  
 دل کے تو ہیں ، سیر کے لیے ، نہ ملے مندی

جداو نہیں ، مست نہیں ، نہ ملے مندی  
 ظالم ، یہ نام میں ، نہ ملے مندی  
 مارا ہے ، "سور" نام میں ، نہ ملے مندی  
 تیرا ، نہ ملے مندی ، نہ ملے مندی

سور ، نہ ملے مندی ، نہ ملے مندی  
 چا ، نہ ملے مندی ، نہ ملے مندی

صلح اور جنگ، 'نہجہ کو سب آسان  
مہجہ کو ہر طرح، 'آہ مشکل ہے

---

مبارک ماہ کلعان! اے زلیخا چشم ما روشن  
بس اتنی بات کہنے مصر میں یعقوب جانا ہے

---

سلگتی ہے اک آگ، مدت سے یاں  
اس آتش کی گری، کدھر جائے گی  
جو ہم بن، 'تہاری' گزرتی ہے خوش  
ہماری بھی، 'تم بن گزر جائے گی

---

میں جانتا تھا، 'وصل کی شب بھی دراز ہے  
آنکھیں جو گھل گئیں، 'تو در صبح باز ہے

---

اسی امید و بیم میں گذری  
گاہ کی اُن نے مہر، گاہ نہ کی

---

ہے کدھر تیس، کہاں ہے فرہاد  
عشق سے، 'نام چلا جانا ہے

---

میری ناکھ پہنچتی ہے ، آ ، منہ دھو ،  
تبی اک توجہ سے ، اس پر تو ہے

---

بہار آئی ہے اے ناصح ! ہمیں بے تک پہنچ دے  
عمارے طور پر ہم تو ، گدیوں چک پہنچ دے

---

یا ہوجیئے افلاکوں ، یا ستل دو بہو مجھوں  
دنیا میں بہو مضمون ، اک نام تو کچھ دے  
آیا وہ مہ تاباں ، بتل ہم نے کسی قداں  
جب آئے توئی مہمان ، نام نہ کچھ گداں

---

پائے عالم ، بیتہ نے پیہنچوں نہیں  
خانہ نشینی تو بھی ، گدا چاہئے  
دل تھی ، جیسا کہ خدا نے دیا  
مجدد کو بھی ، ویسے ہی جنگ جہدے

---

شب فراق کی دھشت سے خان خانانی ہے  
یہی ہے صبح سے دھشت سے بات کسی ہے

---

کہا تھا ساروں کے کان میں ، لکھنے نے تھستہ  
کے متکلم کی خانانی ، انہوں مذکور صحت کیستہ

### تاباں

میر عبدالصحنی نام ' دہلی کے رہنے والے ' حضرت موسیٰ علی رضا کی اولاد میں تھے - بہت خوبصورت تھے ' ابتدائے جوانی میں انتقال کیا ' صاحب دیوان ہیں - سلاست کے ساتھ اشعار میں زبان کے چٹخارے بھی موجود ہیں - عناصر سوز و گداز اور اثر کا پتا مشکل سے چلتا ہے - مرزا صاحب کے شاگرد تھے ' شفیق نے حاتم کا اور میر نے حشمت کا شاگرد لکھا ہے ان کا ایک قلمی دیوان کتب خانہ ' اصلاح دہنہ ' ضلع پٹنہ میں موجود ہے ' دیوان چھپ بھی گیا ہے -

---

آشنا ہو چکا ہوں میں سب کا

جس کو دیکھا سو اپنے مطلب کا

---

بہلے برے کی ترے عشق میں آرا دی شرم

ہمارے حق میں کوئی کچھ کہو ' ہوا سو ہوا

---

جو کہ عاشق ہو میں کہتا ہوں اُسے ' لیوے سیکھ

شمع جلنے سے کی ' پرانے سے مرنے کی طرح

---

کیا قتل اُن نے مجھ کو ' غیر سے مل

ہوا دشمن جدا خوش ' وہ جدا خوش



ہے وفاؤں سے ' جی میں ہے ' نااہلی '۔  
ابو سب کچھ کہیں وفا نہ کہیں

---

گو تو ناخوش ہے ' مہرے شہ جنس سے خاص  
نہ مجھے شہ بد، لائق انداز تم نہیں

---

اب ہم ' دنوں کو اپنے اندہ ہیں تو دیا نہیں  
کہتے تھے جن میں عینس وہ ایمہ بھی نہیں

---

ان جان ہم تو اس سے کہی دہر دل دہر  
جو جانتا ہم اس نہ میں کہہ دیا تو

---

ہستہ ہے منہم ' میں راستہ تاج میں نہ  
غضب ہے یہ ' انہاں محنت نہیں ہے

---

مجھے ان دنوں سخت دیوانہ ہیں ہے  
کدی کہ ہے مجھوں ' کدی نہ ہیں ہے

---

بیاں دیا کہیں ناہالی میں اپنی  
مستے بات نہیں ہی طاقت دل ہے  
تمہا تمہیں آجوں ہی ہے نہیں  
وہوں پاؤں پ ' س ' یہ سہ - کہاں ہے

---

ممکن نہیں کہ ان سے کبھو دل مرا پھرے  
گو ان بتوں کے عشق میں ناصح خدا پھرے  
شور جنوں کا سرد ہے بازار، ان دنوں  
آوے بہارِ جلد، الہی ہوا پھرے [۱]

شاعر

میر کلو نام، میر درد کے عزیز اور مرزا مظہر کے شاگرد تھے [۱]  
تفصیلی حالات معلوم نہ ہوسکے -  
مرزا مظہر کے شاگردوں کا جو رنگ ہے ان کے کلام میں بھی  
موجود ہے -

ہر بوالہوس سے مل کر اے ”عشق“! مت سبک ہو  
ہے کام عاشقوں کا، تجھ سے نباہ کرنا

بھول کر بھی ادھر نگاہ نہ کی  
کہم! ترا اس میں کیا ضرر ہوتا

دشمن ایمان و جان و طاقت و آرام ہے  
یہ بتان کا حسن اور یہ جوشِ ایامِ شباب

دیوانہ ہے ، جفیں سے فہیں مرنے جائے دل  
نام بہار دوبرو اس نے نہ لبِ عیش

دو نے میں دم کے رکنے کی گڑھے یہی طرح  
تو جوش غم سے ہم نہیں بچتے فسی طرح

کس سے جاگ کر دوں نہی فواید  
نہی دے آپ اپنے ظلم کی داد

جے (وشلی) کو بس "ڈال" سے ملے گا  
 نہایت بڑے میڈی "جے" کو "یہ" سے "یہ" سے

یاں تک کہ طبعیہ تپ نہ ہو۔

کپڑی جو دوسرے میں ختم ہو گئی ہے، میں منقطع ہوں  
 ہمیں تو ایک دن اس سے کہیں قریب ہیں

فيلسوف - من علمه ان الله تعالى قد خلق كل شيء من اجله  
فما كان له ان يخلو عن نفسه

کیا کیا اثر دئے ہیں بتوں کی نگاہ کو  
یارب عطا ہو کچھ تو ہماری یہی آہ کو

---

کروں میں جوش جنوں ضبط کس طرح یارو  
کہ آہ سینے میں میرے، نہیں سمائی ہے

---

کیا کام ہے تک تو تھیر ظالم  
کیوں پا بہ رکاب ہو رہا ہے [۱]

---

#### ضیا

(میر) ضیاء الدین نام، دہلی کے رہنے والے تھے، آخر میں  
عظیم آباد کو مسکن بنا لیا تھا متواضع اور درد بھرا دل رکھتے تھے،  
میر حسن اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی شعر سوز و  
گداز سے بھرا ہوا سنتے تھے ان کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل  
آتے تھے -

غزلیں درد کا مرقع ہوتی ہیں، سادگی بیان میں دل نشیں  
انداز ہے رباعیوں میں بھی گداز ہے -

میر حسن - راجہ شتاب رائے (ساکن عظیم آباد) کے بیٹے ان  
کے شاگردوں میں مشہور ہیں - سنہ ۱۱۹۴ھ میں وفات پائی -

---

جمع کر کے درد سارے ، تو نے پیدا دل کیا :  
 کہ تو اے دست قضا ! پھر اس سے کیا حاصل کیا ؟  
 کیا مزے سے جی نکلتا جو وہ لگ پھر دیکھتہ  
 کام آسان مجھ پہ قائل نے مرے ، مشکل لیا

---

باؤ بھی کھائی نہ تھی دل نے کہ مرجھانے لگا  
 آہ یہ غنچہ ہو کچھ کھلتے ہی کھلنے لگا  
 کل کی رسوائی تجھے کیا کم نہ تھی اے ننگ خاق ؟  
 اُس کے کوچے میں ”غیا“ نہ آج ہو، خانے لگا

---

بوس اے بر جلتا چاہے تو اب تیری باہمی ہے  
 کبھی دل تھا تو میں بھی ہو وہ اک دریا بہاتا تھا

---

کیوں گدیوں دم دم دن ہے اپنا ، چاک تو  
 ہاتھ سے تیرے ”غیا“ کس کل کا دامن چھٹ لیا

---

ہر طرف رخم رخم تھا ، صبر سے داغ تھا  
 دل بھی ”غیا“ ہمارا کبھی شک رہا تھا

---

کیا تھا قاصد ؟ ”غیا“ سنتے ہی جس نے مر گیا  
 بات بھی لپٹھ یاس نہی یا ہمد ، کا پیغمبر تھا

---

اے کرتے دیک گئے ہیں ہم کیا شتابی بھڑک گئے ہیں ہم  
آپ کو آپ میں نہیں پاتے آہ کھدھر بھک گئے ہیں ہم

---

جیسے دو ہم درد آپس میں کریں غم خوار گئی  
دل ہمارا درد اپنا ، دل کا غم کھاتے ہیں ہم

---

جان کر زلف ، دل ! نہ دھس اس میں  
دام ہے دیکھ تو نہ پھس اس میں  
دل نو غلچہ ، جھڑ پڑا افسوس  
رہ گئی کھلنے کی ہوس اس میں

---

پڑے برق تجلی ایسی ازلی لن ترانی پر  
کہ موسیٰ ہر وہ بے خود اور ہو دیدار پتھر کو

---

کبھی جا گل کو دیکھے ہے ، کبھی دیکھے ہے نرگس کو  
خدا جانے یہ چشم اپنی ، پھر ہے دھونڈتی کس کو

---

آہوں سے سلگوں کب تک ؟ اے شعلہ تو بھڑک اُٹھ !  
بجلی کی طرح مجھ پر ، اک بارگی کرک اُٹھ

---

آہستہ پانڈ رکھیو اے بوئے گل چمن پر  
سوتے ہیں اس زمیں میں ، نازک دھانم کتا

---

تو بہت "ضیا" کی دیکھی، کل بات دہ سے میں  
اُنے منہ نظر وال "شع" چنانچہ دیکھی

سب اُمید اپنی د حصول "نہ"  
اک نہ دہ سے ہم ملوں نہ  
بہول د بھی لکھی ہ یاد دیا  
ہم نہ جی سے سے بدل نہ

اسکس وضعیں آئیں اس نے نہ غصہ نہ  
شاید یہی ہے تہہ اس دے چھنے نہ  
جلدی "ضیا" خب لے آئی ہ نکتہ جنگ سے  
واں سوال سی "دل" نے نہ غصہ نہ

تک آج نکل "ہ نہیں د نہانک ہرے  
یہ نام اہ وہ دے مراد چھبہ نہ  
تو "ضیا" کا تار "میں پوچھ نہ شع سے  
ک "اس نے نہ لکھی ہ "نہ نہانک ہرے

اسی کا نام لے "نہی عشق اُدا یاد نہا ہر  
میں ہم نہانک سے کہ شاید نکتہ ہر مراد

کیا چور؟ کیا تعدی؟ جو کچھ کرو بجا ہے  
بدلا ہے دل دہی کا، اس کی یہی سزا ہے

---

یہ آرزو ”ضیا“ کے دل کی، بتاں! خدا دے  
تم اُس کو گالیاں دو اور وہ تمہیں دعا دے

---

اکی تبسم میں کیا خلق کو ساری تسخیر  
مسکراتا ہے تہرا یا کہ کوئی افسوں ہے

---

کون سے زخم کا، کھلا تانکا آج پھر دل میں درد ہوتا ہے

---

نہیں کھلنے کی اُمید ہی، نہیں بو کی آس ہے  
غنچہ ہوں دل کا، مجھ میں فقط داغِ یاس ہے  
تم تو ہمارے پاس سے جاؤ گے کل، پہ ہائے  
اپنی نظر میں، آج جہاں سب اُداس ہے

---

کعبے میں چھپ رہا ہے یا دھر میں نہاں ہے  
خانہ خراب! جلدی تو بول اتم کہاں ہے

---



(رباعی)

کیا عیش و نشاط شادمانی کرتے  
کیا ناز و نیاز جہادانی کرتے  
کہ یار کہے میں اپنے ہوتا، تو ہم  
کیا خوب طبع سے اندازی کرتے

احسن

مرزا احسن علی نام، دہلی کے باشندے تھے۔ جب  
شجاع الدولہ لکھنؤ کے سرکار میں ملازم تھے غزل اور قصیدے کا  
خاص رنگ ہے، ان کی غزل میں غزید کا غنس معلوم ہوتی ہے۔  
اس لئے میر ضیا کے ساتھ دور اول میں ان کا نام شامل کیا گیا۔  
سنہ ۱۱۹۵ھ میں بد متام عظیم ناک پٹنہ منتقل ہوئے۔

اسی لئے تو میں نتیجہ سے خدا ہوں اے "احسن"  
گھڑی گھڑی مہرے پاؤں کو چشمہ تازہ لے لے لے

ہجر میں لہوں تو نہ ہووے کہ واپسی بیش ن  
ہے قدام اس دل میں کہ ام بے قابی بیش ن  
روز ہجرات ہی میں تلہا، نتیجہ نہیں رہتے ہیں ہم  
وصل کی باتیں نکلیں یوں ہی ہماری بیش ن

[۱] خٹانہ حارید - چغتال سردار - سردار مسعود - گشت ہند

ان کے دیوان کا انتخاب پٹنہ سے شائع ہوا ہے۔ مہرب

خاک چمن میں ، کس کی ملی آرزوے دل  
 جو غنچہ یاں کھلے ہے تو آتی ہے بوئے دل  
 جو دل اُدھر گیا سو وہ مائی میں مل گیا  
 تیری گلی میں خاک کریں جست و جوئے دل

---

سجدہ گہ ہے خاکِ ”احسن“ اب تو ساری خلق کی  
 جان دی تھی اُس نے کس کی حسرت پابوس میں

---

تم غیر کے ہاتھوں سے ، واں جام چڑھاتے ہو  
 یاں خلق میں ، لہو کے سو گھونٹ اُترتے ہیں

---

چھتتا ہے کوئی نالہ ، ہم سے دم آخر تک  
 دم جب تئیں ہے دم میں ، دم آپ کا بھرتے ہیں

---

محرور ہم ہوں ، محروم اسرار ہو کوئی  
 خلوت میں ہو کوئی ، پس دیوار ہو کوئی  
 راتوں کو اُس کے کوچے میں جانا تو ہوں ولے  
 دسکے ہے دل پڑا کہ نہ بیدار ہو کوئی

---

زخم لگا کے سیکڑوں ، کرنے لگا شمار وہ  
 جو ہوئی سو ہوئی دلا ! اب تو سر حساب ہے

نامہ بٹک کے ہاتھ سے ، تیلہ دیکھنے لگا  
اس سے یہ ہم یہ کھل گیا صاف عین جواب یہ

یاد سے " احسن " ان دنوں ، کن نے ہمیں بھا دیا  
سینے میں دل کو اپنے کچھ خود نہ خود لفظ اب یہ

اسی ملہ سے تمہیں دعویٰ سے خوابی ہے اے ، احسن  
ہوا ظف اب کا معلوم ، دو میں خاتم میں رہتے ہیں

### عشق

دکن الدین نام ، گھسیٹا ، صاف تھا - دہلی کے بھڑا ہوا تھا -  
شاہ فرہاد مشہور درویش نے ہوا ہے تھا -

شروع جوانی میں دہلی سے مرشد آمد لیا تھا ، صاف تھا  
وہاں دھے اعجاز دنیاوی حاصل تھا ، دہلی سے نصیر آمد لیا تھا تو  
ان کے پاس تو کل سرمایہ تھا اور فقہ ، درویشی شروع کر دیا -

تغزل میں تصوف کی چاشنی بھری ہوئی ہے ، صاف ہے  
دل نشیں ، زبان سلیس اور اشعار نایب میں ہے - حقیقی ہے -

اُس کی لذت کو دل سمجھتا ہے  
 اُس کو میں کیا کہوں؟ کہ کیا دیکھا  
 دشت! تجھ کو قسم ہے مجنوں کی  
 ”عشق“ سا کوئی برہنہ پا دیکھا  
 اپنی آنکھوں سے دیکھ لے خوش چشم  
 مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا دیکھا  
 اُس کے دامن تلک نہ پہنچے ہم  
 خاک میں آپ کو ملا دیکھا

---

ترا یہ وعدہ فردا تو دل کو روز فردا ہے  
 کہاں فرصت ہے اے ناداں؟ بھروسا ہے کہاں؟ دم کا

---

چاک دل تابہ گریباں، زہ ہوا تھا سو ہوا  
 لذت دل زینت داماں؟ زہ ہوا تھا سو ہوا

---

بات کہنے کی نہیں طاقت، شکایت کیا کروں  
 ”عشق“ رخصت دے تو شور حشر اب برپا کروں

---

جوں آفتاب تاباں، گو نام کو یہاں ہوں  
 یہ پرتوا ہے تیرا تک دیکھ میں کہاں ہوں

---

باتیں نہ سن تو میہی جل جائیگا دہانے  
میں بوق تسلسل ہوں : یا "عشق" سی ہاں ہم

دیکھ لے بن اُس کے یک دم : چین یہ دھتا نہیں  
اُس دل کاف کے ہاتھوں سخت ٹھہرائے ہیں ہم

### قدرت

میر قدرت اللہ نام : میر شمس الدین فطیر کے عزیز اور شائق  
تھے : دہلی وطن تھا : آخر عمر میں مرشد آباد میں سکونت کی اور  
تھی : یہاں کے امرا نے ان کی عزت کی : اس لیے فراغت سے  
زندگی بسر کی -

اشعار میں اگرچہ سلاست نہیں لیکن پیر ہیں : دہلی سے  
معلوم نہیں ہوتے : حق الومع : زبان کا خیال دہکتے ہیں : عرب  
گوئی کے نکت اور ضرب و زیات سے وقت نہیں - سنہ ۱۰۰۰ھ میں  
وفات پائی [۱] -

ہنگامۂ بدیع و بوق اب اب اس -  
اے باد : کشاں مراد نہ پھر ہوا تیرا  
کچھ دیر ہوئی : اشک نہیں آنکھوں سے نرے  
شاید تہ ماہوں : دھوئی لخت سگر تیرا

توڑے حضور میں ، جب قصد عرض حال کیا  
 ہجوم گریہ نے ، میری زباں کو لال کیا  
 میں داغ تازہ میں ، توڑے یہاں تلک ناخن  
 کہ ایک بدر کا کاسہ ، پُر از ہلال کیا

توٹی کسند ، بخت کا وہ زور رہ گیا  
 جب بام دوست ، ہاتھ سے کچھ دور رہ گیا  
 اوپر سے زخم گرچہ ہرے ہو چلے ولے  
 ناسور تھا جگر میں ، سو ناسور رہ گیا

مدتوں سے رخنۂ دل ، یاں جو نت مسدود تھا  
 اک ذرا کھولا تو دیکھا خانۂ پر دود تھا  
 کبریائی کا جو دیکھا میں نے جس جا پر ظہور  
 اپنی اپنی حد میں جو پشہ تھا اک نمرود

بے تابوں سے ، یہ دل بے تاب رہ گیا  
 اپنی طیش میں جل کے یہ سیماب رہ گیا  
 آنسو تھے ہیں ، پر نہیں سوکھی ہے چشم تر  
 دریا اتر گیا ہے ، پہ گرداب رہ گیا

ہم پہ ایام مصیبت ، آج پھر آنے لگا  
 یار گھر جانے لگا ، اے واے گھر جانے لگا

جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کب ہو زندگی  
 کون وہ بتلا سکے ، جب خنجر بہانے لگا  
 کب تلک ، اے نالہ ! زیو لب دھے گا تو گدہ  
 حوصلہ باقی نہیں اس جی تو بہانے لگا

---

دل سدا ، سینے میں جلتا ہی رہا  
 لخت دل آنکھوں سے ڈھلتا ہی رہا  
 تونے کو معجزہ کو دے میں رکھا  
 جی مرا ، تم بھی تو ٹپکتا ہی رہا

---

آگے نہ چل سدا ، تیرے نوجے کو چیر دے  
 خورشید ، جاگے تاغ لب بزم ، وہ ٹپ  
 "قدرت" ! کس آسے یہ کئے ٹی یہ سدا  
 آنے سے اب تو نامہ و پیغام ، ٹپا

---

آتش فروز دل ہے ، تا حسن شعہ ہو ،  
 ہم اشک ہے شہادہ ، ہا ، ہا ، ہم د  
 تھوندے ہے پاس اب کیا ؟ سینے میں نمودوں نے  
 مدت سے لٹ چلا یاں ، سامان آہ ،  
 کشتہ ہوں جاں ، دل سے نیلے خدنگ ، میں  
 بکھر لعل میں ، ہے گا پیاسا مے ہم

---

تشنہ لب مروتا ہے نت ، موجِ دم شمشیر کا  
 اے غرور ناز ! کچھ بھی فکر اس نخچیر کا  
 رنگ خون تشنگاں ، جس جا سے اُڑ سکتا نہیں  
 ہوں اسیر ناتواں اُس خاک دامن گہر کا

---

گھر سے جس وقت ، وہ غارت گر ایسا نکلا  
 کفر سے گبر گیا ، دیں سے مسلمان نکلا

---

اُس چشم سے ہو کے آب نکلا سینے سے دل خراب نکلا  
 جو نالہ جگر سے پار نکلا لے سیخ پر اک کباب نکلا

---

بیت‌الکزن میں ، شب کہ ترا انتظار تھا  
 کھٹکا ہر ایک دل کا ، مرے جی کے پار تھا  
 ایدھر بھی ایک بار ، جفا کی عثاں کو پھیر  
 دل ہے خدنگ دوست ، جگر ہے سناں طلب

---

دست‌برد ظلم سے تیرے ، ہیں جتنے ہم خراب  
 اس قدر بھی ہووے گا عالم میں کوئی کم خراب  
 زخم سے دل کے ابھی اے چارہ گر بہتا ہے خوں  
 مت دبو بے فائدہ پھائے ، نہ کر مرہم خراب

---

گہے دونا ، گہے سر کو پتکنا خوشا ایامِ اوقاتِ محب

---



ہدیہ گودی سے دھائی کی جنباً  
 پھر مجھے زنداں میں 'اے' تجیبا' بھیج  
 جان ہے وابستہ 'اس پیدل کے ساتھ  
 میرے پہلو سے نہ اٹھا تیرا بھیج

---

ذرا قنس سے قنس 'تم ملے ہے، تم میرا  
 کہ تا اسیر کیوں ملے ایک سدا و یاد

---

کسے جو خون دل 'مے خانے میں منظور - سے  
 مری آنکھوں میں تنہا بن 'ویدا' اسو ہے سے

---

آہ دوسے پاک تیرا 'کس علاج آوے  
 لخت دل جب چھا رہا ہو دیدارِ عداک پہ

---

یہ دل شہیدہ 'جب سے ساتھ ہے یہ میں  
 شور منتشر ہے، عدا' قذات "یہ مذمت خاک پہ

---

تجلی 'خون چاہے ہو صلی سینہ پیدا د  
 اگ دیدار کا طالب ہے تم آئینہ پیدا ہو

---

ہے زلہ شہ 'کس 'اے' مستکش  
 نیا ہیست ہو 'پہلی' رندہ، کس کس کس

---

چل بسے دنیا سے ، بن دیکھے ترا دیدار حیف  
لے چلے حسرت بھرا ، یاں سے دل افکار حیف

---

صبح کے ہوتے ہی ، ہروے جس کی یہ حالت تباہ  
آہ وہ بے چارہ پھر چپوے گا کیوں کر شام نک  
کر چکا ہے کام اپنا ، یاں تو درد انتظار  
جب تلک پہونچے ہے قاصد ، اس بت خود کام تک  
ہم نہ کہتے تھے کہ ”قدرت“ مت چمن کی راہ چل  
لے گئی آخر ہوائے گل ، شکنجہ دام تک

---

رنگ کچھم اور ہی بدلتا ہے مرا بے تاب دل  
ہے گھڑی آتش کا پرکالہ ، گھڑی سیلاب دل

---

ہوا یوں پھر گئی ، اس بزم میں اپنے نصیبوں سے  
گئے جاتے ہیں اور سب دوست تیرے ، ایک دشمن ہم  
شب ہجراں کو ”قدرت“ ! اس طرح ہم روز کرتے ہیں  
کبھی سر کو پٹکتے ہیں ، کبھی کرتے ہیں شہون ہم

---

نسبت ہے ہماري تری ، جوں سایہ و خورشید  
جس جا نہیں تو ہم ہیں ، جہاں تو ہے نہیں ہم

---

تیرے جاں سوختہ ، خورشید قیامت کے نئیں  
ہر سحر ، پلنبہ ناسور جگر کرتے ہیں

بہیج مت مرہم کافور تو " قدرت " کے حضور  
یہ علاج اور ہی زخموں پہ اثر دیتے ہیں

---

ابو تیرے کہتے ہیں کہ میں توغ دوسرے ہیں  
عاشق کا یہ دعویٰ ہے کہ میں سینہ سب ہیں  
شایستہ دنیا نہ سزا وار ہیں دیں گا  
اے رازے میں قدرت " ! نہ ادم ہیں نہ آدم ہیں

---

دل سے کہا سزا نے کہ سینے میں یوں رہیں  
ناوک یہ پوچھتی ہے " بے میں نہاں رہیں  
" قدرت " ! بے زیر خاک بھی آرام کب ملے  
یہ درد و داغ ساتھ ہیں میرے سہاں رہیں

---

تک اُس داغ کو لگیو کہ تک سود نہیں  
پہوئے وا نکھ جو لنت جگر آلود نہیں  
مرحبا آتش دوری کہ جنتی ایسا  
جہنم جنتی ہے یہ پاؤں تک آلود نہیں  
زخم پر زخم گئے " تب عہ نرانی دل کی  
حصے پ مے آف زخم انتہہ آلودہ نہیں

---

شام کو دعوت ہیں " سو خوں سگ، سے آستیں  
صبح خوں آلودہ ہے بہ چشم ت سے آستیں

تو بھی کم ابر بہاری سے نہیں اے چشم تر  
 کر دے اب رشک چمن خون جگر سے آستیں  
 لخت دل اورد اشک ، ہرگز خاک پر گرنے نہ دے  
 بھر لے اے ”قدرت“ ! تو اس لعل و گہر سے آستیں

جٹوں تیرے ناخن مگر گھس گئے ہیں  
 کہ عقدہ پڑا ہے بہ کار گریباں  
 چھلکنے لگے ، اشک گل گوں مژہ سے  
 پھر آنسی ہے فصل بہارِ گریباں

قافلے کے قافلے ، اس رۂ میں جوں نقش قدم  
 ہو گئے پامال ، تیرے حسرت پا بوس میں

بہ نہ کر مرہم سے ، داغ سینۂ پر نور کو  
 کوئی بجھاتا ہے ارے ظالم چہ راغ طور کو  
 داغ نے دل کو مرے ، تنہا نہ چھوڑا ایک دم  
 زخم سینہ سے سدا اُلفت رہی ناسور کو

نہ جا اس بزم سے ہرگز ، جھٹک مت طرف داماں کو  
 نہ دے برباد اے ظالم ! غبارِ خاک ساراں کو  
 ہوا دست جٹوں سے تار تار ، از بس کہ پیراھن  
 گریباں دھونڈھے ہے دامن کو اور دامن گریباں کو

تم نے تو مقلہ چھپایا ، اس زلف عنبریں میں  
یہ شام غم ہماری ، اب کس طبع سحر ہو ؟

---

میں دکھا ہے ابرو کمان کے نشان کو  
ہما ! چھپیو مت ، میرے استخوان کو  
گلو گھر ہے ، یاں تلک نانوائسی  
کہ سیلے سے لب تک نہیں رہ قتل کو  
آرائی زبس خاک ، ماتم میں دل کے  
کیا ہم نے آخر ہمیں ، آسمان کو

---

نوح ! کشتی سے خبردار کہ یاں چھانی سے  
مرہم تارہ ناسور لہن چھوے ہے

---

کس کی نیرنگی ؟ یہ بقی خاند مایس ہے  
جو شرر دل سے اٹھا ، سو جٹا ، تاراس ہے  
صبر و طاقت تو کبھی کے کوچ یاں سے نرٹے  
اب وداع تلک ہے اور رخصت ناموس ہے

---

لے گئی یک بارگئی ، گور غیدیاں کی طرف  
جس جگہ ، جان تمنا ہم تلک مایس ہے  
موتدیں دو تھیں دکھا کر لگی کہنے مٹھی  
یہ سکندر ہے ، یہ دا ہے ، یہ نے کاس ہے

---

سینہ اُس کا ہے ، دل اُس کا ہے ، جگر اُس کا ہے  
 تیر بیداد جدھر رخ کرے ، گھر اُس کا ہے  
 اُس گلی سے جو کوئی گذرے سو جی سے گذرے  
 دیکھ ! اُس راہ نہ چل ، راہ گذر اُس کا ہے  
 لخت دل ، نوک مڑے پر نہ سمجھ اے ہمدم !  
 تخم غم ، دل میں جو بویا تھا ثمر اُس کا ہے

---

نہ تھی تاب نگہ ، جب لگ گیا وہ دور آنکھوں سے  
 نہ ہونا چشم کا بہتر تھا ایسی کور آنکھوں سے  
 زباں ” قدرت “ کی ضعف ہجڑ سے آز بس ہے لکنت میں  
 اشارت بات کی کرتا ہے جوں رنجور آنکھوں سے

---

کر اذلیم قذاحت کا سفر ، نا تجھ پہ روغن ہو  
 کہ چشم مور سے بھی تنگ تر ، ملک سلیمان  
 لب ” قدرت “ سے جز فریاد کچھ ریش نہیں کرتا  
 یہ کچھ شاعر نہیں ہے ، اپنے دل کا مرثیہ خواں

---

نہ واقف کارواں سے ہوں ، نہ کچھ آگاہ منزل سے  
 کیا میں وادی الفت کو طے ، اک جذبش دل سے  
 گئے وہ دن کہ بہتے تھے پڑے نالے ان آنکھوں سے  
 سر مڑگل تلک ، اک اشک اب آتا ہے مشکل سے

---

غلطت ہوچھ ملے کو، یہ عالم ایک افسوس ہے  
 کدھر فرہاد شیریں ہے، کدھر لیلے و متعلیں ہے  
 تو کیا سامان ہوچھ ہے کہ تجھ بین کیونکہ گذرے ہے  
 یہ سر ہے اوو زانو، آستیں اور چشم پر خوں ہے

---

آساں نہ کتے گی، یہ جدائی کی جو شب ہے  
 مشکل ہے، قیامت ہے، مصیبت ہے، غمب ہے

---

دلِ گم گشتہ خبردار! کہ یاں سینہ میں  
 تیر بیداد سدا درپئے جاموسی ہے

---

جس جگہم جلوہ ترا، مایہ مدھوشی ہے  
 یاد میں اپنی اُتر ہے تو دہامبشی ہے  
 آہ یہ کون سی منزل ہے کہ دکھتے ہی قدم  
 نقش پا ہے، مہرے سجدے کو ہم آغوشی ہے

---

سر گشتہ، ترے لیے جہاں ہے اے خاتمِ خراب، نہ کہاں ہے  
 جو زخم کہ ہوچکے نہ ناسی، وہ زخم نہیں، واناں جہاں ہے  
 جو نقش قدم ہے اس زمیں پر، آئینہ حال، وہ وہاں ہے  
 ”قدرت“! تک کہوں چشمِ عبرت، کہ فکسِ سوانحِ الفتاں ہے

---

اشک اب آنے ستی کچھ تہم دھ  
 لخت دل مڑل پہ شاید جم دھ  
 اب تو اس منزل سے نہیں اُٹھتے قدم  
 ہمرہاں! آگے چلو تم، ہم دھ

ہر آن اک ستم ہے ہر لحظہ اک جفا ہے  
 کوچہ ترا ہے ظالم، یا دشت کربلا ہے  
 ملتا نہیں کسی سے، اس پر ہے کیا مصیبت؟  
 یا رب یہ دل ہمارا کس سے جدا ہوا ہے

ہو گردباد چیدھر، ہم کو ادھر ہے جانا  
 صحرا میں گم رہوں گا یہ خضر رہنما ہے [۱]

### مائل

میر محمدی نام، دہلی کے رہنے والے تھے - غزل گوئی  
 میں ایک خاص انداز کے مالک ہیں - قدرت اللہ قدرت کے  
 شاگرد تھے -

اتنا میں مر کے دل سے ترے دور ہو گیا  
 ایک دن بھی آکے تو نہ سر گور ہو گیا

[۱] تذکرہ مصحفی - گلشن بے خار - گلشن ہند - ذکات الشعرا - تذکرہ

میر حسن - سخن شعرا -



جلوہ کرنے مدرسے ہی میں تو اے جانا! نہ تھا  
 دیر بھی دیکھا تو ترا خاص خلوت خانہ تھا  
 حال کہنے کی نہ دی گریہ نے فست رات کو  
 آج پھر کہ دو اے ”مائل“ وہ دیا افسانہ تھا

—

بتوں سے مل کے گنونا ہے دین و دل ”مائل“  
 یہ کافر، آہ خدا کا بھی تو نہیں کتا

—

نالے کو ہم نے ضبط کیا، نامتھا! نو کیا  
 منہ سے تو رنگ زرد، پھیپا سے جالے گا

—

اشک کی طوح گرا جب، تو پھر اتھا معتبہ  
 میں وہ افتادہ نہیں ہوں کہ سفہل جاؤں گا

—

معلوم کچھ نہیں، دل غمخوار کی خبر  
 کیا جائے کہ دیا ہے مرے یار کی خبر  
 ہو جا نہ رفتہ رفتہ، تپ عشق کا رگ  
 ”مائل“ شتاب لے تو اس آواز کی خبر

—

کیا کیا کہوں میں تجھ سے دل باز کی ہوس  
 مشہور ہے جہان میں بیمار کی ہوس

—

تعبص صعبا برار آتی هے ، ان دونوں کی آپس میں  
جدا اک دم نہیں رهنے ، جهاں هو گل وهیں بلبلن

---

سب یار هیں تمهارے ، اغیار هیں تو هم هیں  
آنهوں میں یار سبهوں کے ، اک خار هیں تو هم هیں  
چنگا بهلا هے تو تو ، پیارے ! تری بلا سے  
آزار هے تو هم کو ، بیمار هیں تو هم هیں

---

”مائل“ سے یارو ، مزد مسلمان پہ ، یہ ستم  
الله کا بهی ، اس بت کافر کو در نہیں

---

پیائے ساقیا ! دے مجھ کو بهر بهر جام گلشن میں  
که دونا لطف رکھے هے ، مے گل قام گلشن میں  
مجھے آه و فغاں ، ان هم صغیروں کا خوش آتا هے  
وگرنه مجھ سے دیوانے کا هے کیا کام ؟ گلشن میں

---

نالے میں سب کے ، فرض کیا میں اثر نہیں  
اے آه صبیح ! تو بهی تو کچھ کارگر نہیں

---

کچھ تعجب نہیں کر مر گیا ”مائل“ تیرا  
یار کیا لکنا هے انسان کے مر جانے کو

---

کہتا نہ تھا میں باز آہردم کی اس ہنسی سے  
آخر گیا نہ ظالم! اک بے گناہ جی سے

### حزین

(میر) مصد باقر نام، دہلی کے رہنے والے تھے غزلوں میں  
شہریتوں سے زیادہ گداڑ ہے، قریب قریب ہر صنف شاعری پر طبع  
آزمائی کی ہے۔ غزل کا خاص رنگ ہے۔ میرا مظهر کے شاعر  
دشید تھے۔ دیوان اردو مرتب اور مکمل ہے لیکن کم باب ہے [۱]۔

ہے کہاں قدرت ہمیں یاں تک، جو ہم سے ہو سکے  
نعت پیغمبر کی یا اس شاہ حیدر کی ثنا  
جس طرح جی چاہتا ہے، ہو نہیں سکتی "حزین"  
حضرت استاد یعلیٰ شاہ مظهر کی ثنا

ہم نے آباد کیا خانہ ویاں میرا  
ہر منزل سے ہوا سبز بیاں میرا

خوب سوچا ہے میرا عشق میں، سہائی کا  
معتقد دل سے ہوں، اس دل کی میں دہائی کا

یہ کہہ کر باغ سے رخصت ہوئی بلبل کہ یا قسمت  
 لکھا تھا یوں کہ فصل گل میں چھوٹے آشیاں اپنا

---

میں تو بلدہ ہوں، تری جورو و جفا کا لیکن  
 سخت دھوکا ہے مجھے اس دل سوداگی کا

---

شیریں نے دی تھی دل میں اگر کوہ کن کو جا  
 اس نے بھی جی کو دے کے، حق اس کا ادا کیا  
 ناں نہیں ہے جورو و جفا سے ترے ”حزین“  
 جو تو نے اس کے حق میں کیا سو بجھا کیا

---

جو ہیں آنکھوں کے مختوم، ان کو مے خانے سے کیا نسبت  
 نگہ کے ہیں جو تشنہ، اُن کو پیمانے سے کیا نسبت  
 خبر لے یا نہ لے صیاد! ان کو دام میں مرنا  
 گرفتاروں کو تیرے آب اور دانے سے کیا نسبت

---

اس پر نہیں ہوا، یہ دل مبتلا عبث  
 نامع! تک اُس کو دیکھ، مجھے مت ستا عبث

---

مری رنگیں کلامی کا ہے وہ گل پیرہن باعث  
 کہ ہو ہے بلبلوں کی خوش منبری کا چمن باعث

”حزین“ ان شعلہ رخساروں سے متا جی کو لٹا ہوگا:  
 ہوئی آخر کو پروانے کے جلنے کی ، لیکن برائت

وہ نگاہ مست ہے اس چشم گدیاں کا علاج  
 مے سے ہوتا ہے ، خمار مے پرستان کا علاج

ریختہ ہوں دیکھ کر الفت میں پروانے کی طرح  
 جی سے خوش آتی ہے مجھ کو اس کے مہ جانے کی طرح  
 امتحان نے کس کو کن کا ، کر دیا خانہ خراب  
 دیکھ لی شیریں کی ، ہم نے کام نہ مانے کی طرح  
 نو بہار آئی ”حزین“ اب کیجئے کیا جاں کا فکر  
 بے طرح مجھ کو نظر آئی ہے دیوانے کی طرح

دیکھنے میں اس نے ، کب اتنی عین ایسی صورتیں  
 دیکھ کر تجھ کو ، نہ ہو آئینہ حیاں نس طرح

یہ شانہ زلف سے تیدی ہے ، مہ بہ مہ دستار  
 نہ کر تو آپ سے طام ! خبر ایک دو دستار

کون دے گا : دیکھ ! اس منہ کو دل متحور کی داد  
 لی نہیں جائے ئی متحور میں بھی ، اس کے خوب ہی داد

گوارا ہو گیا دل پر ہمارے ، جو یار آخر  
ہمیں رنج و الم سے ہو گئی صحبت برآر آخر

---

نہ ہو اے باغیاں بلبل کو مانع گل کے ملنے سے  
نہیں رہنے کی گلشن میں بہار آخر سدا ہرگز

---

خوب رو شاید مزا پاتے ہیں اپنے جوڑ سے  
اس قدر جو ، اُن کو ہوتی ہے ستانے کی ہوس

---

شیشہ دل کیوں نہ توتے عشق کے صدموں سے ہاے  
اس بچہ-ارے کو ہے ، اس بار گراں سے اختلاط

---

بے خبر ہوتے ہیں جو کہ ، عشق کی لذت سستی  
وہ نہیں دکھتے ، مزے سے زندگی کی اطلاع

---

یہ تجلی حسن کی تیرے ، کہاں پاتی ہے ؟ شمع  
دیکھ کر تجھ کو خجالت سے پگھل جاتی ہے شمع

---

بجھ گیا تھا مرگ سے مجنوں کی ، الفت کا چراغ  
داغ نے میرے ، کیا روشن صحبت کا چراغ

---

خجل رکھتی ہے ہم کو ناتواسی ، جوڑ جانا ہے  
یہ تھوڑا سا بہو ، اس تیرے مڑاں کے نہیں ٹٹق

---

نہ ہوتا اس قدر خوبیاں میں ، کہ وہ تند خو ناک  
تو کب ہوتی ؟ عساری شاعری کی گنتگو ناک

---

آئی ہے نو بہار ، دھڑکتا ہے دل کہ ہاے  
پیر شور و شر کرے گا یہ خانہ خراب دل

---

دے کر دل ایلا ، کیوں عبث افسوس اب کھانا ہے دل  
جانا رہا جب ہاتھ سے بہر ہاتھ کب آتا ہے دل

---

فصل گل آخر عوئی ، کیا دیکھ میں نے شاد ہم  
کچھ کر : اے صید ! اب میں نے نہیں آد ہم

---

اس بے وفا کے عشق سے کچھ مستم کو جس نہیں  
پاؤں فلک بھی ہاے مستم دست نہیں  
جس دن سے میں سنا ہے کہ آخ عوئی :  
اس دن سے چھوٹنے کی مستم لپٹہ جس نہیں

---

کچھ کہا شاید اس نے قاصد سے  
دل پہ مہرے ، وہ اضطراب نہیں

---

نہ وصل میں اسے راحت نہ ہجر میں آرام  
کسی طرح سے ”حزین“ دل کے تئیں قرار نہیں

---

لطف سے سرسبز کر اپنے محبت کا چمن  
خشک رہتا ہے وفا بن ، جان الفت کا چمن  
خاک پر مہرے ترشح مت کر اے ابو بہار !  
ہو رہا ہے اشک سے سہراب حسرت کا چمن

---

بے طرح دیوانگی پر ، عشق میں آیا ہے دل  
دیکھئے ! اب زندگی کا کیا ؟ مرے اسلوب ہو

---

حال اے قاصد مرا ، جو کچھ کہ تو جاتا ہے دیکھ  
اس طرح سے اس سے مت کہو کہ وہ مستحسب ہو

---

کچھ محبت میں نہیں ، عاشق بچاروں کا گناہ  
دل کی گردن پر ہے سب دن ، دل کے ماروں کا گناہ  
عاشقوں کے دل میں کب ہے ؟ صبر کی طاقت ”حزین“  
نوحہ کرنے میں نہیں ، ان بے قراروں کا گناہ



میں چاہتا ہوں عشق چھپاؤں ' یہ کیا کریں  
 رسوا کرے ہے خلق میں ' یہ چشمِ تر مجھ

کچھ کترے وصل میں ' کچھ عجب میں گریاں گزریں  
 کیا مری عمر کے اوقات ' پریشاں گزریں

راحت نہ دل کے ہاتھ ' میں پاؤں کا ایک دم  
 جب تک کہ میرے ساتھ یہ خانہ خراب ہے

"حزین" میں دردِ دل کا ' کس طرح ظاہر کریں اس سے  
 مجھ کہتا ہے "تیری بات مجھ کو خوش نہیں آتی"

وفا میری ' اگر جور و جنا تجھ کو نہ سکھائے  
 تو کیا آرام سے یہ زندگی عمارت کت جانی [۱]

لطیف

میرزا علی نام ' ان کے والد کاظم بیگ ' اسطیفاء (ایمان)  
 کے دھرم والے تھے ' میرزا کاظم بیگ نادرشاہ کے ساتھ ہندوستان آئے  
 تھے اور دربار میں داخل ہوئے فارسی کے اچھے شاعر تھے ۔

” لطف “ نے عرصہ قلیل میں اُردو میں ایسی مہارت پیدا کی کہ ان کا شمار استادوں میں ہونے لگا ۔ سلاست کے ساتھ جذبات تغزل کا اظہار کرتے ہیں زبان کا بھی لطف ہے اور محاورہ بندی کا بھی ۔ انہوں نے اکثر ترکیب اور مفسون فارسی سے لیکر اُردو کو مزین کیا ہے ۔ تذکرہ گلشن ہند نہایت تحقیقی سے لکھا ہے [۱] -

پاس ناموس محبت ، فرض ہے پروانہ وار  
 شمع ساں ، سوز شب ہجراں زباں پر لائیں کیا  
 بلبل و گل میں وہ جوشش ، سرو قمری میں یہ ربط  
 گلستان دھر میں ، پھر دل کے تئیں الجھائیں کیا

چمن کو کل ، جو تری مے کشی کا دھیان رہا  
 ہر ایک پات کے کھڑکے پہ ، گل کا کان رہا  
 جو عمر خضر ہو شاید ، تو وصل ہوے نصیب  
 یہ زندگی جو تھی ، اس میں تو امتحان رہا

نہ کر ، اے بلبل دل سوختہ ! صیاد کا شکوا  
 کہ جاں بازوں کے دیں میں کفر ہے ، جلاہ کا شکوا  
 نہیں شیریں پہ کچھ موقوف ، یہ قسمت کی خوبی ہے  
 زبان تیشہ سے کوئی سزے قہرہاد کا شکوا

ایک دن ، حال دل زار نہ دیکھا نہ سدا  
 سچ تو یہ ، تجھ سا بھی دل دار نہ دیکھا نہ سدا  
 دیکھ کل نبض مری ، رو کے لگا کھلمے طلیب  
 کبھی میں نے تو یہ آزار نہ دیکھا نہ سدا

---

ہے اس شدت سے ، رنگیلی کوئے یار کا چرچا  
 کہ بھولا عنادیوں کو گل و گلزار کا چرچا  
 دھکا دے جائے اسرار محبت ، تو عنایت ہے  
 ہوا ہے اب حکیموں میں ، مرے آزار کا چرچا  
 ہمیں نے یار کے چرچے سے یہ فرصت ، کہاں ملے ؟  
 کہ اب دن رات بیٹھے کیجئے انبار کا چرچا

---

ہے غنیمت ! کہ ہم دنیا کو بزم عیش مستحق تھے  
 گھلی چشم حقیقت ہیں ، تو نام 'بدوا' لگا  
 نہ کر اے " لطف " ناحق وہ وانِ دھڑ سے حُجّت  
 یہی دستہ تو کہاں پہونے لگے تو بنا سدا

---

فہاد سا نہ رنگ ، نہ مجنوں سا کیا حال  
 کس منہ سے : اُسے بھیجئے پھدام منت

---

کیوں کر نہ بھلا شدم ! ہم ہندنی اب متعل  
 ہیں دل میں تو سو باتیں اور سفس لب مشعل

اک آہ کے کرنے کو سو چاہئیں تمہیدیں  
 کس سے کہیں؟ حال دل، ہے آہ عجب مشکل  
 دو لاکھ بھانے ہوں، نت روئے دو آنسو  
 دو دن کا ہوا جینا، ہم کو تو غضب مشکل

میں کیا ہوں باختہ رنگ، اُس شعلہ رو کے آگے  
 مہتاب کے بھی منہ پر، چھتتی ہوائیاں ہیں  
 طاقت حباب سا، اک نظارہ کی ملی ہے  
 ان فرصتوں پہ ظالم یہ خود نمائیاں ہیں  
 اے ”دلف“! اس غزل پر کہنا بقول سودا  
 یہہ عاشقی نہیں ہے زور آزمائیاں ہیں

او میاں تیغ والے! اور اک زخم  
 کب سے ہم ایڑیاں رگڑتے ہیں  
 برگ گل، جس نمط خزاں میں جھڑیں  
 لخت دل، یوں مڑے سے جھڑتے ہیں  
 بس غم یار! اب نبڑ جلدی  
 ورنہ اب یار ہی نبڑتے ہیں

تم ہو، بزم عیش ہے واں، اور مصیبت داریاں  
 ہم ہیں کنج غم میں یاں اور جان سے بے زاریاں  
 تم کو سیر باغ و گل گشت چمن کا واں ہے شوق  
 یاں بدن پر ہے ہجوم داغ سے گل کاریاں

دعیاں ہے ، آریش زلف پیشاں کا تمہیں  
یاد ہیں حال پیشاں کی مرے ، کچھ خواہیں  
یاں نہ رنگ بیکر تصویب ، ہم خاموش عین  
گتگو کی تم دکھانے ہو وہاں غائب

—

نہیں یہ شیشہ ، مت اے محتسب مجاہدین  
دھرا ہے آبلہ دل ، صبا ہے پہلو میں  
تب ایللی چشم میں طوفانِ نوح کو ہم قد  
نہاں ہے یاں ، وہی علم ہے ایک آسم میں  
اگرچہ فرق زمیں آسمان کا ہے تاہم  
مے ہے وضع فلک دی بہت ، نبی خد میں

—

گذر جا سر سے مانند قلم ، تم ہے سدا شامی  
نہ آسماں سمجھیو ، پانا سید بدقتی سے نہ  
کبھی تو خاک ساروں کا بوی ہے خانہ ، کہ وہاں  
نہیں گو کچھ بھی ، نتش ہو گیا تو وہاں است نہ

—

کیا ہم نے تو تک مدعا کو ، مدعا ایذا  
خدا توفیق بخشے نیک ، جامع سلف پور نہ

—

نہیں معلوم ، کیا اس سینہ سوال میں بظہار ہے  
کہ ہو نار انیس ، جو رشتہ شمع ، آج سوال ہے

میری طرز سخن، پہنچتی کہیں اے ”لطف“ گلشن میں  
نئے انداز سے، بلبل چمن میں اب غزل خواں ہے

---

جس دن سے ہم، جنوں کے ہیں داماں لگے ہوئے  
دامن کی جا، یہاں ہیں گریباں لگے ہوئے  
اللہ رے قہد خانۂ ہستی، کہ دم کے ساتھ  
ہر اک قدم پہ لاکھوں ہیں زنداں لگے ہوئے  
بارے! چہتے اسپر بلا، اُس گلی میں آج  
ہیں تودہ ہائے گنج شہیداں، لگے ہوئے  
بیمار کا ترے، تو کھلا حال بعد مرگ  
سینے میں زخم تھے کئی، پنہاں لگے ہوئے  
دکھ! سوچ کر قدم مری وادی میں گردباد،  
پاؤں سے اپنے ہیں یہ بیاباں لگے ہوئے

---

خورشید کی بھی آنکھ فلک پر جھپک گئی  
تک جو گرہ نقاب کی اس کے سرک گئی

---

سب کٹارہ گیر، اپنے اور بیٹانے ہوئے  
اب کی فصل گل میں ہم، بے طرح دیوانے ہوئے  
سلتے ہیں، کی محتسب نے بیعت دست سب  
مڑدہ، مے نوشاں! کہ پھر آباد مے خانے ہوئے

---

وہ خود فروش آگیا بارے چمن میں، کل  
بوئے خودی، نکل گئی گل کے دماغ سے

ہوئے ' فضائے معسّی مریہ کا رہا  
کلج عدم میں گاتے تھے اس فائے سے ؟

---

گدش چشم بتاں کے ' بس کہ ساقِ نوش تھی  
گدش گدوں کو ' ہم کہتے تھے گدش جاہ لی  
جب سے کہیںچھا " لطف " رنجِ فرقت یاد دیا  
اب مٹنی معلوم ' مکتلت گدش ایام لی

---

کہوں دل پہ مرے جاوے ' ان آنکھوں کا نہ تھیں خدائے  
جس پر کہ پڑے آنکھ ' سو دیاے سا بن حاتم  
بے چین بہت ' " لطف " کی ہے دل سے طبیعت  
اللہ کہے ' آج وہ روئے ہوا میں خدائے

---

ادھر سے جتنی یگانگت لی ' گدھ سے اُنکی مٹنی خدائی  
بڑھائی تھڑی سی جب ادھر سے ' بہت سی تم نے ادھر ٹھٹائی  
نہ ہم سے بگڑو زیادہ دو جی ! نہیں ہے کپتھ تم کہ دستیان اس !  
کہے گی خلعت ' کہ بچکی بس ' وہ دیکھ دماغ لی تھڈائی

---

اباعیات

جلت سے کہے بڑے ' مہی ہو دیکھو  
یوں جاہ کہے جاہ سے ' نہ مستہ نہ دیکھو  
عز آئیہ ' آئیہ مستوں کا نیوے  
کہتا ہے سکند، سے ' نہ منہ نہ دیکھو

---

منہ رکھتے ہیں کیا؟ صاحب تاج و دیہیم  
 جو خاک نشینوں کے تئیں جانیں سقیم  
 ہم، آنکھ اُٹھا دیکھیں نہ گردوں کی طرف  
 گر خم نہ ہو مسالہ نو برائے تعظیم [۱]

### رنگیں

(مرزا) سعادت یار خاں نام، ان کے والد مرزا طہماسپ بیگ  
 توران کے رہنے والے تھے، لاہور آئے اور نواب حسین السلاک کی سرکار  
 میں ملازم ہوئے۔

رنگیں سرہند میں پیدا ہوئے، دہلی میں تربیت پائی  
 شہ سواری، تیراندازی میں کمال تھا، گھوڑوں کے بہت اچھے معالج  
 تھے، اکثر شاہزادوں کے مصاحب رہے، کبھی کبھی تجارت بھی  
 کرتے تھے، شوخی اور بذلہ سنجی میں مشہور تھے، زبان کے  
 چغتارے زیادہ ہیں، لیکن مضمون آفرینی سے بھی نہیں چرکتے،  
 کلام میں گداز بھی ہے۔

تصانیف میں چار دیوانوں کا مجموعہ ہے دواوین کے نام ریختہ -  
 بیختہ - آمیختہ - انگبیختہ ہیں ان کے سوا اور بھی کتابیں ہیں۔

ایجاد رنگیں - فرس نامہ - رنگین نامہ - مجالس رنگیں - مثلی  
 دل پذیر - اپنی اپنی جگہ پر مقبول اور قابل قدر ہیں - ایجاد



رنگیں میں چھوٹی چھوٹی حکایتیں کے ذریعہ سے اخلاق کی تعلیم دی ہے - حاتم کے شاگرد تھے - سنہ ۱۲۵۱ھ میں وفات پائی [۱] -

---

کو اپنے دل میں تو انصاف : میں روتھا رہوں کیوں کر ؟  
 کُلیے میں ڈال کر با نہیں مڈنا تیرا : یاد تیرا

---

تا حشر رہے ، یہ داغ دل کا یارب ! نہ بچھ چاغ دل کا

---

کیا کرتے ہو ناصح ! تم نصیحت دات دن منجھ نہ  
 اسے بھی ایک دن تم جا کے سمجھاتے تو نیا ہوتا :

---

کہینچ ”ٹی ہے اے“ اے کشش دل تو یاں تک  
 بارے صد شک کہ تجھ کو بھی یہ سندرہ ہوا

---

قسم ہے ایک عالم کو ، دُعا دیتا ہے اے ”رنگیں“  
 وہ اس کی چھوکیاں کھائے : نا منجھو عورتاں

---

جو لکھا تھا ، اُس نے ، وہ تو پڑ لیا اے نامہ س  
 اب یہ جی میں ہے نہ لیں حرفِ راسی کا مہا  
 لذت اُس کے تیر کی ، ”رنگیں“ ! بیل کس سے کہوں ؟  
 میں نے پایا ہے کچھ : اُس داد بہانی کا مہا

---

بابوس یار کی ہمیں حسرت ہے اے نسیم!  
آہستہ آہستہ تو ہمارے مزار پر

---

دھروانِ عدم ' ذرا تھہرو!  
ہم بھی چلتے ہیں ساتھ، دم لے کر

---

راکھ کا اک تھیر دیکھا اور کچھ پایا نہ خاک  
اپنے سینے میں بہت سی ' میں نے کی دل کی تلاش

---

مجھ سے ہے کعبہ و بت خانے کی یادو! رونق  
نظر آتا ہے منجھے دونوں جگہ جلوۂ حق

---

کل شام کو ' ”رنگیں“ سے کہیں آنکھ لڑی تھی  
سر کے نہیں وہ ' دوزن دیوار سے اب نکلا

---

زاہد! بتا کہ کعبے میں کیا دیکھتا ہے تو؟  
جاتے ہیں دیر میں تو صلم دیکھتے ہیں ہم

---

تو نہ گزرے گا جفا سے تو ' یار!  
جان سے اپنی گزر جائیں گے ہم  
تیری دھلیڑ پر ' اپنے سر کو  
ایک دن کات کے دھر جائیں گے ہم

---

دم کہیں لیں گے نہ پہر ، تابہ عدم  
تیرے کوچے سے 'گرجائیں گے ہم  
زیست باقی ہے ، تو ایذا ' 'دنگیں'  
نام اس عشق میں کج جائیں گے ہم

---

گرم آن دوزوں میں ، کچھ تشق نا بازار نہیں  
بیچتا دل کو ہوں میں ، کوئی خریدار نہیں

---

دل وہ کیا دے ہے کہ جس دل میں کوئی یار نہیں  
یار کیا یار ہے جو یار کہ دل دار نہیں  
غم وہی غم ہے کہ جس غم سے بہرہ ہو سہل  
سینہ کیا سینہ ہے جو سینہ نہ 'فرا' نہیں

---

ہم دے کٹج قفس میں ، فصل گل جاتی رہی  
اب ، کہو چشم و عانی کیا رکھیں میدان سے :

---

چاہ کر ہم اُس پی دی کو جو دیوانے ہوئے  
دوست ، دشمن ہو گئے 'ور' آئے ' بیتانے ہوئے  
بہر نئے سر سے یہ جی میں ہے 'دل کو دھندلے  
خاک کوچے کی تہی ، مدت ہوئی چہانے ہوئے

---

دل کو کوئی کس طرح سنبھالے  
یاں جہان کے پتہ دھہ ہیں لالے

---

روح نے جسم پر ' گرائی کی اب یہ حالت ہے ناتوانی ؟

---

خوب ہے ایک ایک سے ' دنیا میں جو محسوس ہے  
پر جو ہم نے خوب دیکھا تو وہی کچھ خوب ہے

---

ہر گھڑی دھیان اُدھر ' اے دل نادان نہ جائے  
ہے یہی خوب کہ یہ بات کوئی جان نہ جائے  
جوش سودا میں تو راشد نہیں ہوتی دل کو  
جب تلک ہاتھ مرا ' تابہ گریبان نہ جائے

---

تشنہ کاموں کو بھی کرنا ' ایک دو قطروں سے یاد  
جب کہ تیرے لبیز ساقی ! ساغر مہیا کرے

---

" رنگیں " اک وضع پر گزارا نہ ہوا - دنیا میں آہ  
گزارا جو کچھ ' وہ پھر دوبارا نہ ہوا - ہر شام و پکاہ  
چاہا ہم نے بہت نہ چاہا اس نے - مجبوری ہے  
چاہا اس کا ہوا ' ہمارا نہ ہوا - اللہ اللہ

---

دیباچی

اے موجب عیش و شادمانی پہر  
اے باعث لطف اندازی پہر  
میں ہوں ترے بن ' چشم خیال میں ذلیل  
پہر آ تو اب اے میوی جوتی پہر

نمونہ مثبوی ایجاد دیکھیں :-

حمد بابی

ہوسکے ہے حمد کیا، اس پاک کی  
پاک کی، جس نے یہ صورت خانہ دی  
سوخت ہو جس جا، مٹک کے بھی ہو  
اس جگہ میں کہ دیا اس کا کُذ  
یاں تلک دتہ دیا اس پاک کے  
کہ دیا قہار میں عزت اولیٰ کے  
واقف اسرار اس کو ک دیا  
تیا جو نور معرفت، سم بہر دیا  
کلیج مخفی میں جو تیا اسرار غیر  
اس پہ ظاہر کو دیا بے شک و شبہ  
پہر "نفیست فیہ" فرمایا کسے  
جو بشریت حکم تیا ہے کسے  
بے سمتوں، بپا کیا اولیٰ کے  
اور پاتی پہر بیتھایا خاک کے

پھر پکڑ نے جب لٹا وہ رنگ فرس  
 کوہ کے ، اس پر رکھے تب سنگ فرس  
 مائع قدرت نے جس دم کی رقم  
 منھکے تقدیر پر لے کر قلم  
 کن کے کہتے جس گھڑی بنیاد کی  
 صورت کون و مکان ایجاد کی  
 عاشق و معشوق کو پیدا کیا  
 ایک اوپر ، ایک کو شیدا کیا  
 طوق قسمی کی دیا گردن میں ڈال  
 سرو کا ، دل میں رکھا اس کے خیال  
 کر دیا خاکستری ، اس کا لباس  
 اس کو بھی آزاد رکھا ہے اُداس  
 شمع کا جو کچھ کہ ہے سوز و گداز  
 دل پہ پروانے کے کھولا اس کا راز  
 یہ ادھر جلتا ہے اس پر ہر گھڑی  
 دیکھ کر روتی ہے اس کو وہ کھڑی  
 کر دیا معشوق ہر ایک گل کو پھر  
 عاشق اس کا کر دیا بلبل کو پھر  
 وہ تو ہے نالائ اُسی کے شوق میں  
 ہے گریبان چاک وہ بھی ذوق میں  
 اپنا مظہر ، پھر محکمہ کو بنا  
 نور سے اپنے اُسے پیدا کیا  
 کیا کہوں ؟ نعمت اُس شہ لولاک کی  
 جس کے باعث ہے ، یہ عزت خاک کی

اس کی ہستی کا نہ ہوتا گر سبب  
تو یہ مخلوقات، کچھ ہوتی نہ تب

### حکایت طوطا

ایک طوطا بولنے میں طاق تھا  
اس کا پڑھنا شہرہ آفاق تھا  
شعر اچھے، یاد تھے اس کو ہزار  
اور لطیفے بولتا تھا بے شمار  
پوچھتا جو اس سے جو کچھ، وہ شتاب  
بات کا اس کے وہیں دیتا جواب  
ھر سخن اس کا تھا، مصری کی ڈالی  
بات اس کی سب کو لگتی تھی بھی  
گھولتا تھا قند، ہر اک بات میں  
سو اُچھ لیتا تھا، دن اور رات میں  
کیا کہوں وصف؟ اس کی میں تدبیر کا  
تھا وہ مشغول جوان و پیر کا  
مالک اس کا، ایک اہل علم تھا  
پر بہت بد وضع مرد زند تھا  
اپنے افعالوں سے ہرگز منہل  
ایک دن رونے لگا، وہ سنگ دل  
بولا طوطا، بے سبب روتا ہے کیوں؟  
تو خائف عادت، اب روتا ہے کیوں؟  
بولا وہ، اے مرغ دلکش خوش نوا  
دردِ عصیان کسی دریا متجہم کو بتا

کہ، نو تو، اس درد کو کہتا ہے کیا  
 ہوسکے مطلق نہ جس کی کچھ دوا  
 بولا طوطا جو ہیں دکھ، دنیا میں آج  
 کوئی اُن میں تو نہیں ہے لا علاج  
 اور لگا کہنے کہ یہ آسان ہے  
 جو نہ جانے اس کو، وہ اُن جان ہے  
 آج تک تو ہیں کہلے، توبہ کے در  
 حق سے دُر کر، دل میں استغفار کر  
 جب خدا نا کردہ، ہو جاویں گے بند  
 تب نہیں ہونے کی توبہ سود مند  
 فرق گو عصیاں میں ہے، سرتا بہ پا  
 پر اُمید عفو سے، مت ہانپ، اُٹھا  
 کچھ خلل اپنے نہ لا، اوسان میں  
 ہے لکھا ”لا تقنطو“ قرآن میں [۱]

### نتار

محمد امان نام، سعادت اللہ معمار کے بیٹے اور ”اُستنا“ معمار  
 کی اولاد میں تھے، جامع مسجد دہلی انہیں کی بنائی ہوئی  
 ہے - دہلی کے رہنے والے تھے -

دہلی پر جب آفت آئی تو یہ لکھنؤ چلے آئے، یہاں اُن  
 کی عزت ہوئی - غزل کی ضروریات، کلام میں موجود ہیں الفاظ



”مائی سے زیادہ لاتے ہیں“ اپنے رنگ خالص نے استعداد میں ”شہ“  
حاتم کے شاگرد تھے ۔

---

گھوڑے میں آپ اپنے ”وہ جہولے نے سب و“  
انسان میں یہ دم ”نہیں آتا ہے نہ حال  
ہے نام ”نثار“ ! ایذا حقیقت میں بودی  
اور اسم شریف اس کا جنو پوچھو تو ہے دانا

---

اک ایک سے کہا کہ مجھے چاہتا ہے یہ  
خانہ خراب تو مبرا پردہ لٹا دیا  
اس سر زمین پہ لکے مجھے ”آج آسمان  
سجدے کو تیرے نقش قدم نے“ پتلا دیا

---

کیا فسوں تو نے خدا جانے ”یہ ہم پر مبرا  
تجیم سے پہرتا نہیں دل“ ہم نے بہت سا مبرا

---

تجیم سوا کوئی نہیں عشق بقل میں یارب !  
زور بازو کا بیروسا ہے نہ ”وہ“ کا نکید  
ضعف کا کام کھینچا ”اب تو بہت دور“ ”نثار“  
پلٹے داغ کیا ہم نے ”جگر کا بکرا

---

بگڑ نہ معجزہ سے ، میں دیکھوں ہوں پاک نظروں سے  
کچھ اور جی میں نہ لے جا ، کدھر گمان گیا

---

اچھا نہ ہوگا بیمار ، اُس چشم سرمہ سا کا  
بس اے طبیب بس کر ! دیکھا اثر دوا کا  
اقبال زخم سینہ ، ہے بسر سر ترقی  
شاید کہ تیر تیرا ، دکھتا تھا پر ہما کا

---

ہوگئی عید مرے کلبۂ احزاں میں ”نثار“ !  
اس صنم کو جو مرے گھر میں خدا لے آیا

---

غیر ہمدم ہو گیا اور ہم ہوئے دم میں جدا  
واہ وا اے چرخ برہم ! کیا کیا تھا ، کیا ہوا

---

ہے جو سینے میں جگر ، دھکے ہے انگارا سا  
دل جو پہلو میں ہے ، بے تاب ہے وہ ، پارا سا  
دل کہیں ، دیدہ کہیں ، جی ہے کہیں ، جان کہیں  
گردش چرخ میں ہر ایک ہے ، آوارا سا

---

ہم چہین لیں گے آئینہ ، مت دیکھ اپنی آنکھیاں  
اے شونخ تو بیمار ہو ، کیوں کر یہ دیکھا جائے گا ؟

---

کہتا ہے یار مجھ سے ، تو ساتھ مت پہرا کر  
میں بھی خراب ہوں گا ، تو بھی خراب ہوگا

---

دل سے تیرا خیال ، کوئی کیا اُٹھائے گا  
یہ نقش کالجبر ہے ، اسے کیا مٹائے گا  
میری طرح دیا ہے جسے حق نے داغ عشق  
کس واسطے چراغ ، وہ کھر میں جلے گا

---

حیف مد حیف ، ہمیں بھول گئے بندہ نواز  
ایک پرزہ نہ کسی روز رقم فرمایا

---

منظور ہے جو تم کو ، ہم زخمیوں کا جینا  
تار نگہ سے پیارے ؛ سینے کے زخم سینا  
گو عید کو نہ آئے تو بعد ہی کو ملے  
اے رشک مارا ! خالی جاتا ہے یہ مہینا

---

گلی دھئی ادھر سے ، ادھر سے دعا دہی  
اُس کا دھا یہ دواں ، ہمارا یہ دعب دھا  
جانے دے مال و جان ، دل و دین گیا تم جانے  
اپنی جو ایک آن دھئی یاں ، تو سب دھا

---

خبر رہی نہ مجھے تن بدن کی اپنے جب  
 مری خبر کے لئے ' تب وہ بے خبر آیا  
 پھرے تھا دامن صحرا میں ' جیب چاک کئے  
 "نثار" شہر میں آیا ' تو راہ پر آیا

---

کس جفاکار سے ہم ' عہد وفا کر بیٹھے  
 آخر اس بات نے ' اک روز پشیمان کیا  
 آج بولا وہ صنم مجھ سے ' مبارک ہو "نثار"  
 تیری مشکل کو خدا نے ترے ' آسان کیا

---

چہرہ جو کلام باقی ' پھر جیب میں رفو کا  
 اے پلنگہ جنوں ! ہم جانیں گے تجھ کو چوکا  
 وہ خود بہ خود جو یاں تک آوے ' تو زندگی ہے  
 ہم کو تو اب نہیں ہے ' مقدور جستجو کا  
 کیا قہر ہے ؟ میں جس کی ٹیڈار کا ہوں تشنہ  
 وہ تشنہ ہو رہا ہے یارو ! سرے لہو کا

---

امید شفا ہے لب جاں بخش سے ' اس کو  
 شرمندہ عیسے نہیں بیمار تمہارا  
 ہے نام رہائی سے جسے نلگ ' جہاں میں  
 مکتوبس سو وہ کون ؟ گرفتار تمہارا

---

دل گرا چاہ زلفِ خداں میں ، سنبھلا نہ کیا  
سامنے آنکھوں کے قہقہے ، یہ نڈا نہ نڈ

---

صورت لکھوں کہ ناز لکھوں یا ادا لکھوں  
مانی کہہ ہے دیکھ نتیجہ ، آہ دید لکھوں ؟

---

شاید کہ اُس ٹلی میں کسی سے لڑی ہے اکھ  
یاں بیٹھنا وہ نثار .. تبا ہے سب نہیں

---

عید کا چاند ہوگئے ہو تم کب کے ؟ ہم انتظار بیٹھے ہیں

---

اس شوخ ستم گر سے ابھی یاد ہوئے ہیں  
ہم تازہ مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں

---

کچھ بات " نثار " اس کی نگاہوں کی نہ بوجھ  
یہ تیر ، کچھ کے مرے " یاد ہوئے ہیں

---

دوبو ہوتے ہی اُس کے ، غل ہو جاتی ہے تم  
کچھ کا کچھ بکلمے لکوں ہیں ، بات لڑ تھی نہیں  
آہ کس بے درد ، بے پروا کے ہم پہنڈے میں ہیں  
سیکڑوں مالتے ہیں ، اس نو ایک کا بھی غم نہیں

---

نے دھواں دل سے اُٹھ، یارو! نہ پروانہ جلے  
 آنس خاموش ہوں، مانند گلزار چمن  
 بلبل رشتہ بنے پا، لٹکے ہے شاخ گل سے آج  
 سخت الجھیرے میں ہے، یارب! گنہگار چمن

---

جگر پہ، عشق یہ کہتا ہے، داغ دیتا ہوں  
 شب فراق! میں تجھ کو چراغ دیتا ہوں

---

رات بھکی جو زباں، یار کی، مے نوشی میں  
 جو نہ کہنا تھا کہا، عالم بے ہوشی میں  
 خط مرے یار نے، واں جا کے لکھ سب کو ”نثار“  
 ”ہائے فراموشی“ میں

---

اشک ہوئے ہیں اب تو ایسے، ہم کو بہائے دیتے ہیں  
 تختی کیسی؟ حیف یہ لڑکے، دھوکے متائے دیتے ہیں

---

بہت کیوں لگ چلے اس سے، جو ناحق جھڑکیاں کھائیں  
 وقار اپنے کو، ہم نے کھو دیا بے امتیازی میں

---

شعلہ و پروانہ کا سا، میرے اس کے ربط ہے  
 آسناؤں کا نہیں یارو! میں شب کا یار ہوں

---

مہتاب نے دیکھا ہے جو اُس پرودہ نشیں کو  
بدلی میں سے وہ جھانکے ہے ، چھپ چھپ کے زمیں کو

---

یارو ؟ مجھے سدا کے نہ تم اس کا نام لو  
سر پیور مر نہ جاؤں ، مجھے پہلے تھام لو

---

لراتا ہے جو آئینہ سے وہ آنکھیں ، لڑانے دو :  
اگر آتا ہے اپنے دام میں آپھی ، تو آنے دو  
ہمارا ہاتھ مت پکڑو ، بہار آئی ہے جانے دو  
گریباں کی ، ہمیں اب دھجیاں یارو ، لڑانے دو

---

بد عہد ہو ، بد قول ہو ، گم راہ تمہیں ہو  
ہاں سچ ہے کہ جھوٹے نے شہنشاہ تمہیں ہو

---

کہاں رہا ہے مجھے ؟ اپنے تئیں بدن کا عوہ  
ہوا ہوں مسرت ، تیری پر خمار آنکھوں سے

---

دخ پر جو ترے ، زلف سیہ فام نہیں ہے  
یہ صبح قیامت ہے ، اے شام نہیں ہے  
ہر صبح ، ترے در پتہ نہ آبیٹھوں میں کیوں کر  
ناچار ہوں ، متجسس ہوں ، آرام نہیں ہے

---

غصہ ساں، اپنی زباں لال ھے لاچاری سے  
بول سکتے نہیں کچھ، دل کی گرفتاری سے

مڑگل پہ، جو انگشت نما لخت چگر ھے  
اس ماہ سے، یہ آنکھ لڑانے کا ٹمرا اھے

شوق پروانہ کو اب مڑدہ مایوسی ھے  
کیونکہ وہ پردہ نشیں شعلہ فانوسی ھے

سینہ کاری جوں نگیں، یارو، ہمارا کام ھے  
کوہ کن کی طرح، اپنا بھی جہاں میں نام ھے

یاں تو جلدی ھے جی سے جانے کی دیر ھے بس تمہارے آنے کن  
صورت نقش پا ”نثار“! اُسے آرزو ھے مرے متانے کی

تو غیر کے گھر جا کے بغل گرم کرے ھے  
موتا ھے جو تجھ پہ، وہ دم سرد بھرے ھے

جل بجھے سینے میں دل، لیکن نہ نکلے منہ سے آہ  
در مقفل کر کے، میں گھر کو جالادوں تو سہی



وہ سوئے خواہ جائے ، جاویں گے کام ی کے  
سرکیں گے ہم تو اپنا قصہ تمام ی کے

---

اتراؤ بہت ، نہ پان کہا کے باتیں نہ کرو ، چنا چنا ے

---

گریہ و نالہ و فریاد و فغان دیکھتے ہیں  
عاشقوں میں ہیں ، ترے ہم سرورِ سامں والے

---

کہتا ہے مبارک ، کوئی کہتا ہے سلامت  
ہے (وہم کے ملنا بیبی ، ملاقات مژدہ ٹپی

---

اے ہم نشیں ! تمنا مت پوچھ میرے جی ٹپی  
اظہار کیا کروں میں ، ہے آہ کس ٹپی

---

ہم کو تو یں کرٹی غزل ہے ، نہ فرد ہے  
مصراعہ ہے ایک یاد ، سو وہ آہ سرد ہے

---

جوں سایہ ، ساتھ ساتھ پھروں ٹپوں نہ یاد کے  
ہوں اختیار میں ، دل بے اختیار ے  
تارے جو گن رہا ہوں جدائی ٹپی رات میں  
گویا کہ ہوں عذاب میں روزِ شہر ے

---

لبریز فغان، ہجر میں تاجند رہوں میں  
یہ عمر کا ساغر، کہیں اب جائے چھلک بھی

---

جگر تو تگرے ہوا، تیغ غم سے کت کت کے  
خدا کرے نہ کسی کا کسی سے دل اٹکے  
ہر ایک تار میں، افسوں جدا جدا ہے دلا  
ہزاروں یاد ہیں زلف نگار کو لٹکے  
نہ سوکھ سوکھ وہ کانتا ہو کس طرح سے ”نثار“  
کہ جس کے دل میں سدا خار غم پوا کھٹکے

---

بے گار کنبہ رات کو بھی میں نہیں دھتا  
جوں شمع، مجھے تا بہ سحر مشق فنا ہے  
کیا پھر ہے ہم دیکھ کے خوش ہوتے ہیں جس کو  
سو اس کی یہ صورت ہے کہ صورت سے خفا ہے

---

معلوم حال میرا، یارو تمہیں نہیں ہے  
بیٹھا تو ہوں میں تم میں، پر دل مرا کہیں ہے

---

آ بلی ہے اب ”نثار“ ناتواں کی جان پر  
دیکھنا تک اے دل نا کام، تیرے واسطے

---

اُس آئینہ طلعت کی ' اب منجم سے یہ صورت ہے  
ظاہر میں صفائی ہے باطن میں درد ہے

---

ہم سے کیا پوچھتے ہو؟ گوہرِ دل کی قیمت  
ہم نے مختار کیا آپ ہی تہہ دینے

---

تھا جنہیں حسن پرستی سے ہمیشہ انکار  
وہ بھی اب طالب دیدار ہیں، کن نے؟ ان نے

---

خلجہ نہ کمر میں نہ وہ تلوار رکھ ہے  
آنکھوں ہی میں چاہے ہے جسے، مار رکھ ہے

---

ہے درد سے بے کل، جو تر چاہئے، لا  
پہلو میں مگر دل کی جگہ، خار رکھ ہے

---

کہتا ہے کوئی برق، کوئی شعشعہ آتش  
اک دم جو تپہر جائے، تو اک بات تپہر جاؤ

---

بوندوں کی جٹا کھلے، آتی ہے گبتا کالی  
لا ساغر مے ساقی، بدلی بھی ہے متوالی

---

سیلاب ہے یا شعلہ آتش ہے الٰہی  
کیا چیز ہے سینے میں کہ دل جس کا لقب ہے

کیا کام ہوا ہم سے خدا جائے ایسا  
ایسا ہی، جہاں سنتے ہیں مذکور رہے

نقاب اپنے منہ سے اُٹھادے اُٹھادے  
تجلی کا جلوہ دکھادے دکھادے

جانے کا اپنے نام نہ لو تم، زبان سے  
تم شہر سے گئے، تو گئے ہم جہاں سے

یارو معاف رکھیو درخود نہیں رہے ہم  
اب اختیار، اپنے ہاتھوں سے جارہا ہے

دل نہیں، ہوش نہیں، صبر نہیں، تاب نہیں  
اب وہ، کس چیز کی خاطر مرے گھر آتا ہے؟

انکار تو نہ کر؛ مرے ہاتھوں سے پان لے  
کافرا! خدا کے واسطے یہ بات مان لے

اگر جھولے تو میرے دل کے جھولے میں توالے ظالم!  
رگ جان، سے ترے جھولے کو، میں رسی بدائی ہے

تجہ بن ' چمن کی سیر سے ' کیا یار لے گئے  
جوں لالہ ' داغ سینے پہ دو چا، لے گئے

### حسرت

جعفر علی نام ' ابوالخیر عطار کے بیٹے ' اور لکھنؤ نے دہلی والے تھے - معمولی تعلیم پائی تھی لیکن شعر و سخن سے فضاوی مناسبت ہونے کی وجہ سے مہارت اور کمال پیدا کر لیا تھا - زندگی کا بڑا حصہ فراغت سے گزرا ' آخر عمر میں فتیری نے رنگ میں آکر گوشہ نشین ہو گئے تھے - مشہور ہے کہ جس قدر ان نے تلامذہ تھے کسی شاعر کو نصیب نہ ہوئے ' اشداد میں جذبات کی موجیں ہیں ' خیالات بلند اور پاکیزہ تکیبیں مہزوں ہیں ' بلدھ چست ' بے ساختگی اور انداز بیان بہت دلچسپ ہے -

راے سرب سنگم دیوانہ کے شاگرد اور جرأت اور خواجہ حسن کے سے مشہور اساتذہ فن کے استاد تھے - سنہ ۱۲۷۷ھ میں وفات پائی [۱] -

کیوں مرے خون سے شمشیر کو آلود کیا  
آپ نے رنج اُٹھایا ' مجھے آسودہ کیا  
زیست میں بادہ کشی ' حسن پرستی سے مبرا  
اس سوا جس نے کیا کام سو بے ہودہ کیا

یوں خزاں آئی چمن پر ، ہاے بلبُل کیا ہوا ؟  
لالہ و سوسن کہاں ہیں ؟ سنبُل و گل کیا ہوا

---

دل پر نہیں اختیار اپنا افسوس ! گہرا قرار کیا  
کی دل نے بھی آہ بے وفائی کوئی نہیں غم گسار اپنا  
تو آنے کو یاں کے ، دن گئے ھے ہم کرتے ہیں ، دم شمار اپنا  
تیرا تو تب اعتبار کیجئے جب ہووے کچھ اعتبار اپنا

---

شاید اس کوچے میں جا کر ، وہ بھی کھو آیا حواس  
بولے ھے بھکا ہوا ، پیغام بر کو کیا ہوا

---

مجھے تگ سانس بھی ، یہ درد غم لینے نہیں دیتا  
عجب کچھ درد ھے دل میں ، کہ دم لینے نہیں دیتا  
اجل سو بار آئی ، رنج میرا دور کرنے کو  
ولے احسان ، مجھے تیرا کرم لینے نہیں دیتا  
تمنا خاک کو میری قدم بوسی کی ھے ، لیکن  
چلے ھے بیچ کے وہ ظالم ، قدم لینے نہیں دیتا

---

بہر ادھر قتل کو ، آنکھوں سے اشارا نہ کیا  
جسم بسمل ہی رکھا ، کام ہمارا نہ کیا

---

اے دل ! اگر تو پتلا تیرا یہی دھکے  
 کاکھ کو تو جٹے گا کاکھ کو جی دھکے  
 دھم دے مے کو ساقی ! ہم تو چلے یہاں سے  
 قسمت میں جس کی ہوگا ، سو جاہ پی دھکے

کوئی اپنا ، نہ آشنا دیکھا جس کو دیکھا سو بے وفا دیکھا  
 بھولتا ہی نہیں وہ دل سے ، اُسے ہم نے سو سو طرح بھلا دیکھا

خدا حافظ ہے ، کیوں محفل میں اُس کا نام آیا تھا ؟  
 تیرے سے ابھی دل کو مرے ، آرام آیا تھا

کیا مجال اس کی ، کہاں تو اور کہاں میرا غبار ؟  
 لگ چلا دامن سے ، تیری مہربانی کے سبب  
 اپنے لب تو ، وا کر اے خندہ زخم جگر  
 چرخ دے گا لاکیم غم ، اس شادمانی کی سبب

نہ تیغ یار سے گردن پیراؤں میں ہرگز  
 کہ عین لطف سمجھتا ہوں میں ، جذائے حبیب  
 پتنگے شمع کے صدقے ہوں ، بلبلیں کل پر  
 کوئی کسی کا فدا ہو ، میں ہوں فدائے حبیب

دن تو کتتا ہے شجر میں ، لیکن  
 درد دیتا ہے زخم کاری رات

وصل ہے ، عیش کی آمد ہے ، ادھر آج کی رات  
 غم کا اس دل سے ہے ، آہنگ سفر آج کی رات  
 کل کو کیا جانئے ؟ محبت یہ دھے یا نہ دھے  
 ساقیا ! جام جو بھرنا ہے تو بھر ، آج کی رات

---

آنکھوں میں دم تھا سو بھی چلا ، بے وفا ! پہونچ  
 آنا اگر ہے تجھ کو ، تو جلدی سے آ پہونچ

---

دیکھی نہ ایسی جنگ ، نہ میں زمیندار صلح  
 سو بار دن میں لڑتے ہو اور سو ہی بار صلح  
 پائے رقیب ، صلح کے اب درمیان ہے  
 کس طور سے دھے گی میاں پائیدار صلح

---

مجنوں ! ترے ہی پاؤں کے ، توڑتے ہیں آبلے  
 ہر نوک خار سرخ ہے ، دیتا ہے بن ، بھار

---

عس کی قسمت میں رہائی تھی ، چمن جا دیکھا  
 فصل گل بھی چلی ، ہم تو دھے زنداں میں ہنوز  
 سہکڑوں بار کیا تو نے ، خراب اس دل کو  
 پر محبت ہے تری ، اس دل ویراں میں ہنوز  
 سووے آرام سے ، کس طور ؟ کوئی زیر زمیں  
 فتنہ عشق تو بیدار ہے ، دوراں میں ہنوز

---



اپنی خاطر، ہمیں منظور دھائی مجھ کو  
ہم ہوں آزاد تو ہو رنج سے آزاد قنس

---

مست میں تو ہو گیا، تیری نگہ سے ساقیا!  
اب نہیں مجھ میں رہا، مے اور پیمانے کا عوش

---

قابل غارت نہیں، اس خانہ ویراں کی بساط  
دیکھ لے دست چنوں! میرے گریباں کی بساط

---

اتنی مجھے نہیں ہے دل و جاں کی احتیاط  
منظور جتنی ہے تیرے پیکر کی احتیاط  
گر ہے یہی بہار کی شورش، تو ناصتا!  
تجھ سے نہ ہوسکے گی، گریباں کی احتیاط  
وہ جس کو معصیت سے بچائے، وہی بچے  
”حسرت“! نہ کام آئی کچھ انسان کی احتیاط

---

بہت مشتاق ہے سننے کا، ”حسرت“  
کوئی تو منہ سے کہہ، بہر خدا لفظ

---

جان جاتی ہے مری، درد و الم سے کیا کروں؟  
آہ لے لے بے تابي دل، وائے شورش ہائے داغ؟

---

اک نظر دیکھا تھا کیا تجھ کو کہ آیا مجھ پہ ظلم  
کیا کہوں میں؟ ہو گئے سب اپنے بیگانے حریف

ہم کو نہ مرگ نے نہ قضا نے کیا ہلاک  
اس کے ستم اور اپنی وفا نے کیا ہلاک

تری فرقت میں ہے شام و سحر مجھ کو، عجب مشکل  
جو شب کاٹی تو دن مشکل، جو دن کاٹا تو شب مشکل  
کرم سے کھول! جو عقدے پڑے ہیں کلم میں میرے  
ترے آگے ہیں سب آساں، مرے نزدیک سب مشکل  
ابھی تو ”حسرت“ اس پر عشق یہ پوشیدہ ہے تیرا  
وہ جب پہچان جائے گا تجھے، ہووے گی تب مشکل

صبح روشن رہے، گلشن میں مبارک گل کو  
”حسرت“! اپنی مجھے غربت کی ہے اس شام سے کلم

آخر ترے غم میں، مر گئے ہم  
عقبیٰ کی بھئی، کچھ خبر نہیں ہے  
کر تک تو اثر، کہ اپنے جی سے  
شبم کی مثال، اس چمن میں  
واماندوں پہ دیکھئے کہ کیا ہو؟  
بھرنا تھا جو دکھ سو بھر گئے ہم  
دنیا سے تو بے خبر گئے ہم  
اے نالائے بے اثر گئے ہم  
شب آئے تھے ہم، سحر گئے ہم  
اپنا تو نباہ کر گئے ہم

نہ ہووے درد کیوں کر؟ آہ صبح و شام پہلو میں  
کہ دل لیتا نہیں اک آن بھی آرام پہلو میں

---

بھلا دیں یا! نے دل سے ہمارے اور بھی یادیں  
عجب تاثیر یہ رکھتی ہیں اہل دل کی فریادیں

---

جو بے تابي، دل عشاق کی باطل سمجھتے تھے  
مرے سینے پہ آکر ان دنوں وہ ہاتھ دھر دیکھیں  
لگیں تھیں آہ اک مدت سے جس کے ساتھ یہ آنکھیں  
سو غائب ہوگیا آنکھوں سے اپنی، اب کدھر دیکھیں  
سدا آہٹ لگی دھتی تھی ہم کو، جس کے آنے کی  
سو کس اُمید پر اب ہاے ہر دم سڑے در دیکھیں

---

نہ دیکھ اے شیخ تو ان کی طرف چشم حقارت سے  
گدایان خرابات اک نگہ میں شاہ کرتے ہیں  
قفس میں ہم نہیں کچھ بولتے صیاد کے در سے  
چمن کے مرغ، نالے اپنے خاطر خواہ کرتے ہیں  
سخن آورد کا ”حسرت“ نہ پہنچے درد کو ہرگز  
کہ دل پر، آہ نکلے ہے تو اُس پر واہ کرتے ہیں

---

دشت میں کر، چلنے کی تدبیر ہونا ہو سو ہو  
توڑ دیوانے تو اب زنجیر، ہونا ہو سو ہو

---

موت آجائے کہیں اُس دل شیدا ئی کو  
 روز سنبھائے کہاں تک؟ کوئی سودا ئی کو  
 ناتوانی سے تڑپنے کی بھی طاقت نہ رہی  
 کس طرح کاٹے یارب! شب تلہائی کو

---

ہرآن ہے مڑگل پر لخت جگر تازہ  
 یہ نخل محبت میں دیکھا عمرِ تازہ

---

زہار نہیں پیارے یہ وضع پسندیدہ  
 ہرآن ہو آزدہ ہر وقت ہو رنجیدہ  
 آنکھ اگڑ ایدھر، کیا کیجئے نثار اُس پر  
 اک جان ہے سو والہ، اک دل ہی سو شوریدہ  
 ایک عمر ہمیں گذری وصالت کا نہ دن دیکھا  
 جاگین بھی کہیں یارب! یہ طالع خوابیدہ

---

جگر سوزاں ہے دل بے تاب ہے اور چشم گریاں ہے  
 اِلہی! دن ہے میری مرگ کا یا شام ہجران ہے  
 جو ایسا ہی دل دیوانہ میرے دریائے جاں ہے  
 تو پھر اک روز میرا ہاتھ اور اُس کا گریباں ہے

---

شروع عشق ہے اے ہم نشیں اور جوش سودا ہے  
 نہ کر زنجیر منجم کو میں ہوں اور دامنِ صحرَا ہے

---

نہیں چین ایک آن ' کیا کیجئے ؟  
 مفت جانی ہے جان کیا کیجئے  
 تجھ سے کیا کہئے درد دل لیکن  
 نہیں دکتی زبان کیا کیجئے  
 آشییاں ہسی آجڑ گیا ایسا  
 دہ کے اے باغبان کیا کیجئے

---

موا بھی میں ' تو تری چشم کی کبھو نہ گئی  
 یہ شکر ہے کہ گنجی پہ تیرو نہ گئی  
 بہار ہو چکی اُرد شور بلبلوں کا گیا  
 مرے دماغ سے اس گل کی ہائے بو نہ گئی  
 غبار ہو کے صبا سے ملے کہ واں پہونچے  
 غرض کہ خاک ہوئے تو بھی آرزو نہ گئی  
 نہ جانوں کیا تجھے الفت تھی گل سے اے بلبل  
 کہ اپنے جی سے گئی ' پر چمن سے تو نہ گئی

---

پتکنے دے مجھے سر اس کے آستانے سے  
 خبر کروں ہوں میں اپنی ' اسی بہانے سے  
 مثال نقش قدم ' یاں سے اُتہ نہیں سکتے  
 تری گلی میں نہ جانا ' بھلا تھا جانے سے  
 تسلی ہے دل بیمار کو ترے باعث  
 خدا کے واسطے مت اُتہ ! مرے سرہانے سے

کسی کا حال کوئی پوچھتا نہیں ہرگز  
وفا کا دسم اٹھا ” حسرت “ ! اس زمانے سے

---

کھینچتا ہوں نالغہ جاں کاہ ، دل کے ہاتھ سے  
آہ دل کے ہاتھ سے ، صد آہ دل کے ہاتھ سے

---

مجھ کو تجھ سے خدا ، جدا نہ کرے  
تجھ سے میں ہوں جدا ، خدا نہ کرے  
اُر گئی پر سے ، طاقبت پرواز  
کہیں صیاد اب رہا نہ کرے  
تم جو کہتے ہو کہم دو ” حسرت “ سے  
آہ و فریاد یہاں کیا نہ کرے

---

سرشک و خون ، مری چشم سے ملے نکلے  
مگر یہ پھوٹ کے سینے کے آبلے نکلے  
تسام دن تھے جدا ، آہ شمع و پروانہ  
ملے جو شب کو تو آپس کے سب گلے نکلے  
سراغ پوچھوں میں کیا ؟ اشک و آہ کا دل سے  
کہ اس دیار سے ہو ، کتنے قافلے نکلے

---

واعظ نے قیامت کی اک بات بتائی ہے  
کہتے ہیں جسے متکشر ، سو روز جدائی ہے

---

معلوم ۛ منجه ڪو ڪه ميں تجھ بن نه جيون ڪا  
 ڪيون ڪر نه ڪرون تجھ ۛ ميں انڌر جدائي

—

تو ۛ بن ، ڪس طرح يارب مري اوقات ڪڙي ٿي  
 الهه ! دل ڪو ٻي تاهي ۛ ڪيونڪر رات ڪڙي ٿي

—

تمهين غيرون ۛ ڪب فرصت ، هم اڀي غم ۛ ڪم خالي  
 چلو بس هوچڪا ملنا نه تم خالي ، نه هم خالي

—

نه تنها مشقت خس ڪي پھونڪي ۛ باغبان ڪڙي  
 هماري آشيان ۛ برق بهي دامن ڪشان ڪڙي  
 گذر اس ڪا ادھر هو يا ادھر اڀنا گذارا هو  
 جو اڀني گردشون ۛ 'يڪ دم بهي آسمان ڪڙي  
 جو ڪچھ شرط وفا تهي سو بجلا لاءِ هيں هم دنون  
 نه ڪڙي تم ادھر اور اڀي جي ۛ هم يهاں ڪڙي

—

ڪم بيٿي برا منهن ۛ بهلا اور بهي ڪچھ ۛ  
 دشنام هي دي جاتي ۛ يا اور بهي ڪچھ ۛ

—

هماري ڪام پنه هرچند ، آسمان پهري  
 تجھ قسم ۛ جو تو اس طرف ڪو آن پهري

—

دونا نہیں جو یارو ! اپنا دیار چھوٹا  
 مرنے سے یہ کہ ہم سے اب کوٹے یار چھوٹا  
 قول و قرار اس کا ، جھوٹا ہوا تو غم کیا  
 غم ہے کہ اپنے دل سے صبر و قرار چھوٹا  
 رونے سوا نہیں ہے فرقت میں کام اپنا  
 یہ کام ہے کہ تجھ بن سب کارو بار چھوٹا

---

ضبط کر کے ہم قلق کو دل میں ، گھبراتے بہت  
 منع بے تابی کیا پر اس میں دکھ پائے بہت  
 دل کو لے آئے تھے اس کوچہ سے ہو کر ہم خفا  
 پر دل و جان ہم پہ اب مل کر بلا لے بہت

---

جاتی رہی غم سے ، دل ناشاد کی طاقت  
 سو ظلم کرے وہ ، کسے فریاد کی طاقت

---

سو گئے تم ، ہمیں نہ آئی نیند کس طرح سوئے پرائی نیند  
 چشم گریاں ہے مفت میں یارو سیل میں اشک کے بہائی نیند

---

اے برق ! آشیاں پہ مرے تو گذار کر  
 جاوے اب اس چمن سے مری بود و باش کاش

---

دے تو بیٹھا وہ ناز سے گالی شرم سے پر نہیں اُٹھائی آنکھ

---



کچھ دل میں جنوں تیرے ارمان نہ رہ جاوے  
 کی جیب تو سو تکتے دامان نہ رہ جاوے

(ساقی نامہ)

کیسی اس کے ہمک رہے ہیں  
 الہ الہ بک رہے ہیں  
 بے شیشہ عجب خلسا ہوا ہے  
 دل آبلسہ بغل ہوا ہے  
 ساقی تجھے جام کی قسم ہے  
 مرخانے کے نام کی قسم ہے  
 اپنی تجھے سر کشی کی سو گند  
 مت دکھو خرد کا مجھکو پابند  
 ہر دم ہے خزاں چمن کے درپے  
 لانا ہے تو لڑے ساغر سے  
 تجھ کو اپنی ادا کی سو گند  
 تجھ کو دل بے وفا کی سو گند  
 برسات کی بدلیاں یہ کالی  
 اور تو دکھ اپنا جام خالی  
 رہ جائے گی اتنی یادگاری  
 ہم سے ساتی نے کی نہ یاری [۱]

## قسمت

(نواب) شمس الدولہ نام و لقب بارگاہِ قلی خاں کے بیٹے  
تھے مرثیہ اور سلام میں بقول مصحفی یدِ طوئے رکھتے تھے،  
غزل میں زبان اور محاورہ بندی کے علاوہ جذبات تغزل کم ہیں  
جعفر علی حسرت کے شاگرد تھے۔

—

جوں ماہِ منور ہو، شبِ تار ہماری  
”قسمت“! وہ اگر چاندسی صورت نظر آوے

—

کہتے ہیں یوں چمن میں پھر آئی بہار کل  
شکرِ خدا، کیا تھا بہت انتظار کل

—

اگر تسبیحِ ہاتھم آتی نہیں ہے تیرے اے ”قسمت“!  
تو دانے توڑ دال اس کے کہ پھر زناں ہاتھم آوے

—

قاصد! ترا گذر ہو اگر کوئے یار میں  
کہیو کہ آرزو میں تری، مرگیا کوئی

—

آتی نہیں کسی کی جو یاربِ صدائے پا  
وا ماند گانِ قافلہ، یارب! کدھر رہے

—

آنا نہیں شب کو خواب ، تجھ بن  
 بیداری ہے عذاب ، تجھ بن  
 اے مساء سہ پہر خوب روٹی  
 سر گشتہ ہے آفتاب تجھ بن  
 سینے سے نکل پڑے گا گویا  
 ہے دل کو یہ اضطراب تجھ بن  
 ”قسمت“ کی بھی تجھ کو کچھ خبر ہے  
 دیکھا میں اسے خواب ، تجھ بن

مرے اس خستہ دل کو پاس اپنے ، یار دھنے دے  
 کوئی پوچھے تو کہنا میرے عاشق کی نشانی ہے

شب ہجران ہے اور میں ہوں یہ آنکھیں اور آنسو ہیں  
 اذیت ہے ، مصیبت ہے ، نہایت ناتوانی ہے [۱]

#### مثنوی

میر نظام الدین نام ، فخر الشعرا لقب تھا ، میر قمر الدین  
 مہنت کے بیٹے تھے محمد اکبر شاہ بادشاہ دہلی کے استاد تھے -  
 پانی پت میں پیدا ہوئے ، دہلی میں تعلیم پائی ، عرصہ تک  
 لکھنؤ میں رہے -

کلام میں روانی بھی ہے ، اور لطف بلدش بھی ، تلمیحات  
تصوف و ضروریات تغزل دونوں موجود ہیں اپنے والد کے شاگرد تھے -  
مفتی صدرالدین آزردہ کے استاد تھے ، سنہ ۱۲۶۰ع میں وفات

پائی -

دیکھ کے نور جمال ، سوچ کے کفہ کمال  
مائل حیرت نظر ، قائل حسرت ، ذکا  
باز ہو گر راہ دید ، تو ہے ہر اک سو پدید  
آئینہ خانہ جہاں ، حسن ترا جلوہ زا

موسیٰ دل رہ خموش ! دل ہی میں رکھ دل کے جوش  
اس کے جھمکے سے ہوش ، کس کے دھ ہیں بجا  
پائے خرد آبلہ ، سعی بلا راحلہ  
عرصہ گہم معرفت ، بے سرو بے انتہا  
خون میں تپاں سوبہ سو ، جان دو صد آرزو  
ہر طرف اس دشت میں ، معرکہ کربلا  
تسرس مناجاتیاں ناز خراباتیاں  
کر کے گمان غضب ، رکھ کے یقین عطا  
سینہ ہے صندوق راز ، نطق کرے قفل باز  
ایک ہے گنج ہنر ، ایک خزانہ کشا  
یہ جو ہے ”مسنوں“ نرا ، بندہ دل خوں نرا  
تجہم سے ہی چاہے تجہم ، کس سے کرے التجا

تجھے ، نقش ہستی مٹایا تو دیکھا  
 جو پردہ تھا حائل ، اٹھایا تو دیکھا  
 یہ سب ، تیرے ہی حسن کا پرتوا ہے  
 نہ دیکھا تجھے ، نہرا سایا تو دیکھا

---

گماں نہ کیونکہ کروں تجھم یہ دل چرانے کا  
 جھکا کے آنکھ سبب کیا ہے مسکرانے کا  
 و فور گریہ ، ترحم ! ہجوم نالہ ، کرم !  
 کہ ہے ارادہ ، اُسے درد دل سنا نے کا

---

الہی جیب ، کہ دامن کہ آستیں ، دھوڑوں  
 مڑا نے سیکھ لیا ، شغل خوں فشانی کا

---

رُشک اُس پر ہے ، کہ یوں مَر کر جو بسمل رہ گیا  
 سر قدم پر ، ہاتھ میں دامن قاتل رہ گیا  
 چل بسے پیش از سحر ، تھے جو رفیقان سفر  
 آہ اک سوتے کا سونا ، میں ہی غافل رہ گیا

---

غش سے ہمیں افاقہ ، دم بھر کبھو نہ آیا  
 جب تک صبا کا جھونکا ، لے تیری بو نہ آیا

---

کیسا کہم گئے اطیبا ، بیمار کو تمہارے  
 کہتے ہیں ، آسے پر اس کو خدا کے چھوڑا  
 ”ممنوں“ ! مئے محبت ، پی سہل مت سمجھ کر  
 یہ جام ، کب کسی نے منہ سے لگا کے چھوڑا

---

سینے میں ایک نفس بھی ، نہ ترا تیر رہا  
 خون حسرت میں توڑتا ، دل نخرچیر رہا  
 ہاے دے بے کسی دامن و بے یاری جیب  
 کہ مرا دست چنور ، بستہ زنجیر رہا

---

غمزے نے کس کے ؟ تیغ لگائی کہ چشم میں  
 انداز صد نگاہ تمنا ، لہو ہو ہوا

---

اس کی آنکھوں سے ستاروں کی نمک دینی پوچھ !  
 صبح تک جس کا کھلا دیدہ بے خواب رہا

---

گنہ میرا ہے ، رنگ چہرہ گونا گوں ہو مجلس میں  
 اشارہ غیر سے کرنا ، گنہ ہے جان من کس کا

---

تھا حسن میں نہ رنگ ادا کا ، نہ ناز کا  
 یہ نقش یادگار ہے ، آئینہ ساز کا

اے اشتیاقِ بیت صنم ! تیرے ہاتھ سے  
 چھتکتا ہے ساتم ' رازِ درازِ حجاز کا  
 تصویر بت چھپائی ہے "مسکوں" نے سجدے کو  
 گوشہ اُلٹ کے دیکھو تو تک جاننا کا

کس بے ادب کو ' عرض ہوس ہر نگہ میں تھی  
 آنکھ اس نے بزم میں ' نہ اُٹھائی تمام شب

لگ اُتھی آگ ' قفس میں صیاد!  
 برق ہے ' اپنے نفس میں صیاد!

یہ نہ جانا تھا کہ اُس محفل میں دل رہ جائے گا  
 ہم یہ سمجھے تھے ' چلے آئیں گے دم بھر دیکھ کر

اے کس کا دل زخمی ہے تہ خاک ' ہنوز  
 کہ نکلتے ہیں لئے دل ' جگر چاک ہنوز

کیوں کریں ؟ ہاتھ کو اب ہم سوئے مغرور ' دراز  
 پاؤں ' بیٹھے ہیں کیے ہم طرفِ کبر دراز

دل خروشاں یہاں ہے ' لب خاموش  
 خم سر بستہ میں بھرے ہیں جوش

کون محفل میں، اب ہوا ساقی  
 ہر طرف سے ہے، باگ نوشا نوش

—

کیا عشق کی ہے صید گہ، یاں نیم زخم ناز کو  
 بے تاب اک جانب خضر، مضطر مسیحا اک طرف

—

سانہ اپنے، گر گیا دل بے تاب زیر خاک  
 تو ہو چکا نصیب مجھے خواب، زیر خاک

—

اے برق بس اُلجھ کہ نہ از جائیں دھجیاں  
 دامن اُٹھا کے آئیو! اِس اشیان تلک

—

ہے تیری بوئے عطر گریباں سے، مست گل  
 گل سے چمن، چمن سے ہوا، اور ہوا سے ہم

—

ہونے پایا مرے قاصد کا نہ پیغام تمام  
 تھا سخن لب پہ، کہ قاتل نے کیا کام تمام

طپش دل نے نہ چھوڑا کہ کبھی ہم اک بار  
 لائیں تسکین کے لئے، لب پہ ترا نام تمام



”مسئوں“ ! جیتے رہے شب ہجر  
منہ وصل میں کیا دکھائیں گے ہم

---

چشم گریاں ، ترے رخسار پہ شب تھی کس کی  
شبلم آلودہ سا ، کچھ فکر سفر ہے کہ نہیں

---

صورت نقش قدم ، مجھ سے اُٹھا جائے کہاں  
اس سر راہ پہ بندہ تو رہا ، جائے کہاں

---

خم میں بیٹھا جو فلاطوں تو یہ کہتا تھا سپہر  
وہ ! تری خاک کو ، میں صرف سبو کرتا ہوں

---

صبا پیغام یہ کہیو ہمارا ، ہم صفیروں کو  
سنا جایا کرو ، آواز گائے ہم اسیدروں کو

---

آپ کو خاک کیا ، خاک کو برباد دیا  
کوششیں کی ہیں دم عشقِ فنا ، کیا کیا کچھ

---

یارب ، یہ کس کا کوچہ دل کش ہے ، جو ادھر  
جاتا ہے جی کھنچا مرا ، ہر اک قدم کے ساتھ

---

دوش کچھ اور ہے اس کی ، مرے طریق ہیں اور  
دلا ؛ نظر نہیں آتی ہے کچھ نباہ کی راہ

---

پاؤں ”ممنوں“ نے نکالے ہیں بہت ، دیکھو تو  
ہیں بھی اس شہر میں زنجیر بنانے والے

---

کھلا نہ ، حالت ”ممنوں“ ہے کیا ؟ پتہ دیکھوں ہوں  
کہ ہاتھ ، دو دو پہر تک دل طپاں پر ہے

---

غمزے کو پہر ہیں کاوشیں ، اس دل پاش پاش سے  
قطرہ خوں ہے دو بدو ، دشنہ جاں خواہ سے  
وصل میں بھی نکاح شوق ، تامل یوں ، نہ آ سکی  
عشوہ کے اہتمام سے غمزے کی دور باش سے  
حسرت و یاس ورنج و غم ، محنت و غصہ ، درد و سوز  
خانہ دل کو ، اُنے ہیں دھونڈے کے سو تلاش سے

---

دماغ اس شور ہستی کا کہاں نازک دماغوں کو  
مگر اب ، خواب راحت ، زیر دامنِ عدم کیجئے  
بھری آتی ہے چھاتی ، یاد میں یارانِ رفتہ کی  
یہ دل اور اس قدر صدمے ؟ بھلا کس کس کا غم کیجئے

---

کرنے نہ پائے نیم تبسم ، کہ بس چلے  
جوں غنچہ ، رنگ گلشن ہستی پہ عنس چلے

دکے ہے ، ضبط سے دم ، آہ سے جگر اپنا  
نئے ضبط کرتے ہی بن آئے ہے نہ آؤ گئے  
سنا ہے ”مسئوں“ آ مرز گار اس کا نام  
اس آسری پہ ، نہ کیا کیا ، یہاں کُذا گئے

بے طاقتی نے جس جا ہم کو بتھا دیا ہے  
پھر اضطراب دل نے واں سے اُتھا دیا ہے  
خوبی پہ ناز اپنی ، جو کیچھے بجا ہے  
مکھڑا خدا نے تم کو اک چاند سا دیا ہے [۱]

### وفا

تول راے نام ، خوش گزران اور خوش اوقات تھے - بعض  
قول کے مطابق خواجہ حسن کے معاصر تھے - کلام میں قدرت  
اور مہارت کا رنگ ہے اس کے ساتھ ضروریات غزل بھی ہیں سست  
اور روانی بھی ہے ، طرز بیان میں خوبی بھی ، لیکن ”کو کم ہے -  
عارض پہ تمہارے“ یہ پسینا ہیرے کا ہے ، لعل پر نگینا  
اس غم میں بڑی ، گر دھا سلامت پتھر سے بھی سخت ہے ، یہ سینا

پہلے تو دل سہج میں ، گرفتار ہو گیا  
اب چھوٹا پہ زلف سے دشوار ہو گیا

---

کہے ھے کس سے ؟ دل ، احوال اپنا  
پڑا ھے یاں ہمیں ، جنجال اپنا

---

کل دل کو لیا ، مکر گئے آج  
بس ! آپ کا اعتبار دیکھا

---

حباب آسا نہ بھول ! ہستی پر اپنی  
کہ غافل ! کیا بھروسا ھے نفس کا ؟

---

اُس کو ، منظور یاں سے جانا تھا      گریہ میرا ، فقط بہانا تھا  
دل نہ کرتا تھا اس طرح سے خراب      عاقبت ، وہ ترا تھکانا تھا

---

شعلہ زن ھے ہمیشہ ، داغ اپنا      بچہ نہیں جانتا ، چراغ اپنا

---

اپنی غرض کو ، ہم تو سبھی کچھ سہیں کے ، لیک  
ہوتی ھے گالیوں سے ، تمہاری زبان خراب

---

عشق میں ، امتیاز رتبہ نہیں      خاک پائے ایاز ، ھے مستحسود

---

بت سے لیتے ہیں کار، حضرت حق  
شیخ تک دیکھ اعتقاد ہندو:

ہوئے گا دل سے محو، غم یار کب تلک  
کیوں ہم نشیں! یہ جاوے گا آزار کب تلک؟  
کہنے لگا وہ، سن کے مرا نالہ و فغاں  
یارب! جیا کرے گا یہ بیمار کب تلک؟

نوبت، غم فراق میں پہنچی ہے، جان تلک  
ظالم! شکیب و صبر پھر آخر کہاں تلک؟

اک راہ کوئے زلف، سو سربستہ اے وفا!  
ہم آہ کس طرف کے تئیں لیں سراغ دل

کچھ خیریت نہیں نظر آتی مجھے، کہ آج  
لگتے ہیں اس کے کان سے اغیار، دم بہ دم

بس کہ اپنے انقلاب بخت سے دہرتے ہیں ہم  
بستر گل پر بھی سوزاں ہی، قدم دہرتے ہیں ہم

شعلہ، درہم باؤ سے ہوتا نہیں اے اہل بزم  
شمع، سو ہلستی ہے کر کر یاد، پروانے کے تئیں

شیخ! کچھ فرق ہے تیرے ہی نظر آنے میں  
 ورنہ ہے ایک دھبی، کعبہ و بت خانے میں

---

اپنی ہی چشم کے تئیں، تاب نظر نہیں  
 ورنہ وہ آفتاب، کہاں جلوہ گر نہیں

---

حسن عمل پہ اپنے، نہ بھول اس قدر کہ شیخ  
 واں کے معاملے سے کسی کو خبر نہیں

---

پھول بہتے، لب دریا جو نہ دیکھے ہوں تو ا  
 ساتھ آنسو کے ہیں، یاں قطرہ خوں تاب رواں

---

بیچے ہے، اک نگاہ پہ دل کے تئیں ”وفا“  
 لینا ہو گر تمہیں تو کچھ اتنا گراں نہیں

---

مے کشوں نے، مے میں پایا، بنگیوں نے بنگ میں  
 مل رہا ہے وہ، طرح پانی کی ہر اک رنگ میں [۱]

---

### واقم

بندرابن نام ، قوم کاٹستھ ، دھلی کے رہنے والے تھے ۔ ان کی شاگردی کے متعلق مختلف اقوال ہیں ، بعض ، مرزا مظہر کا شاگرد بتاتے ہیں ۔ بعض سودا کا اور کوئی میر کا شاگرد کہتا ہے ، مگر صحیح یہ ہے کہ میر ہی کے شاگرد تھے کیونکہ خود میر نے ان کو اپنے تذکرے میں اپنا شاگرد بتایا ہے ، آخر میں ”سودا“ کو بھی کلام دکھاتے تھے ۔ فن شعر کے ماہر تھے ، اور خوب کہتے تھے ۔ ان کے اشعار میں روانی کافی ہے ، غزل میں رنگ کسی قدر پھیکا ہے ، تاہم لطف سے خالی نہیں ۔

دل ، کنجِ قفس میں کر یاد بہت دویا  
ہنسے کے تئیں گل کے ، کریاد بہت دویا

نامہ کا میرے ، اس سے لے کر جواب پھرنا  
پر واسطے خدا کے ، قاصد ! شتاب پھرنا  
اک دے بھی دن تھے یارب ! جو تھا ہمیں میسر  
گاشن میں ساتھ اس کے ، پیتے شراب پھرنا

نہ ترے عشق میں بلبل ہی کو ، نالں دیکھا  
چاک ہو گل کا ، گلستان میں گریبان دیکھا

سنتے ہیں ہم، کہ ہوتی ہے جگ میں دوام صبح  
ہوئی کبھی اے چرخ! ہماری بھی شام، صبح

کہے کیا، درد دل بلبل گلوں سے  
اُڑا دیتے ہیں اس کی بات ہنس کر  
جو چاہے گوہر مقصود اے دل!  
صدف کی طرح تو پاس نفس کو

صیاد کیا تو چھوڑے گا مجھ کو، قفس سے آہ  
کہتے ہیں دل میری بہت، خار خار باغ

اے عشق! مجھے کوئی طرح مار  
تا یار کہے کہہ ہائے عاشق

کس کے گلے کے قطرۂ خوں، ہیں تہ زمیں  
جوں تسمہ، اُگتے ہیں گل اورنگ اب تلک

ابر ترے، چشم گریاں کم نہیں  
موج دریا ہے، شکنج آستیں

اے باغبان نہیں ترے گلشن سے، کچھ غرض  
مجھ کو قسم ہے، چھیزوں اگر برگ و بر کہیں



اتنا ہی چاہتا ہوں کہ میں اور عذلیپ  
آپس میں درد دل کہیں ، تک بیٹھ کر کہیں

---

دیکھا نہ ہو جسے میں ، کوئی سر زمیں نہیں  
پر تخم دل ہو سبز جہاں ، سو کہیں نہیں  
سنتے تھے ہم جہان میں ، اہل کرم کے ہاتھ  
آ یا جو دید میں تو کم از آستیں نہیں

---

میری بد شرابیوں سے ، کریں توبہ مے گساراں  
زہ وہ عمل کہ ہو وے ، سببِ نجات یاراں

---

کام عاشقوں کے کچھ تجھے منظور ہی نہیں  
کہنے کو ہے یہ بات کہ مقدر ہی نہیں  
کہتا تھا کون یہ ، کہ خوشی تھی جہاں کے بیچ  
اس بات کا تو یاں کوئی مذکور ہی نہیں

---

یاں تک ، قبول خاطر کیجے تری جفا کو  
تا سب کہیں کہ ”راقم ! رحمت تری وفا کو“

---

معصیت میری بہت ہے ، یا کہ بخشش تیری بیش  
اپنی رحمت پر نظر کر ! میری عصیاں کو نہ دیکھ

---

مڑاں سے دل بچے تو، تکرے کرے ہے ابرو  
یہ کہہ کے میں نے اُس سے جب دل کی داد چاہی  
کہنے لگا کہ ”ترکش جس رقت ہو وے خالی  
تدار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی“

پہونچا نہ آہ درد کو، میرے کوئی طبیب  
یارب! عجب طرح کا کچھم آزار ہے مجھے

بیچوں ہوں میں اُس پاس، یہ دل نیم نگہم کو  
اُس پر بھی ستم ہے، جو خریدار نہ ہو وے

رونے میں اُس قدر تو جگر، اے جگر نہ کر  
دیکھا نہ تو نے کچھم کہ دل و دیدہ کیا ہوے [۱]

### فیض

(میر) شمس الدین نام، دکن کے رہنے والے امیر اور فارغ البال  
نازل اور صوفی تھے، اشعار میں ہندی الفاظ اور محاورات اکثر  
لاتے ہیں تاہم صاف اور سلیس کہتے ہیں۔ متعدد کتابوں کے  
مصنف تھے۔ وفا کے کئی دیوان بھی ہیں جو چھپ بھی گئے

ہیں - سنہ ۱۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی [۱] -

کفر جو تھا، دین مرا ہو گیا بت بھی، نصیبیں سے خدا ہو گیا  
کیسی دوا! مجھ کو مسیحا نے دی دردِ محبت کا، سوا ہو گیا

حرم میں، دیر میں، جب کوئی رو بہ رو آیا  
مجھے یقین ہوا بس یہی کہ تو آیا  
اُڑائیں جیب کی لاکھوں ہی دھجیاں میں نے  
مگر نہ قبضے میں دامنِ آرزو آیا  
کسی کا کوئی بھی مسئلہ نہیں ہے کر انصاف  
ادھر سے میں نکل آیا، ادھر سے تو آیا

کریں ہم کس کی پوجا اور چڑھائیں کس کو چندن ہم  
صنم ہم، دیر ہم، بت خانہ ہم، بت ہم، برہمن ہم  
در و دیوار ہیں نظروں میں اپنی، اُنٹے خانہ  
کیا کرتے ہیں، گھر بیٹھے ہوئے آپ ایذا دہن ہم  
کب اُٹھتے ہیں اُٹھائے سے کسی شیخ و برہمن کے  
درِ دلبر پر اپنے، مار کر بیٹھے ہیں آسن ہم

خط جادو ہوں یا میں نقش پا ہوں  
 غرض ، افتاد گل کا رہ نما ہوں  
 عبث رکھتے ہیں مجھ پر تہمت مرگ  
 بہت راتوں جگا تھا ، سو رہا ہوں  
 نہ کر ! اس چشم کا پھر مجھ کو بیمار  
 ابھی اے ” فیض “ مر مر کے جیا ہوں

—

نہیں فرق کچھ دیر میں اور حرم میں  
 جو بت چاہتے ہیں ، خدا چاہتا ہے [۱]

—

### خاموش

( شاہ ) معین الدین نام ، بیدر ( ذکر ) کے رہنے والے تھے صابریہ  
 طریقے کے فقیر تھے ، کلام میں تصوف کا رنگ ہے ، اس کی خاص خاص  
 اصطلاحیں مرزوں طریقے سے لائے ہیں ، زبان عامی زیادہ ہے  
 سنہ ۱۲۸۹ع میں انتقال ہوا [۲] -

---

[۱] دکن میں اردو -

نوٹ - یہ بھی دکن کے رہنے والے لیکن دہلی کے پیرو تھے - مرتب -

[۲] دکن میں اردو -

نوٹ - فیض اگرچہ دکن کے رہنے والے ہیں ، لیکن دہلی کے شعرا اور وہاں  
 کی شاعری کے پیرو ہیں اس لئے ان کا نام شعراے دہلی کے سلسلے میں درج  
 کیا گیا - مرتب -

کفر، کافر کو بھلا، شیخ کو اسلام بھلا  
عاشقان آپ بھلے، ایسا دل آرام بھلا

—

شکل انسان میں خدا تھا، مجھے معلوم نہ تھا  
حق سے ناحق میں جدا تھا، مجھے معلوم نہ تھا  
ایک مدت، حرم و دیر کو دھونڈھا ناحق  
سیم بر، بر میں چھپا تھا، مجھے معلوم نہ تھا  
ہو کے ”خاموش“ عجب سیر و تماشا دیکھا  
رنگ بے رنگ ہوا تھا، مجھے معلوم نہ تھا

—

آشیاں اپنا، گلستاں سے اٹھا لے بلبل  
باغ کو چھوڑ دے، جنگل کی ہوا لے بلبل  
چھپچھپے کرتی ہے کیا؟ اس سے نہیں کچھ حاصل  
مثل پروانہ پر و بال جلا لے بلبل

—

چڑھا ہے سولی یہ خاموش ہو کے، جب مذکور  
سوائے حق، نظر آئی نہ دار، آنکھوں میں [۱]

—

امین

(خواجہ) امین الدین نام، عظیم آباد کے دھمے والے تھے۔ ان  
کے خمیر میں دوستی اور دوست پروری تھی، کچھ دنوں

مظفر جنگ بہادر کی مصاحبت میں رہے ، اُس کے بعد گوشہ نشین ہو گئے ۔ مضمون کی تلاش میں آمد کی پروا نہیں کرتے ، بندش اور صفائی میں ان کا کلام ممتاز ہے ۔  
ان کا ایک مختصر دیوان ہے ، سنہ ۱۲۵۹ھ تک زندہ تھے ۔

---

دنیا میں جو آکر نہ کرے عشق بتاں کا  
نزدیک ہمارے ، ہے یہاں کا نہ وہاں کا  
مانند نگین آپ سے کارش میں پروا ہے  
مشتاق جو کوئی ہے ، یہاں نام و نشان کا

---

گھر مرے آنا اگر منظور تھا  
آئے ہوتے لطف سے کیا دور تھا ؟

---

جس کا دل آپ نے لیا ہوگا  
خاک میں لے ملا دیا ہوگا  
ہم کو کیا ، گر بہار آتی ہے  
دل ، وہ غنچہ نہیں کہ وا ہوگا  
مل گیا ہوگا خاک میں ، جوں اشک  
تیرے آنکھوں سے جو گرا ہوگا

---

شور ہے عالم میں ، تیرے حسن عالم گیر کا  
تو ہی ہوگا ، گر کوئی ہوگا تیری تصویر کا

---

دیکھ بھال، اُس دل صد چاک کر لیتے ہیں بتاں  
میں نے یہ شیشہ کیا، کیا ہی ہنر سے پیوند؟

دور سے ترے، نالہ بھی نکلتا نہیں لب سے  
ظالم! ہے ترے ظلم کی تاثیر ہوا پر

دل خیال زلف میں، بے خواب و بے آرام ہے  
رات ہوتی ہے ”امیں“ بھاری ہر اک بیمار پر

کیا کہوں؟ یار سے، اپنی سی کیے جاتا ہوں  
گالیاں کھانا ہوں، غصے کو پٹے جاتا ہوں  
جی نکلتا ہے، یہ لب یاد میں ہلتے ہیں تری  
مورتے مورتے بھی ترا نام لیے جاتا ہوں

چاک سینے کا مرے لوگ عبث سیتے ہیں  
ہم تو زخمی ہیں نگاہوں کے، مگر جیتے ہیں  
فائدہ کیا ہے بھلا ہم جو کریں فکر معاش  
غم کو کھاتے ہیں ”امیں“ خوں جگر پیتے ہیں

بتاں، مجھ سے کہتے تھے کیا کچھ نہیں  
و لیکن جو دیکھا، تو تھا کچھ نہیں

میں بوسہ جو مانگا، تو جھنجلا کے وہ  
لگا کہنے: ”کیا ہے؟“ کہا، کچھ نہیں

---

مجھے تو کبھی عمر بھر غم نہ ہو  
ملاقات تیری اگر کم نہ ہو  
میں در گذرا صاحب سلامت سے بھی  
خدا کے لیے اتنا برہم نہ ہو  
ہم آنے کو مانع نہیں غیر کو  
پر اتنا بھی خلوت میں ہر دم نہ ہو  
”امیں“ کی غذا اب رہی ہے یہی  
الہی! یہ خونِ جگر کم نہ ہو

---

ہوئی ہے آشدائی جب سے اُس مے نوش سے مجھ کو  
جو صاحب عقل ہیں کہتے ہیں اہل ہوش سے مجھ کو  
بہرکتا ہے جگر میرا، دل پر دُغ کی دولت  
”امیں“ جلنا پڑا اُس آتش خاموش سے مجھ کو

---

کیا کہیں؟ درد آہ کی تاثیر؟  
کھر کا کھر ہے سیاہ، مت پوچھو  
مفت مارا گیا، ہزار افسوس  
تھا ”امیں“ بے گناہ، مت پوچھو

---



جب دکھاتا ہے وہ شہزادی آنکھ  
وہ نہیں جانتی ہے گلابی آنکھ  
لخت دل گتھ دے ہیں مڑگل سے  
ہے مسگر خانہ کبابی آنکھ

---

دن کٹا فریاد میں اور رات زاری میں کٹی  
عمر کٹنے کو کٹی، پر کیا ہی خواری میں کٹی؟  
صبح گر صبح قیامت ہو تو کچھ پروا نہیں  
ہجر کی جب رات، ایسی بے قراری میں کٹی  
تیری آنکھوں کی پرستاری میں دل گھبرا گیا  
ہاے اس بیمار کی، بیمار داری میں کٹی  
اس زمانے میں، ”امیں“، مت کر کسی سے دوستی  
شمع کی گردن، نہ دیکھی، دوست داری میں کٹی؟

---

رنگ چہرے کا زعفرانی ہے عاشقی کی، یہی نشانی ہے  
کس سے تشبیہ دیں بھلا تجھ کو؟ دیکھا یوسف تو تیرا ثانی ہے  
شمع دریاں سے اتنا گرم نہ مل ان کی جو بات ہے، زبانی ہے  
رات دن جھپکتے ہی جانا ہے کیا ”امیں“ ایسی زندگانی ہے؟

---

خضر نے اک دم پیا تھا، لے کے آب زندگی  
مانگتے ہیں اب تلک، اُس سے حساب زندگی  
کیا بھلا اس سے کدے میں، جی کسی کا شاد ہو  
مر گیا آخر کو پی جن نے شراب زندگی

معنئی آرام کیا ہے ؟ تو نہ کچھ سمجھا ” امیں “  
 ہم تو مدت سے اُلٹتے ہیں کتاب زندگی

---

جتنے تھے محفل میں ، تھا سب سے تپاک اور اختلاط  
 ایک ہم کم بخت گویا واں گندہ کاروں میں تھے  
 ہانہم اُٹھانا جان سے ، پیارے ! نیت دشوار ہے  
 کیوں ؟ نہ دیکھا کل سبھی تو ناز برداروں میں تھے

---

بہر عمر گدائی میں بھی کرتے رہے شاہی  
 دنیا میں جو تھانی تھی ، میاں ہم نے نباہی  
 کیا دین سے غافل ہیں ، ” امیں “ مردم دنیا ؟  
 سکے کو سمجھتے ہیں سدا اپنا الہی

---

نری نگہ کے جو ہوں گے مارے ، نہ مانکا ہوگا اُنہوں نے پانی  
 نہ ایسی دیکھی ہے تیغ ہم نے ، نہ ایسی دیکھی ہے آب داری

---

بغاں ، اُٹھا تے نہیں ہانہم میرے سینے سے  
 رہے ہے سنگ کے تکیں لاگ ، آہگینے سے  
 نہ اُٹھ سکے گا مرے لب سے حرف بوسے کا  
 مٹا سکے ہے کوئی نام کو نگینے سے ؟  
 ” امیں “ ضعیف میں اتنا ہوا ، بقول ” فغاں “  
 ” اٹک کے آہ نکلتی ہے میرے سینے سے “

---

کیا برا وقت تھا، اُس شوخ سے جب آنکھ لگی؟  
جب تلک جیتے رہے روز نہ شب، آنکھ لگی

---

حیات جاوداں بخشے ھے تیغ آب دار اُس کی  
اگر بارر نہ آوے جا کے کھاوے، جس کا جی چاہے

---

یاد بھی اب گلہ لگا کرنے یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی

---

ہاتھم میں اپنا سر، لیے رہنا  
عشق کسی پہلی یہ سلامی ھے

---

زاهد، کبھو تو گرد نہ پھر یو شراب کے  
یاں اگ ھے چھپی ہوئی، پردے میں آب کے

---

کہا کرتے ھو مجھ کو، قابل جور و جفا ”یہ ھے“  
جو کوئی چاہے کسی کو، اے میدان! اُس کی سزا یہ ھے  
برہمن دیس پہچے ھے اور کعبہ کے تئیں زاعد  
پرستش ھم جسے کرتے ھیں، وہ نام خدا یہ ھے

---

رباعی

یہ جور و جفا، یہ بے وفائی کب تک  
بس کیجئے پاس آشدائی کب تک

کرتا ہے کڑی حسن پر اتنا بھی غرور  
دیکھیں تو رہے یہ خدائی کب تک،

### مثنوی

ایک ہیں آشنا مرے غم خوار  
پس چو گو، بے وقوف بدالطوار  
ان کی تعریف کیا کروں میں بیاں  
کیسی شرمائی ہے گی منہم میں زباں  
دل ہے اُن کا کہیں، دماغ کہیں  
گھر میں دھونڈو تو بھونی بھانگ نہیں  
منہم کو اُن کے خدا نہ دکھلاوے  
گر کوئی دیکھے خاک کیا کھاوے؟  
چار پیسے کا سیر بھر تھرا  
پی کے رکھتے ہیں جی میں یہ غرا  
آج دنیا میں ہیں حو کچھ، ہم ہیں  
مالک چار دانگِ عالم ہیں  
دیکھتا ہوں جو اُن کی میں صورت  
یاد آتی ہے چین کی صورت  
گال چہرے سے یوں رہے ہیں لپٹ  
لگ رہے ہوں کوار کے جوں پٹ [۱]

## حسن

خواجہ حسن نام، خواجہ ابراہیم کے بیٹے اور خواجہ بھکاری  
 سودودی کے نواسے تھے، دہلی ان کا وطن تھا۔ وجہ اور خوبصورت  
 تھے، لطیفہ گوئی اور موسیقی میں کمال رکھتے تھے، لکھنؤ کی رہنے  
 والی بخشی نام کی طوائف پر عاشق تھے، اشعار اندر جابجا اپنے  
 خیال میں اس کے نام کا نغمہ جوا ہے، نجوم میں کافی مہارت تھی۔  
 کلام میں موسیقیت کا رنگ لفظ لفظ سے نمایاں ہے، اکثر  
 اشعار دل کی زبان سے کہتے ہیں۔ جذبات عشق کے اظہار میں  
 محاورات اور زبان کی چمکداں پروا نہیں کرتے، جعفر علی خاں  
 حسرت کے شاگرد تھے۔

حال دل اپنا، میں ہر ایک سے کہوا دیکھا  
 وں کسی تہب سے پہ ہوتے نہ پزیرا دیکھا  
 وقت نظارہ نہ دو، کہتے تھے اے چشم تجھے  
 شدت گریہ سے، لے خاک نہ سوچھا دیکھا

یہی شوزش عشق ہے تو الہی  
 اس آغاز کا، کیونکہ انجام ہوگا  
 دہی بے قراری اسیروں کی یوں ہی  
 تو صیاد! تیرے تیرا دام ہوگا  
 موئے ہم تو، پر بے قراری وہی ہے  
 خدا جانے کب دل کو آرام ہوگا

اگر نزع سے جاں بخشی کو آے  
تو اِس میں تمہارا بڑا نام ہوگا

---

جو بندہ خانے میں آئے گا، فقیر تم کو دعا کرے گا  
کسی کے دل کو جو خوش کروگے خدا تمہارا بھلا کرے گا

---

عالم اِس حور کی جو جلوہ گری کا دیکھا  
پھر یہ جلوہ نہ کسی حور و پری کا دیکھا

---

پہونچے وہاں کچھ، جب تیئں پیغام ہمارا  
یہاں تب تیئں آخر ہی ہوا کام ہمارا

---

کیا قتل اور جان بخشی بھی کی  
”حسن“ اِس نے احساں دوبارا کیا

---

اُمّت کے آنکھ سے اک بار بہم چلے آنسو  
ہنسی ہنسی میں، جو ذکر وداع یار ہوا

---

وقت و داع یار دل بے قرار نے  
یہ آہ کی کہ عرشِ معلّٰی ہلا دیا

---

آنا متحال ، ہوش میں ہے مجھ سے مست کا  
بد ہوش ہو چکا ہوں ، میں روز الست کا

کیسی صحبت اٹھ گئی ! کیوں یار ، کیا تھا کیا ہوا ؟  
مت گیا نقشہ وہ سب ، یک بار کیا تھا کیا ہوا ؟

وہ جب تک کہ زلفیں سنوارا کیا      کھڑا اس پہ میں جان وارا کیا

مانوں میں وعدہ ، فردا اے یار      جب ترے وعدے کا فردا ہوتا

تو جو دھونڈے ہے ”حسن“ ! خلوت کو  
عین خلوت میں اکیلا ہوتا

دل دلاسوں سے کرے ہے آہ و زاری بیش تر  
خانہ ماتم میں ہو پُر سے سے ، زاری بیش تر

جان بخشی کو بھی آیا نہ دم نزع ”حسن“  
اس نے اس وقت میں بھی ہم سے چھپائیں آنکھیں

بہلا میں دوانا سہی پر یہ ناصم  
مرے ساتھ بکتا ہے ، عاتل کو دیکھو  
یہاں تھک کے بیٹھے ہو کیا راہ میں تم ؟  
چلو راہ دو ! ایلی منزل کو دیکھو

حقیقت کہیں کیا، ہم اس انجمن کی  
 نہ تھی وائ خبر، اپنے ہی تن بدن کی  
 اکر جان کئی میں وہ جان بخشش آوے  
 تو ہو نزع سے جان بخششی ”حسن“ کی

یہ تو نے مجھ سے نالہ شب گیر! کچھ نہ کی  
 یاں دل جلایا اور وہاں تاثیر کچھ نہ کی

کب میں کہتا ہوں کہ میری جان جانے سے دھ  
 پر تک ایسا ہو کہ یہ دل تلملانے سے دھ  
 آہ کس کس بے وفائی کا؟ میاں! کھچے شمار  
 اور تو سب اک طرف، منہم بھی دکھانے سے دھ  
 کس طرح سے زیست ہو وے گی بھلا اے دوستو!  
 اب تو قاصد بھی، ادھر کو آنے جانے سے دھ

آکر بلا سے قتل ہی کر جائے مجھ  
 صورت اسی بہانے سے دکھلائے مجھ

غم نے ایذا جو اے صنم بخششی  
 یہ بھی سرکار کی، کرم بخششی [۱]



## گرفتار

سنگی بیگ نام، قوم کے مغل قہج میں ملازم، حاتم  
کے شاگرد تھے، کلام میں تغزل کی شان ہے، زبان بھی صاف  
اور سلیس ہوتی ہے [۱] -

ساقی یہ غنیمت ہے جو دم جام سے گزرے  
اس عالم قانی میں بھروسا نہیں دم کا

جستجو دنیا کی مت کر اے ”گرفتار“ اس قدر  
کیا بھروسا ہے جہاں میں، عمر بے بنیاد کا

خانہ خراب، عشق کا ہو اور کیا کہوں  
خواب عدم سے سوتوں کو ناحق جگا دیا

اُس طرف گزرے کہو، اُس شہم سوار حسن کو  
اے مہا! کیجو ہساری خاکساری کی خبر

لطف سے تیرے تو کچھ دور نہیں، پر ہم کو  
ناتوانی سے ہے ہر ایک قدم پر منزل

خدا کے واسطے، کوئی کہو میرے مسیحا کو  
جو آنا ہے تو آ! کوئی رمق ہے جان آنکھوں میں

---

اے ”گرفتار“ اس کی باتوں پر نہ بھول  
یہ لکات کی ہیں دل آویزیں

---

شکایت ترے چور کی، کیا کریں ہم؟  
خدا جو دکھانا ہے ہم دیکھتے ہیں  
جگر جل گیا، آتش غم سے اپنا  
تعجب ہے آنکھوں کو نم دیکھتے ہیں

---

جلتا ہے جگر، جاگے کہو دیدہ تر کو  
اے خانہ خراب! آگ لگے ہے ترے گھر کو

---

آتش غم سے شب ہجران میں باسوز و گداز  
شع کے مانند جلتا ہوں سحر تک شام سے

---

شب ہجران میں تیری کیا کہوں؟ جو کچھ کہ گذرے ہے  
کتے ہے دن تو جیوں توں، پر قیامت رات بھاری ہے

---

درد ہو جس کے، کچھ دوا کیجے  
جی ہی بے چین ہو تو کیا کیجے؟

---

موج گل، حلقہ زنجیر ہوئی ہے بلبل  
پہنس گئے ہم تو، کہیں تو نہ خبردار پہنسے

دل جو ہے بے قرار کیا جانے؟  
کس کا ہے انتظار کیا جانے؟  
درد مندوں میں، دیکھئے وہ شوخ  
کس کا ہو غم گسار؟ کیا جانے

### عظیم [۱]

(مرزا) عظیم بیگ نام، کابلی اصل، مگر دہلی میں آباد  
ہو گئے تھے، ”حاتم“ کے شاگردوں میں ان کا درجہ بھی بلند  
تھا، قریب قریب ہر صف میں طبع آزمائی کی ہے، لیکن  
میدان غزل ہی رہا ہے، کلام میں خیال بندی اور نفاست،  
لطف بیان اور مضمون آفرینی کی شان ہے۔ اور آخر عمر  
میں خواجہ میر ”درد“ اور ”سودا“ سے بھی توسل تھا۔  
”میر انشا“ کا زمانہ بھی پایا تھا، بلکہ ان کی ہجو میں  
ایک متخصس بھی موجود ہے۔

انہی تو بے حواسی، دیدار کی ہوس پھر  
بس ہم نے موسیٰ دل دیکھا شعور تیرا

شوق میں تیرے ، لگا نام کو عالم کے کلنگ  
تو بھی تو مثل نگیں ، گھر سے نہ باہر نکلا

---

موقوف نہ ساقی ہی پہ رکھ کام ہمارا  
تو ہی کہیں اے عمر ! بھر اب جام ہمارا

---

جلوہ فرما ، کل جو مے خانے میں وہ مے نوش تھا  
مثل جام و شیشہ ، دل بادیدہ ہم آغوش تھا

---

ہر آن ہم غنی ہیں ، عریاں تلی کی دولت  
جامہ رکھے سو جانے ، دامن دراز کرنا

---

نالہ و شور و فغاں ہے تری دم سازی سے یار !  
ورنہ جوں نے ، دل ہمارا محض بے آواز تھا

---

کل چشم خوں فشاں سے ، گلزار پھرہن تھا  
دامن کا تھا جو تختہ ، یک تختہ چمن تھا

---

عقل و ہوش ایدھر کو دل کہیںچیں اُدھر وحشت جنوں  
دیکھئے ہوتا ہے کس کے یہ دریگتا نصیب

---

بعد میرے ہوئی، یہاں [۱] عشق کو تائید نصیب  
مثل سیداب، موئے پر زہوئی اکسید نصیب

دوشن کرے ھے نام نگین کر کے روسیاء  
ھے اس میں بھی ہنر جو کرے اختیار تیب

خاک غبار خاطر و باد دم حباب  
آب شراب و آتش رنگ گل بہشت  
چاروں یہی عناصر موہوم کس بہم  
دل کی ہمارے صانع قدرت نے کی سرشت

پیدا کرے جو نام کوئی تو متے ھے کھوج  
عنقا کے جی سے پوچھئے نام و نشان کی بات  
بیگنا ہوں سر لیے تری تقریر پر ”عظیم“  
جوں شمع سرکے ساتھ ھے میری زبان کی بات

ہوں میں وہ مست ازل ساکن ظلمات کہ جو  
حشر کو بھی نہ سنوں کان سے آواز صبح

جوں صبح چاک جیب سے ذرہ پھرے نہ آنکھ  
یہاں ھے یہ شکل مہر نظر تار تار پر

[۱] تمام نسخوں میں ”یہاں“ ھے لیکن ”یاں“ پڑھا جائے گا، اس  
دور میں اکثر یہی صورت نظر آتی ھے ۔ مہرب -

غم میں ترے جو یونہیں اڑائے پھریں گے خاک  
 پہنچے گی کوئی دن: میں زمیں آسان پر  
 جوں شانہ سینہ چاک ہوں لیکن سوائے شکر  
 گذرا کبھی نہ شکوہ سرمو زبان پر  
 تقریر سر گذشت نہ پوچھو کہ خامہ وار  
 آتا ہے گریہ ہر سر حرف بیان پُر

---

بانگ و صلوٰۃ شیخ پہ ناداں نہ جائیو  
 یہاں کاٹنا گلو کا ہے تکبیر سے فرض

---

ہے خاک در سے تری، آرزو تیسم کی  
 بھرا اگرچہ ہے آب رواں سے خانہ دل

---

حال دل کہنے کی یارب ہم سے کیا تدبیر ہو  
 جوں قلم پہلے زباں کت لے تو پھر تقریر ہو

---

خاک ساری پہ سینہ چشموں کی، مت جا اے دل  
 سرمہ سا پھرتے ہیں یہ، آنکھوں میں گھر کرنے کو

---

دیکھے ہے تری چشم تو کہتا ہے یہ ساغر  
 پیمانہ ابھی عمر کا یارب! کہیں بھر جاے

---

قطرۂ نیساں کا موتی ، فی الحقیقت آب ہے  
اشک جب آنکھوں سے ٹپکا ، گوہر نایاب ہے

---

رباعی

پوشاک پہن کے ، سچ بدائی تو کیا ؟  
جوں آئینہ کی جو خود نسائی تو کیا ؟  
موہوم ہے جوں عکس ، نظر میں یہ شکل  
آئی تو کیا و اگر نہ آئی تو کیا ؟

---

مختص ہجو انشا

وہ فاضل زمانہ ہو تم جامع علوم  
تحصیل صرف و نکتہ سے جن کی مچھی ہے دھرم  
دمل و ریاضی حکمت و ہیئت جفر نجوم  
منطق ، بیان ، معانی ، کہیں سب زمیں کو چرم  
تیری زبان کے آگے نہ دھتاں کھل چلے  
اک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے ایسے طاق  
دیوان شاعروں کے نظر سے رہے بہ طاق  
ناصر علی ، نظیری کی طاقت ہوئی ہے طاق  
ہرچند ابھی نہ آئی ہے فہمید جفت و طاق  
تلگری تلو سے قدسی و عرفی نکل چلے  
نزدیک اپنے آپ کو کتنا ہی سنبھو دور  
پر خوب جانتے ہیں مجھے جو ہیں نہ شعور

وہ بکھر کون سی ہے نہیں جس پہ یاں عبور  
 کب میوہی شاعری میں پڑے شبہ سے قصور  
 بن کر قلم نکالنے کو تم خلل چلے  
 مرزونی و معانی میں پایا نہ تم نے فرق  
 تبدیل بکھر سے ہوئے بکھر خوشی میں غرق  
 روشن ہے مثل مہر، بہ از غرب تا بہ شرق  
 شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثل برق  
 وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

### بقا [۱]

بقاء اللہ نام، آبائی وطن اکبر آباد، مولد دہلی اور مسکن  
 لکھنؤ تھا۔ شاعری کے ساتھ ساتھ تسخیر کواکب کا بھی  
 شوق تھا۔ فارسی میں مرزا فاخر یکتا سے اصلاح لیتے اور  
 غمگین تخلص کرتے تھے۔ اردو میں درد اور حاتم دونوں کے شاگرد  
 تھے۔ خود بیس اور زود رنج آدمی تھے۔ کسی کو خاطر میں نہ لاتے  
 تھے، نازک دماغی میں میر اور تند مزاجی میں سودا کا جواب  
 تھے۔ معروف سخن میں دونوں سے دست و گریبان ہو جاتے تھے۔  
 میر کی نسبت کہتے ہیں:—

پگڑی اپنی سنبھالنے گا میر  
 اور بستی نہیں یہ دلی ہے

۱۔ بقا کو بعض تذکرہ نویسوں نے صرف ”حاتم“ کا شاگرد لکھا ہے  
 اگرچہ ”درد“ کا زمانہ بھی پایا تھا، لیکن ان کے کلام پر ”حاتم“ کی پیروی کا  
 رنگ غالب ہے اس لئے ”حاتم“ کے قلام کے سلسلے میں ان کا نام رکھا گیا۔ مرتب۔



ایک جگہ 'سودا' اور 'میر' دونوں کے متعلق لکھتے ہیں -

'میرزا' و 'میر' دونوں باہم تھے نیم ملا  
فن سخن میں یعنی ہر ایک تبا اذہورا  
اس واسطے "بقا" اب ہجوؤں کی دسیماں سے  
دونوں کو باندھے باہم میں نے کیا ہے پورا [۱]

بقا کی زندگی افلاس اور تنگدستی میں گذری لیکن خدم  
داری کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔

بقا کی طبیعت میں رنگینی اور شگفتگی تھی اس سے ان  
کے کلام میں درد کم ہے۔ زرد رنجی اور تند مزاجی نے ان کو  
ہجو گوئی کی طرف مائل کر دیا تھا۔

بقا سنہ ۱۲۰۹ھ میں عتبات عالیات کی زیارت کے لئے روانہ  
ہوئے مگر راستے میں انتقال کیا۔

خال لب آفت جان تبا مجھے معلوم نہ تھا  
دام دانے میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا  
خواہش سود تھی سودے میں محبت کے واسطے  
سر بسر اس میں زیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

میں تو آیا تھا ”بقا“ باغ میں سن جوش بہار  
پر یہ ہنگام خزاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

---

پہنچی اُس بت کو خبر نالہ تنہائی کی  
مدعی کون کہڑا تھا پس دیوار لگا

---

قضا نے حال کل، جب صفحہ تقدیر پر لکھا  
میری دیوانگی کا ماجرا زنجیر پر لکھا

---

کعبہ تو سنگ و خشت سے اے شیخ مل بنا  
کچھ سنگ بچ رہا تھا سو عاشق کا دل بنا

---

دالا نہ بار عشق، زمیں پر ”بقا“ نے یار  
سر سے اکبر گرا تو لیا تھام دوش پر

---

آئینہ دیکھ جو کہتا ہے کہ اللہ دے میں  
اس کا میں دیکھنے والا ہوں ”بقا“ واہ دے میں

---

تجھ سیہ چشم سے امید وفا جو رکھیں  
چاہئے اشک سے پہلے ہی وہ منہ دھو رکھیں

---

کیا کریں؟ سینہ جو ناصح سے چھپاتے نہ پھریں  
داغ سے داغ ہیں کچھ اپنے گریباں نے تلے

---

دل سے نکلے کہیں پابوسنی قاتل کی ہوس  
کاش وہ خوں کو مرے رنگ حنا ہی جانے  
تیرے بیمار کو کب ہووے شفا جس کے طبیب  
نہ تو کچھ درد کو پہنچے نہ دوا ہی جانے

---

کچھ تعین نہیں اس راہ میں جوں ریگ رواں  
جس جگہ بیوٹھ گئے آہ وہی منزل ہے  
کہول دو! عقدہ کونین ”بقا“ کے پل میں  
یا علی تم کو یہ آسان، اے مشکل ہے

---

چدا مت ہو اے داغ چھپاتی سے میرے  
گئے دل کا، اب اک نشان ہے تو تو ہے

---

## تصکیح اغلاط

نمبر شمار	صفحه	سطر	غلط	تصکیح
۱	۵	۴	أشروع	شروع
۲	۱۲	۹	کرا دیں	کر دیں
۳	۲۲	۱۷	أساسان	أساسان
۴	۲۹	۳	قطب	قطب
۵	۲۹	۱۷	فانون	فانون
۶	۲۹	۱۸	طوبیان سون	طوبیان سون
۷	۲۷	۱۷	کون	کون
۸	۲۸	۷	پھولان	پھولان
۹	۲۸	۸	تون	تون
۱۰	۲۸	۹	چمنان	چمنان
۱۱	۲۸	۱۳	سون	سون
۱۲	۲۸	۱۴	کون	کون
۱۳	۲۸	۱۹	تون	تون
۱۴	۲۹	۷	اوس	اوس
۱۵	۲۹	۱۹	کون	کون
۱۶	۳۰	۱۲	شاهان	شاهان
۱۷	۳۰	۱۷	مہرا گلستان	مرا گلستان

ب

نمبر شمار	صفحه	سطر	قلم	صحیح
۱۸	۳۰	۲۰	تون	تون
۱۹	۳۰	۲۱	امامان	امامان
۲۰	۳۱	۹	تین	تین
۲۱	۳۳	۱۸	دپا	دیا
۲۲	۳۲	۶	تاز	ناز
۲۳	۳۸	۱	حمار	خمار
۲۴	۴۰	۳	نہن	نیں
۲۵	۴۰	۱۶	انندان	انندان
۲۶	۴۵	۲	حون	خون
۲۷	۵۴	۹	ایس	اپس
۲۸ -	۵۴	۱۶	دصوان	دصوان
۲۹	۵۶	۱۶	نہن	نیں
۳۰	۹۱	۲۱	میزان	میزان
۳۱	۹۲	۱	عاشقان	عاشقان
۳۲	۹۷	۴	کون	کون
۳۳	۹۸	۵	آن	آن
۳۴	۹۸	۱۰	آئین	آئین
۳۵	۱۴۷	۲۰	مہزون	مہزون

نمبر	صفحتہ	سطر	غلط	مستحکم
۳۶	۱۵۹	۸	آسمان اور زمین	آسمان اور زمین
۳۷	۱۵۹	۹	کون	کون
۳۸	۱۵۹	۱۳	سکون	سکون
۳۹	۱۵۹	۱۷	جہان	جہان
۴۰	۱۹۷	۱	زمانے	زمانے
۴۱	۲۰۰	۶	الطوار	الطوار